آئینہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مرتب
حضرت علامہ مولانا
حاجی محمد جمیل نقشبندی کیلانی مدظلہ
تحریکِ تعلیمات نقشبندیہ

مرتب

حضرت علامہ مولانا

حاجی محمد جمیل نقشبندی کیلانی مدظلہ

ناشر

تحریک تعلیمات نقشبندیہ

رینجر ہیڈ کوارٹر لاہور

0322-4757685

کتاب	آئینہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مرتب	حاجی محمد جمیل نقشبندی کیلانی مدظلہ
سرورق	اے، ڈی گرافکس
تاریخ اشاعت	رمضان المبارک 1436ھ جولائی 2015
تعداد	1100
ناشر	تحریک تعلیمات نقشبندیہ

کتاب مفت ملنے کا پتہ

طیب کریانہ سٹور

تحریک تعلیمات نقشبندیہ

رینجر ہیڈ کوارٹر لاہور

0322-4757685

آئینہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میں نے جناب محمد جمیل صاحب کی کتاب آئینہ عشق مصطفی ﷺ کا مطالعہ کیا آپ نے بڑی محنت اور لگن کے ساتھ اس اہم مضمون کو بیان کیا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی امت پاک کے لیے یہ گراں سرمایہ حیات ہے۔ اور پڑھنے والے کے لیے نجات کا سامان پیدا کرے گا۔ اللہ پاک اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ پاک سے جناب محمد جمیل صاحب کے علم میں اور زیادہ برکت فرمائے۔

اور مسلک اہل سنت کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(پیر طریقت میاں محمد معروف آستانہ عالیہ مرولہ شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اس پاک پروردگار کیلئے جس نے کائنات کو تخلیق فرمایا اور زمین کو نوع انسانی کیلئے سجایا بمصداق ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً (سورۃ بقرہ) اور اس زمین کی اصل سجاوٹ میرے آقا ﷺ کا وجود مسعود ہے جو لولاک لما اظہرت الربوبیہ کا مظہر ہے اسی لیے غلام کی آرزو یہی ہوتی ہے کہ

کیا پیش کروں آقا کیا چیز ہماری ہے

یہ جسم بھی تمہارا ہے یہ جاں بھی تمہاری ہے

حضرت قبلہ فخر السالکین پیر طریقت علامہ مولانا محمد جمیل نقشبندی مدظلہ بلاشبہ ایک سچے عاشق رسول ﷺ اور کامل ولی اللہ ہیں آپ ایمان کے اس درجہ پر ہیں جہاں مومنؒ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ زیر مطالعہ کتاب ''عشق مصطفیٰ ﷺ'' اسی محبت کا اظہار ہے جو کہ عشق مصطفیٰ ﷺ کے لئے ایک بے مثال اور قیمتی ترین دولت ہے اس کتاب میں حضرت نے بے حد مدلل انداز میں قرآن اور حدیث شریف سے عشق مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے جو کہ اس پرفتن دور میں ایک عام مسلمان کے لیے سامانِ راہنمائی ہے۔ قلم مزید کچھ لکھنے کی تاب نہیں رکھتا کتاب کے مطالعہ کے بعد اس کی اہمیت وافادیت خود بخود قاری پر واضح ہو جاتی ہے حضرت پیر طریقت عالم بے بدل علامہ محمد جمیل قادری نقشبندی مدظلہ کے علم وعمل میں اللہ پاک اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے مزید اضافہ فرمائے۔

صاحبزادہ محمد شاہد حفیظ

(خادم آستانہ عالیہ ڈیرہ حضرت میاں صاحب کدھر شریف)

عرض تالیف

یہ ایک مہکتے ہوئے پھولوں کا گلدستہ ہے جسے بارگاہ بے کس پناہ سید عالم ﷺ کے حضور پیش کر کے اپنا قلبی سکون، عافیت مغفرت۔ جان کنی کی رسوائی سے نجات، خاتمہ بالخیر، اندھیری قبر میں روشنی، حشر میں دامن رحمت میں پناہ چاہتا ہوں اور والدین، اولاد، احباب، وابستگان کی بہتری کا خواہاں ہوں۔ ہو سکتا ہے یہ نشان باقی رہ جائے کہ اپنے کو تو یقینی فنا ہے شاید کوئی نیک دل آدمی اس مسکین کے حق میں دعائے خیر کر دے۔

سرور دو جہاں تاجدار شہاں رحمت بے قراء
جنت عاصیاں باعث زندگی مقصد کل فکاں
عدل کی روشنی پیار کا کارواں میر انسانیت
پیر محنت کشاں قبلہ بے جہت مد ظل عاشقاں
برج محمود کے شاہ دوراز داں اب تو معبود کے
درمیاں درمیاں آپ کی راہ گزر کہکشاں کہکشاں
سایہ بھی صبح گر آہٹ بھی ازاں نقش پا کی مرید
سو حد لامکاں بے قصوں کی امید بے نواں کی زباں

سبد کردار پر ان گنت خوبیاں مجھ گنہگار پر مستقل مہرباں میرے پیارے حضور شان رب غفور زندگی کا سرور غم گسار نشور رب مسجود کا ایک چوتھائی نور یعنی معبود کا بندگی میں ظہور آپ کو دیکھ کر سنگ دل چکنا چور آپ کے حسن پر آئینوں کو غرور فخر جان گنا انکساری ہیور خاک پا آئینہ آئینہ برق طور خان خیر البشر جو کی روٹی کھجوران کے قاری شجران کے ذاکر قیوم شہر علم و یقین بہر عقل و شعور اتنا دل کے قریب جتنا آنکھوں سے دور وہ سراپا کرم میں مجسم قصور حشر کا کیوں ہو غم ہوگی بخشش ضرور بے مثال و مثیل عکس رب جلیل عاقلوں کے عقیل عادلوں کے عدیل فصحاء کے

فصیح وکلاء کے وکیل جستجوئے مسیح، آرزوئے خلیل، وارث حرف وثور، والی قال وقیل، زندگی جیسی موت، وقف جسیا رحیم، تندرست ان کا دین، سب مذاہب علی الحق کے وہ ہم نشین، ان کا دعویٰ دلیل، ان کا مٹی کا گھر روشنی کی ضیح، ان کا سِل مختصر، ان کے سجدے طویل، ان کے تلوے ملے عارض جبرائیل، ان کے قدموں تلے حشر کا سنگ میل، جنگلوں میں پنے انگلیاں بھی سبیل، صرف میرے نہیں کل جہاں کے کفیل۔

☆☆☆☆☆

دعا

دکھیوں پہ کرم اپنا صلے علیٰ کرنا
خیرات ہمیں اپنے جلووں کی عطا کرنا

خیرات ہمیں اپنے جلووں کی عطا کرنا
ہر چند کے چوکھٹ سے یہ دور دیوانہ ہے

کب تک میرے آقا یوں زیست بسر ہوگی
لیکن یا نبیؐ ہر پل نظروں میں مدینہ ہے

بتلاؤں شب غم کی کس آن سحر ہوگی
بیمارِ مدینہ ہوں سرکار دعا کرنا

اب رحم و کرم اپنا محبوب خدا کرنا
دکھیوں پہ کرم اپنا صلے علیٰ کرنا

دکھیوں پہ کرم اپنا صلے علیٰ کرنا
خیرات ہمیں اپنے جلووں کی عطا کرنا

خیرات ہمیں اپنے جلووں کی عطا کرنا
موت سے پریشان ہیں جیتے ہیں نہ مرتے ہیں

ہم تو ہیں رحیم غم اور ہجر کے مارے ہیں
یادوں میں تمہاری ہم سرکار تڑپتے ہیں

جو کچھ بھی ہیں لیکن دیوانے تمہارے ہیں
عشرت سے ہوئی خطا سرزد سب معاف کرنا

مقبول دیوانوں کی سرکار دعا کرنا
دکھیوں پہ کرم اپنا صلے علیٰ کرنا

دکھیوں پہ کرم اپنا صلے علیٰ کرنا
خیرات ہمیں اپنے جلووں کی عطا کرنا

طالب دعا:

محمد جمیل کیلانی

نعت جامی

کے بود یارب رو در یثرب بطحا کنم

گہ بہ مکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

بردر باب السلام ایم بہ گریم زار زار

گہ بہ باب جبرئیل ازشوق داویلا کنم

یا رسول اللہ بسوئے خود مرا را ہے نما

ناز فرق سر قدم سازم زدیدہ پا کنم

آرزوئے جنت الماویٰ بروں کردم زدل

جنتم ایں بسکہ برخاک درت و ماوا کنم

ہر دم از شوق تو معذورم اگر ہر لحظہ

جامی آسانامہ شوق دگرانشا کنم

ترجمہ

اوکدے آوے گا دن یارب جدوں بطحا نوں جاواں میں

کدی ٹھہراں مکے وچ مدینہ گھر بناواں میں

کدی باب السلام اگے میں ڈھائیں مار کے رواں

تے باب جبریل اگے کدی دکھڑے سناواں میں

مدینے والیا مینوں دکھا راستہ مدینے دا

بنا کے پیر اکھیاں نوں تے سر دے بھار آواں میں

نا خواہش خلد دی دل وچ نا حوراں دی طلب مینوں

ایہو کافی اے جنت تیرے کوچے نوں بناواں میں

تساڈے شوق وچ مجبور ہو کے وانگ جامی دے

ہر عالم ہر گھڑی ہر پل نویں چھٹی بناواں میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض تالیف

یَاصَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَاسَیِّدَ الْبَشَر
مِنْ وَّجْھِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْنُوْرَ الْقَمَر
لَایُمْکِنُ الثَّناء کَمَاکَانَ حَقُّہٗ
بعدازخدائے بزرگ توئی قصہ مختصر
اِھدَاءُ الْاٰدَابِ
لِحَضْرَۃِ النَّبِیِّ صَاحِبِ الْمِلَّۃِ وَالْکِتَابِ
عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مِنَ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ!

یہ بندہ کمترین ادب وتعظیم عشق کے گلشن کا گلچیں آداب کے چند پھولوں اور تعظیمات کے متعدد غنچوں کوارادت وعقیدت کے رشتے میں مربوط کر کے گنبد خضراء کے آستانہ عالیہ میں پیش کرتا ہے۔

اس عالم رنگ وبُو میں ہر عاشق نے اپنے معشوق کی تعریف کی ہر محبّ نے اپنے محبوب کے اوصاف ومحاسن بیان کیے۔ ہر عاشق رسول ﷺ نے اپنی فکرونظر کے مطابق اوصاف رسول ﷺ بیان کئے اور قرآن کریم بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کیونکہ بقول شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس قرآن کا یہ فقرہ وصف مصطفی ﷺ پر مشتمل ہے۔

عشاق رسول ﷺ نے اپنے اپنے دور میں تقریر وتحریر کے ذریعہ درود وسلام اور نعت وذکرِ مصطفی ﷺ سے اپنے تعلق بالنبی ﷺ کا اظہار کیا جسکے باعث انہیں دائمی زندگی حاصل ہوئی ان عشاق میں سے ایک عاشق رسول شیخ الاسلام حضرت علامہ محمد انواراللہ صاحب حیدرآبادی قدس سرہ کی ذات گرامی ہے انہوں نے بھی عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر اوصاف

رسول ﷺ پر مشتمل کتاب انوار احمدی لکھی اس کتاب کا مضمون قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور اقوال فقہاء کی روح کے عین مطابق ہے اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کا ہر لفظ شیخ الاسلام شیخ الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق وتائید سے مزین ہے اسکے ایک ایک لفظ سے محبت رسول ﷺ کی خوشبو آتی ہے عشق کی تاثیر بڑی حیرت انگیز ہے عشق نے بڑی بڑی مشکلات میں عقل انسانی کی رہنمائی کی ہے۔ عشق نے بہت سی لا علاج بیماریوں کا علاج کیا ہے۔ عشق کے کارنامے آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں مدینہ کے پُر آشوب ماحول میں جب کہ پیغمبر اسلام ﷺ کا وصال ہو چکا ہے اطرافِ مدینہ کے بہت سے لوگ دین اسلام سے پھر گئے دشمنوں نے شہر رسول ﷺ پر حملے کی تیاریاں مکمل کرلیں اسلامی لشکر کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روم کے مقابلہ پر خود رسول اللہ ﷺ مرضِ وفات میں بھیج چکے تھے سیاسی حالات نے سنگین رُخ اختیار کرلیا ہے صحابہ کرام کی رائے تھی کہ لشکر کو واپس بلالیا جائے لیکن وہ عشق ہی تھا جس نے سب کے برخلاف پکار کر کہا، قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہرگز یہ نہیں ہوسکتا کہ اس لشکر کو پیچھے لوٹائے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے بھیجا ہے خواہ کتے ہماری ٹانگیں کھینچ لے جائیں مگر رسول اللہ ﷺ کا بھیجا ہوا لشکر میں واپس نہیں بلاسکتا اور اپنے آقا ﷺ کا باندھا ہوا پرچم کھول نہیں سکتا عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلے سے بالکل متصادم تھا لیکن دنیا نے دیکھا کہ جب عشق کا فیصلہ نافذ ہوگیا تو ساری سازشیں خود بخود دم توڑ گئیں دشمنوں کے حوصلے شکست خوردہ ہوگئے۔ اور سیاسی حالات کی کایا پلٹ گئی ہے۔

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما
اے دوائے جملہ علتہائے ما

عشقِ رسول اگر پورے طور پر دل میں جاگزیں ہوجائے تو اتباع رسول ﷺ کا ظہور ناگزیر بن جاتا ہے احکام الٰہی کی تعمیل اور سیرت نبوی کی پیروی عاشق صادق کے رگ وریشہ میں

سما جاتی ہے دل ودماغ اور جسم وروح پر کتاب وسنت کی حکومت قائم ہوجاتی ہے مسلمان کی معاشرت سنور جاتی ہے آخرت نکھرتی ہے تہذیب وثقافت کے جلوے بکھرتے ہیں اور بے مایہ انسان میں وہ قوت رونما ہوتی ہے جس سے جہاں بینی وجہاں بانی کے جوہر کھلتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اسی عشق کامل کے طفیل صحابہ کرام کو دنیا میں اختیار واقتدار اور آخرت میں عزت ووقار ملا یہ ان کے عشق کا کمال تھا کہ مشکل سے مشکل گھڑی اور کھٹن سے کھٹن وقت میں بھی انہیں اتباع رسول سے انحراف گوارا نہ تھا وہ ہر مرحلہ میں اپنے محبوب آقا ﷺ کا نقش پاک ڈھونڈتے اور اس کو مشعل راہ بنا کر جادہ پیما رہتے یہاں تک کہ۔۔

لحد میں عشق رُخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سُنی تھی چراغ لے کر چلے

مجھے یقین ہے کہ میرے اس رسالے ''آئینہ عشق مصطفیٰ کے فضائل وبرکات،، میں نہ تو کوئی اضافہ ہوگا اور نہ ہی یہ رسالہ اس مقدس عنوان کو چار چاند لگا سکے گا کہ میں سلف صالحین سے بڑھ کو کوئی کتاب لکھ ہی نہ سکا میری مثال تو گداگر کے اس کشکول کی طرح ہے جسے گداگر کے کشکول کے اچھے نوالے اور فقیر کی گدڑی کے اچھے کپڑے کے ریزے اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ گداگر امیروں کے گھر سے مانگ کر لایا ہے اسی طرح میرے اس رسالے میں جو کچھ بھی ہے وہ علم وحکمت تقویٰ و پرہیز گاری کے شہنشاہوں کے دروازوں کی بھیک ہے ہاں انہی کے دیے ہوئے مہکتے پھولوں کا چھوٹا سا گلدستہ ہے جسے بارگاہ بے کس وپناہ سید عالم کے حضور پیش کر کے اپنا قلبی سکون عافیت ومغفرت جان کی رسوائی سے نجات خاتمہ بالخیر اندھیری قبر میں روشنی حشر میں دامن رحمت میں پناہ چاہتا ہوں اور والدین اولاد واحباب وابستگان کی بہتری کا خواہاں ہوں ہوسکتا ہے یہ نشان باقی رہ جائے کہ اپنے کو تو یقینی فنا ہے شاید کوئی نیک دل آدمی اس

مسکین کے حق میں دعائے خیر کردے۔

وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم

﴿برائے ایصال ثواب﴾

اساتذہ کرام ومشائخ عظام حاجی محمد شفیع صاحب مرحوم والدہ صاحبہ مرحومہ ودادی صاحبہ مرحومہ۔

مولف:۔ حاجی محمد جمیل کیلانی 0313-4757685

کتاب مفت ملنے کا پتہ:۔ طیب کریانہ سٹور نزد رینجرز ہیڈ کوارٹر لاہور

03224757685،0300-4757685

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

الحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَّل سَیِّدَنَا وَمَولٰنَامُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی العٰلَمِیْنَ جَمِیْعًا وَّاَقَامَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لِلْمُذْنِبِیْنَ شَفِیْعًا فَصَلَّیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَسَلَّمَ وَبَارَکَ عَلَیْہِ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ ھُوَمَحْبُوْب وَمَرْضِی لَدَیْہِ صَلٰوۃً تَبْقٰی وَتَدُوْم بِدَوَامِ الْمَلِکِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ وَاَشْھَدُاَن لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَاوَمَولٰنَامُحَمَّدً اعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ اَمَّابَعْدُ

محمد کی محبت دین حق کی شرط اوّل ہے
اسی میں ہواگر خامی توسب کچھ نامکمل ہے
محمد کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

قرآن ناطق ہے:۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (التوبۃ ۲۴)

ترجمہ:" آپ فرمادیں! اگرتمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہارے کمائے ہوئے مال، تمہاری وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ رہتا ہے اور تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں یہ سب کچھ اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہو تو تم اللہ کے حکم (عذاب) کا انتظار کرو اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا

انسانوں کے اندر والدین، اولاد، بھائی، بیوی، خاندان اور مال، تجارت اور مکان ان سب چیزوں سے محبت فطری چیز ہے، لیکن رب تعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ اگر تمہارے اندران سب چیزوں کی محبت میری اور میرے محبوب ﷺ کی محبت سے بڑھ جائے تو تم گویا خطرہ کی حد میں داخل ہو چکے ہو اور بہت جلد تم کو میرا غضب وعذاب اپنی لپیٹ میں لے لے گا اس سے پتا چلتا ہے کہ ایک مومن کے لیے رسول ﷺ سے محبت نہ صرف یہ کہ فرض ہے بلکہ سب سے قریبی رشتہ داروں اور سب سے قیمتی متاع پر مقدم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ یقیناً میرے نزدیک میری جان اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں میں اگر اپنے گھر میں رہتا ہوں جب بھی لیکن جس وقت آپ یاد آجاتے ہیں تو جب تک آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو دیکھ نہ لوں قرار نہیں آتا لیکن اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد میں جنت داخل ہو کر آپ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند مقام میں ہوں گے میں نیچے درجے میں ہونے کے سبب اندیشہ کرتا ہوں کہ کہیں آپ کو دیکھ نہ سکوں یہ سن کر حضور ﷺ خاموش رہے اتنے میں حضرت جبرئیل امینؑ یہ آیت لے کر حاضر ہوئے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا [نساء. ٦٩]

اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں تو یہ لوگ جنت میں انہی کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا یعنی انبیاء، صدیق، شہید، اور نیک لوگ اور یہ لوگ کتنے اچھے ساتھی ہیں (درمنثور از علامہ سیوطی) اسی لیے صحابہ کرامؓ ایک لمحہ کے لیے بھی حضور ﷺ کو بے چین دیکھنا گوارا نہ کرتے فتح مکہ سے پہلے مشہور صحابی حضرت زید دشمنان اسلام کے نرغے میں آگئے صفوان بن امیہ نے ان کو قتل کرنے کے لئے اپنے غلام نسطاس کے ساتھ تنعیم بھیجا حضرت زیدؓ کو حدود حرم سے باہر لے جایا گیا تو ابوسفیان نے جو ابھی اسلام نہ لائے تھے، ان

سے پوچھا، زید! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم پسند کر سکتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد ہوں اور ہم ان کو قتل کریں اور تم آرام وسکون سے اپنے اہل میں رہو؟ حضرت زید نے جواب دیا اللہ کی قسم، میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ اس وقت میرے حضور جہاں کہیں بھی ہوں ان کو ایک کانٹا بھی چبھے اور اس میں آرام وسکون سے اپنے اہل میں رہوں یہ سن کر ابو سفیان نے کہا میں نے ایسا کہیں نہیں دیکھا کہ کسی سے ایسی محبت کی جاتی ہو۔ جیسی محبت محمد ﷺ سے ان کے صحابہ کرتے ہیں۔ اسکے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ (سیرت ابن ہشام)۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور کی صحبت میں پہنچنے کے بعد آپ کے لئے اپنا چین، چین نہ سمجھا اپنی راحت، راحت نہ سمجھی اپنی جان، جان نہ سمجھی بلکہ یہ سب کچھ آپ نے حضور پر قربان کر دیا تھا۔ کوئی معرکہ ہو یا امن کا زمانہ، سفر ہو یا حضر حضور سفر میں ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کو ہر طرح کا آرام پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے دھوپ کا وقت ہوتا تو حضور کے لیے سایہ کا انتظام کرتے، پڑاؤ ڈالا جاتا تو خیمہ نصب کرتے معرکوں میں ہوتے تو یہ حضور کے محافظ ہوتے، جب حضرت بلال کے انتقال کا وقت آگیا تو ان کی بیوی نے کہا واحزناہ (ہائے غم) حضرت بلال نے کہا نہیں بلکہ:

وَافَرْحَتَاهُ غَدًا اَلْقٰی مُحَمَّدًا وَاَصْحَابَهٗ.

(واہ خوشی کل ہم محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے ملیں گے)

اور جس سے محبت ہوتی ہے اسکی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اسکی ہر ادا سے محبت، اسکی رفتار سے محبت، اسکی گفتار سے محبت، اسکے لباس وطعام سے محبت غرض اسکی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت عبید بن جریج نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے دیکھا آپ بیل کے دباغت کیے ہوئے چمڑے، کا بے بال جوتا پہنتے ہیں، حضرت فاروق اعظم نے فرمایا میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ایسا ہی جوتا پہنا کرتے تھے جس میں بال نہ ہوں اسی لیے میں

بھی ایسا ہی جوتا پہننا پسند کرتا ہوں (شمائل ترمذی)۔

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول کریم ﷺ کو کھانے کی دعوت دی، میں بھی حضور کے ساتھ گیا۔ جو کی روٹی اور شوربہ حضور کے سامنے لایا گیا جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا کھانے کے دوران میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ پیالے کے کناروں سے کدو کی قاشیں تلاش کر رہے ہیں اسی لیے میں اسی دن سے کدو پسند کرنے لگا۔ (مشکوٰۃ کتاب الاطعمہ)۔

امام ابو یوسف (شاگرد امام اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضور اکرم ﷺ کدو پسند فرماتے تھے مجلس کے ایک شخص نے کہا لیکن مجھے یہ پسند نہیں یہ سن کر امام ابو یوسف نے تلوار لی اور فرمایا: جَدِّدِ الاِیمَانَ وَاِلَّا لَاقتُلَنَّكَ۔ تجدید ایمان کرو ورنہ تم کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ (مرقاۃ ص ۷۷ ج ۲)۔

تعظیم رسول اور صحابہ کرام:۔

جس بڑے سے محبت ہوتی ہے اسکی عظمت دل و دماغ پر چھا جاتی ہے پھر یہ چاہنے والا اپنے محبوب کی تعظیم اور اسکی عظمت کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے اسلام نے تو یہ بڑے کی تعظیم کا درس دیا ہے۔

مَن لَّم یَرحَم صَغِیرَنَا وَ لَم یُوَقِّر کَبِیرَنَا فَلَیسَ مِنَّا

جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے تو وہ ہم میں سے نہیں۔

اور نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفٰے ﷺ تو سارے بڑوں میں سے بڑے اور اتنے بڑے ہیں کہ آج تک اتنا بڑا پیدا نہ ہوا اور نہ ہی پیدا ہوگا اس لئے آپ کی تعظیم بھی سب سے بڑھ کر ہونی چاہیے، قرآن ناطق ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (الفتح. ۹)

بیشک ہم نے آپ کو شاہد، خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح شام اللہ کی پاکی بولو۔

آپ غور کریں اس آیت میں پہلے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا مطالبہ کیا گیا ہے اور اسکے معا بعد رسول معظم ومکرم کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا گیا ہے اور پھر اللہ عزوجل نے اپنی تسبیح کا تقاضا کیا ہے رب تعالیٰ نے اپنی تسبیح پر اپنے رسول کی تعظیم وتوقیر کو مقدم کر کے تعظیم حبیب کی اہمیت وعظمت میں کس قدر اضافہ کر دیا، گویا آپ کو شاہد، مبشر، اور نذیر بنا کر اسی لئے بھیجا گیا ہے کہ لوگ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائیں اور رسول کی تعظیم کریں اور پھر رب کی تسبیح کریں۔

ایک اور مقام پر قرآن، نبی اکرم ﷺ کی تعظیم کرنے والوں کی کامرانی کا اس طرح اعلان کر رہا ہے۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اعراف. ۱۵۷)

تو جو لوگ رسول پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تعظیم کی اور آپ کو توانائی دی اور آپ کے ساتھ اترنے والے نور کی پیروی کی بس یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم ونصرت کرنے والوں کو کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے۔

یہ ارشادات ربانی صحابہ کرام کے پیش نظر تھے اس لیے انہوں نے اپنے سرکار کی ایسی تعظیم کی کہ دنیا کے کسی شہنشاہ کی بھی اسطرح تعظیم نہ کی جا سکی۔ صحابہ کرام کی تعظیم وتوقیر کا حال دیکھ کر صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے نمائندہ عروہ بن مسعود نے جو ابھی ایمان نہ لائے تھے یہ

تاثر پیش کیا تھا گویا یہ اپنے کا نہیں غیر کا تاثر ہے۔آپ نے کہا: اے لوگو! خدا کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں بھی پہنچا ہوں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کی ڈیوڑھیوں پر بھی حاضری دے چکا ہوں خدا کی قسم کسی بادشاہ کی اتنی تعظیم ہوتے نہیں دیکھی جتنی تعظیم نبی کریم ﷺ کی ان کے اصحاب کرتے ہیں۔خدا کی قسم جب کبھی بھی ان کی ناک مبارک سے لعاب مبارک یا رطوبت نکلی وہ کسی نہ کسی شیدائی کے ہاتھ میں پڑی جسے اس نے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیا اور جب وہ اپنے اصحاب کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو وہ اسکی تعمیل میں دوڑ پڑتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی کے لیے جنگ کی نوبت آجاتی ہے اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو وہ لوگ خاموش اور پرسکون رہتے ہیں اور تعظیم وتوقیر میں ان کی طرف نظر بھر کر دیکھتے تک نہیں۔(صحیح بخاری)

یہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اندازِ توقیر و تعظیم کا اجمالی خاکہ جسے رسول کریم ﷺ کے ایک بیگانے نے پیش کیا تھا۔خود صحابہ کرام نے واقعات کی دنیا میں تعظیم وتوقیرِ رسول کی کیسی کیسی مثالیں پیش کی ہیں انہیں تو آپ اصل کتاب میں ملاحظہ کریں گے۔یہاں پر بس بعض مثالوں پر اکتفا کیا جائے گا۔

غزوہ خیبر کی واپسی میں مقام صہبا پر نبی کریم ﷺ نے نماز عصر پڑھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زانوں پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا حضرت علی نے نماز عصر نہ پڑھی تھی اپنی آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جارہا تھا مگر اس خیال سے کہ زانو سرکاتا ہوں تو مبادا حضور کے خواب مبارک میں خلل آجائے زانو نہ ہٹایا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا جب چشم نبوت کھلی تو حضرت علی نے اپنی نماز کا حال عرض کیا حضور نے دعا فرمائی آفتاب پلٹ آیا حضرت علی نے نماز عصر ادا کی پھر سورج ڈوب گیا۔(مشکل الآثار [امام طحاوی])۔

تعظیم رسول کی خاطر افضل العبادات نماز اور وہ بھی صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر مولیٰ علی نے قربان کردی چشم فلک نے ایسا منظر کبھی نہ دیکھا ہوگا رب تعالیٰ کے ایک بندہ کی درخواست پر

اسکے ایک فدائی کے لئے سورج کو پلٹادیا گیا ہواور ایک فدائی نے محض تعظیم وتوقیر رسول کے پیش نظر اتنی عظیم قربانی دی ہواسی کو امام اہل سنت قدس سرہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

مولی علی نے واردی تری نیند پر نماز

اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

ہجرت کے موقع پر یار غار حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو جانثاری کی مثال قائم کی ہے وہ بھی اپنی جگہ ہے کہ جب حضور انور ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں غار کے قریب پہنچے تو پہلے صدیق اکبر اترے صفائی کی غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا ایک سوراخ کو بند کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ملی تو آپ نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا ڈال کر اسکو بند کیا پھر حضور انور کو بلایا اور حضور انور ﷺ تشریف لے گئے اور حضرت صدیق اکبر کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمانے لگے اتنے میں سانپ نے صدیق اکبرؓ کو کاٹ لیا مگر صدیق اکبرؓ نے شدت الم کے باوجود محض اس خیال سے کہ حضور کے آرام میں خلل نہ واقع ہو بدستور ساکن و صامت رہے آخر جب پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے جب آنسو کے قطرے چہرہ اقدس پر گرے تو حضور ﷺ بیدار ہوئے۔ ابوبکر صدیقؓ نے واقعہ عرض کیا حضور ﷺ نے ڈسے ہوئے حصے پر اپنا لعاب دہن لگا دیا فوراً آرام مل گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ سانپ کا یہ زہر ہر سال عود کر آتا بارہ سال تک حضرت صدیق اکبر اس میں مبتلا رہے پھر آخر میں اسی زہر سے آپ کی شہادت ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ ذوقعدہ ٦ھ میں صحابہ کے ساتھ عمرے کے ارادے سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے جب آپ حدیبیہ پہنچے تو قریش پر خوف وہراس طاری ہوا اس لیے آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا اور ان کو یہ ہدایات دیں کہ تم قریش کو بتانا کہ ہم جنگ کے لئے نہیں، عمرے کی ادائیگی کے لئے آئے ہیں۔ اور ان کو اسلام کی دعوت بھی دینا اور وہ مسلمان مرد وعورت جو مکہ میں ہیں ان کو فتح کی خوشخبری سنانا حضرت عثمان مکہ کی طرف بڑھے

رہے تھے کہ ان سے حضرت ابان بن سعید اموی ملے جو ابھی ایمان نہ لائے تھے انہوں نے حضرت عثمان کو اپنی پناہ و ضمانت دی اور اپنے گھوڑے پر سوار کر کے ان کو مکہ لائے حضرت عثمان نے لوگوں تک نبی کریم ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ اُدھر حدیبیہ میں صحابہ کہنے لگے کہ عثمان خوش نصیب ہیں کہ ان کو طواف بیت اللہ نصیب ہو چکا ہوگا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ عثمان میرے بغیر طواف نہ کریں گے اسی دوران یہ افواہ اڑگئی کہ حضرت عثمان مکہ میں قتل کر دیئے گئے ہیں۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے بیعت لی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے حضرت عثمان چونکہ اس وقت مکہ میں تھے اس لئے حضور اقدس نے خود اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر ان کو بیعت کے شرف میں داخل کیا اسطرح نبی کریم ﷺ کا ہاتھ حضرت عثمان کا ہاتھ قرار پایا۔

بیعت رضوان کے بعد جب حضرت عثمان واپس تشریف لائے تو مسلمانوں نے ان سے کہا آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ نے طواف بیت اللہ کر لیا آپ نے جواب دیا تم نے میرے بارے میں بدگمانی کی ہے اسکی قسم جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں مکہ میں ایک سال تک بھی پڑا رہتا اور حضور ﷺ حدیبیہ میں ہوتے تب بھی میں آپ کے بغیر طواف نہ کرتا۔ قریش نے مجھ سے طواف کرنے کے لئے کہا تھا مگر میں نے انکار کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اندر نبی کریم ﷺ کی تعظیم و ادب کا یہ پاس قابل ملاحظہ ہے کہ کفار آپ سے پیشکش کر رہے ہیں کہ طواف کر لو آپ جواب دیتے ہیں کہ مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے آقا ﷺ کے بغیر تنہا طواف کر لوں ادھر مسلمانوں کا یہ تاثر کہ حضرت عثمان خوش نصیب ہیں کہ ان کو طواف کعبہ نصیب ہو گیا۔ حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا عثمان ہمارے بغیر ایسا نہیں کر سکتا گویا حضور کو بھی اپنے فدائی پر پورا اعتماد تھا آقا ہو تو ایسا غلام ہو تو ایسا۔

رسول اکرم ﷺ کی اس قسم کی تعظیم اور اس طرح کا ادب صحابہ کرام کا اپنا کوئی ایجاد

کردہ یا اختراعی نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کی تعظیم اور مجلس کے آداب خود بیان فرمائے ہیں۔ دنیا کا شہنشاہ آتا ہے تو اپنے دربار کے آداب خود بتاتا ہے اور جب جاتا ہے تو اپنے نظام آداب کو بھی لے جاتا ہے مگر شہنشاہ اسلام حضور اقدس ﷺ کے دربار کا عالم ہی نرالا ہے۔ جب آپ تشریف لاتے ہیں تو خالق کائنات آپ کے دربار کا ادب نازل فرماتا ہے اور کسی خاص وقت تک کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ادب کے قوانین مقرر فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (الحجرات. ۱)

اے ایمان والو اللہ اور اسکے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سنتا اور جانتا ہے۔

بعض صحابہ نے بقرعید کو نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر لی تھی یا کچھ حضرات صحابہ نے رمضان المبارک کے روزے ایک دن پہلے سے شروع کر دیئے ان کو ہدایت کی گئی کہ ایسا نہ کریں رسول کریم ﷺ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں ایسا کرنا خطرناک ہے۔ آیت پر غور کرنے سے ایک بات یہ بھی نکلتی ہے کہ رسول کی بے ادبی اللہ کی بے ادبی ہے۔ جن لوگوں نے پیش قدمی کی تھی انہوں نے نبی کریم ﷺ پر کی تھی لیکن حکم اترا تو یہ کہ تم اللہ اور سکے رسول پر پیش قدمی نہ کرو دوسرے یہ کہ کسی قول کسی فعل میں پیش قدمی منع ہے کیونکہ آیت میں یہ حکم بلا قید ہے مثلاً جب نبی کریم ﷺ کسی جگہ کے لئے تشریف لے جائیں تو بغیر کسی خاص مصلحت کے آپ سے آگے چلنا بھی منع ہے اگر کوئی حضور انور ﷺ کی مجلس میں سوال کرے تو حضور انور ﷺ سے پہلے کسی اور کو جواب بھی نہیں دینا چاہیے۔ اسی طرح جب کھانا حاضر ہو تو حضور انور ﷺ سے پہلے کھانا نہ شروع کیا جائے پھر یہ بھی دیکھیے کہ جن صحابہ کرام نے پیش قدمی کی تھی اللہ کی عبادت میں کی تھی روزے رکھنے یا قربانی کرنے میں کی تھی ایسا کرنا بظاہر کوئی جرم نہیں معلوم ہوتا مگر

آسمان سے تنبیہ اترتی ہے کہ اے ایمان والو جلیل القدر عبادتوں میں بھی تم میرے نبی سے آگے نہ بڑھنا اور اس معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا یقیناً اللہ عزوجل تمہاری ہر نقل وحرکت اور نشست وبرخاست کو سنتا جانتا ہے۔ اسی سورہ میں آگے اللہ عزوجل اس طرح اپنے نبی کی تعظیم کی تعلیم دے رہا ہے۔

یَاۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْالَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ (الحجراب ۲)

اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور ان کے حضور زور سے باتیں نہ کرو جس طرح تم آپس میں چیخ کر باتیں کرتے ہو اس طرح کرنے سے کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو اپنے محبوب کا ایک عظیم سبق سکھایا ہے کہ تم میرے محبوب کے سامنے بولنے میں بھی باادب رہو اس کے حضور ہلکی آواز میں باتیں کرو اگر تم نے زور زور سے ان کے حضور بات کی تو تمہارے عمل رائیگاں کر دیے جائیں گے غور کریں بڑے بڑے جُرم کا ارتکاب عنداللہ معاف ہوسکتا ہے مگر رب تعالیٰ اپنے محبوب کی بے ادبی اور گستاخی معاف نہ فرمائے گا۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید وبایزید ایں جا

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بلند آواز تھے اس آیت کے بعد انہیں حکم ہوا کہ اس بارگاہ میں اپنی آواز پست کریں وہ انتہائی ادب اور خوف کی وجہ سے خانہ نشین ہو گئے۔ حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا یہ حضرت ثابت کے پڑوسی تھے انہوں نے جا کر حضرت ثابت سے پوچھا تو کہا میں دوزخی ہو گیا میری بھی آواز رسول کریم ﷺ کے سامنے بلند ہوتی تھی، حضرت سعد نے نبی کریم ﷺ کے سامنے ثابت رضی اللہ عنہ کا قول نقل کر دیا

حضور ﷺ نے فرمایا نہیں ان سے کہہ دو وہ جنتی ہیں۔

اللہ عزوجل ان لوگوں کو سراہ رہا ہے جو نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ (الحجرات. ۳)

بیشک جو لوگ اپنی آوازیں رسول اللہ کے پاس پست رکھتے ہیں یہ وہی ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے انہیں کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

آیت کریمہ لاترفعوا اصواتکم کے نازل ہونے کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام اس قدر دھیمی آواز سے باتیں کرتے کہ حضور کو دوبارہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آتی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ میں نبی کریم ﷺ سے اس طرح باتیں کروں گا جیسے سرگوشی کی جاتی ہے ان حضرات کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان کو سراہا گیا جو باادب ہیں اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آوازیں پست رکھتے ہیں۔

صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی جناب پاک میں کس قدر باادب رہتے تھے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں جس وقت آپ گفتگو شروع فرماتے آپ کے اصحاب اس طرح سر جھکا لیتے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔ (شمائل ترمذی)

رسول اللہ ﷺ کو یا محمد کہہ کر پکارنے والوں کی رب تعالیٰ مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (الحجرات ۴.۵

بیشک وہ لوگ جو آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر عقل نہیں رکھتے

اور اگر وہ صبر کرتے کہ آپ باہر تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ بہت ہی بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

قبیلہ بنی تمیم کا ایک وفد عین دو پہر کے وقت نبی کریم ﷺ سے ملنے کے لئے پہنچا آپ مکان شریف کے اندر آرام فرما رہے تھے۔ انہوں نے حجروں کے باہر سے یا محمد یا محمد کہہ کر پکارنا شروع کر دیا۔ حضور باہر تشریف لائے مگر خدائے تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ایسی بے ادبی گوارا نہ فرمائی اور ایسا سخت حکم نازل فرمایا کہ ایسا کرنے والے بے عقل ہیں۔ پھر ادب کی تعلیم دی کہ جو لوگ در دولت پر پہنچیں تو آپ کو آواز نہ دیں اور آپ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کریں۔

رب تعالیٰ ایک مقام پر اپنے محبوب کا ادب اس طرح ارشاد فرما رہا ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (نور۔ ۶۳)

رسول کو پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس آیت کریمہ کے دو پہلو ہیں ایک تو یہ کہ جب نبی کریم ﷺ کو بلائیں تو ان کے اس بلانے کو کسی معمولی آدمی کا بلانا نہ سمجھ بیٹھنا بلکہ میرے رسول کے بلانے کی شان تو یہ ہے کہ اگر وہ کسی کو عین نماز میں بھی آواز دیں تو فوراً نماز ہی کی حالت میں حاضر ہونا فرض ہے۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضرت سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے آواز دی میں چونکہ نماز پڑھ رہا تھا اس لیے جواب نہ دیا نماز سے فارغ ہو کر حضور کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نماز پڑھ رہا تھا اس لئے حاضر نہ ہو سکا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں سنا ہے؟

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ

(انفال ۲۴)

اے ایمان والو تم اللہ اور اسکے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہارے لئے زندگی بخشتی ہے۔

اسی قسم کا واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے۔ یہ ہے رسول کے بلانے کی عظمت کہ نماز جیسا عظیم فریضہ بھی ترک کر کے تعمیل حکم کو پہنچنا فرض قرار دیا گیا۔

آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم نبی کریم ﷺ کو اس طرح نہ پکارنا جس طرح باہم ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو ان کو یا رسول اللہ یا نبی اللہ، یا خیر خلق اللہ وغیرہ صفاتی ناموں سے پکار سکتے ہو اللہ عز و جل اہل ایمان کو ایسا کیوں نہ حکم دیتا کہ اس نے خود اپنے پورے کلام عظیم میں کہیں بھی یا محمد کہہ کر نہیں پکارا ہے جب کہ دوسرے انبیاء کرام کو ان ذاتی ناموں سے خطاب فرمایا ہے۔

صحابہ کرام کے پیش نظر رب العالمین کے مذکورہ بالا ارشادات وفرامین تھے انہوں نے ان احکام کو خوب خوب سمجھا تھا اور ادھر رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کو اپنے سر کی آنکھوں سے اور بہت قریب سے دیکھا تھا اسی لئے حضور ﷺ کی عظمت وجلالت فطری طور پر ان کے قلوب واذہان میں رچ بس گئی تھی، اسی لئے انہیں عقیدت ومحبت واحترام وادب کے ایسے ایسے نمونے پیش کیے جن کی مثال مشکل ہے آپ اس کتاب میں اسی قسم کے واقعات پڑھیں گے۔ جن سے رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں صحابہ کرام کا غایت درجہ احترام وادب واضح ہوگا اور پھر آپ کے قلوب بھی محبت رسول سے محفوظ ہوئے بغیر نہ رہیں گے اور یہی اس کتاب کا مقصد اصلی ہے۔

تعظیم وادب:۔

نبی کریم ﷺ کی محبت کے بغیر آپ پر ایمان لانا متصور نہیں ہے مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو اپنی جان، باپ، بیٹے اور مخلوق سے زیادہ محبوب رکھے، جیسے کہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب. ٦)

(یہ نبی مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں)۔

اور سرکار دوعالم ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی ایک ہرگز ایماندار نہیں ہوگا جب تک میں اسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں یہ بھی فرمایا تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہوگا جب تک کہ میں اسے باپ، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

علاماتِ محبت:۔

حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کی بہت سی علامتیں اور آثار ہیں جو آپ ﷺ کی محبت کے امتحان کے لیے کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں ان میں سے ایک علامت حضور ﷺ کا با کثرت ذکر کرنا ہے۔حدیث شریف میں ہے؛

مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اکثرذِکرہ

جوشخص کسی سے محبت رکھتا ہے اس کا ذکر بکثرت کرتا ہے

تعظیم:۔

کثرت ذکر کے ساتھ ساتھ ایک علامت یہ بھی ہے کہ تعظیم وتکریم کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے اور حضور سید الانام ﷺ کا نام پاک کمال تعظیم وتکریم اور صلوٰۃ وسلام کے ساتھ لے اور نام پاک لیتے وقت خوف وخشیت اور عجز وانکسار اور خشوع وخضوع کا اظہار کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَاتَجْعَلُوْادُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا

تم آپس میں رسول کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

تفسیر کبیر میں ہے:۔

لاتنادوہ کماینادی بعضکم بعضالا تقولوایامحمدیااباالقاسم ولکن قولوایارسول اللہ یانبی اللہ.

نبی اکرم ﷺ کو اس طرح نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو یوں نہ کہو یا محمد یا ابا القاسم بلکہ عرض کرو یا نبی اللہ یا رسول اللہ یعنی نبی اکرم ﷺ کا نام یا کنیت سے نہ پکارو بلکہ اوصاف اور القاب سے یاد کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات. ۲)

اے ایمان والو اپنی آوازیں رسول اللہ کی آواز سے بلند نہ کرو، اور ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرو، جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو اس خوف سے کہ تمہارے اعمال ساقط ہو جائیں اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔

ابو محمد مکی فرماتے ہیں:

ای الاتسابقوہ بالکلام ولاتعضوہ بالخطاب ولاتنادوہ باسمہ نداء بعضکم ولکن عظموہ ووقروہ ونادوہ باشرف مایحب ان ینادی بہ یارسول اللہ یانبی اللہ. (صلی اللہ علیک وسلم).

یعنی کلام میں نبی اکرم ﷺ سے سبقت نہ کرو اور آپ سے ہم کلام ہوتے ہوئے سختی سے بات نہ کرو اور آپ کا نام لے کر نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ آپ کی تعظیم و توقیر اور اشرف ترین اوصاف سے آپ کو ندا کرو جن سے ندا کیے جانے کو آپ پسند فرمائیں اور یوں کہو یا رسول اللہ یا نبی اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)۔

نبی اکرم ﷺ کی بے ادبی کفر ہے:۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو نبی اکرم ﷺ کی آواز پر آواز بلند کرنے اور تعظیم وتوقیر کے بغیر بلانے سے منع فرمایا اور حضور اکرم ﷺ کی اس بے ادبی کو روانہیں رکھا اور اس عظیم جرم کے مرتکب کو اعمال کے برباد ہو جانے کی وعید سنائی معلوم ہوا کہ بارگاہ رسالت کی بے ادبی اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کفر کے سوا کوئی گناہ اعمال کے ضائع ہونے کا سبب نہیں ہے اور جو چیز اعمال کے ضیاع کا سبب ہے کفر ہے۔

اب غور کرنا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کی بے ادبی اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب ہے کفر ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی بے ادبی کفر ہے یہ بھی پیش نظر رہے کہ حیاتِ ظاہری میں اور وصال کے بعد نبی اکرم ﷺ کی شان تعظیم وتکریم کے سلسلہ میں یکساں ہے۔

امام مالک کا ابوجعفر منصور سے مکالمہ:۔

ابوجعفر منصور بادشاہ مسجد نبوی میں حضرت امام مالک سے ایک مسئلہ میں گفتگو کر رہا تھا امام مالک نے اسے فرمایا:

یاامیر المومنین لاترفع صوتک فی ھذاالمسجد فان اللہ عزوجل ادب قوما فقال لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الایۃ ومدح قوما فقال ان الذین یغضون اصواتھم الایۃ وزم قوما فقال ان الذین ینادونک من وراء الحجرات الایۃ وان حرمتہ میتا کحر متہ حیافاستکان لھا ابوجعفر وقال یاابا عبداللہ استقبل القبلۃ وادعوام استقبل رسول اللہ؟فقال ولم تصرف وجھک عنہ وھو وسیلتک ووسیلۃ ابیک آدم یوم القیامۃ بل استقبلہ واستشفع بہ فیشفعک اللہ عزوجل.

اے مسلمانوں کے امیر! اس مسجد میں آواز بلند نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا اور فرمایا: لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی اور ایک جماعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ان الذین یغضون اصواتهم الایة وہ لوگ کہ رسول اللہ کے سامنے آوازیں پست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کوتقویٰ کے لئے منتخب فرمالیا ہے۔ اور ایک جماعت کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ان الذین ینادونک من وراء الحجرات الایة (جو لوگ تمہیں حجروں سے باہر پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں) بیشک بعد از وصال حضور نبی کریم ﷺ کی عزت ایسی ہے جیسی آپ کی حیات ظاہرہ میں تھی۔

یہ سن کر ابوجعفر نے فروتنی کا اظہار کیا اور کہا اے (ابوعبداللہ) امام مالک کی کنیت قبلہ روح ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف رُخ کروں امام مالک نے فرمایا تو حضور نبی کریم ﷺ سے کیوں رخ پھیرتا ہے حالانکہ حضور قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں تیرے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں تو حضور نبی کریم ﷺ کی طرف رخ کر اور شفاعت کی درخواست کر اللہ تعالیٰ تیرے لیے شفاعت قبول فرمائے گا۔

صحابہ کرام اور تعظیم رسول ﷺ:۔

عروہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جب قریش نے انہیں صلح حدیبیہ کے سال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا انہوں نے صحابہ میں نبی اکرم ﷺ کی بے پناہ تعظیم دیکھی انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ جب بھی وضو فرماتے تو صحابہ کرام وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے بے حد کوشش کرتے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں اس نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ دہن مبارک یا بینی مبارک کا پانی ڈالتے تو صحابہ کرام اُسے ہاتھوں میں لیتے اپنے چہرے اور جسم پر ملتے اور آبرو پاتے آپ کا کوئی بال جسدِ اطہر سے جدا نہیں ہوتا تھا مگر اسکے حصول کے لئے جلدی کرتے جب آپ انہیں کوئی حکم دیتے تو فوراً تعمیل کرتے اور جب نبی اکرم ﷺ

ے گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے آہستہ بولتے اور از راہِ تعظیم آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔

☆

جب عروہ بن مسعود قریش کے پاس واپس گئے تو انہیں کہا اے قوم قریش میں کسریٰ، قیصر ونجاشی یعنی شاہ فارس اور شاہ حبشہ کے پاس ان کی حکومت میں گیا ہوں بخدا میں نے ہرگز کوئی بادشاہ اپنی قوم میں اتنا محترم نہیں دیکھا جس قدر نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب میں معزز ہیں۔

ایک روایت میں ہے:

میں نے کبھی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اسکے ساتھیوں نے اس کی اس قدر تعظیم کی ہو جتنی محمد نبی اکرم ﷺ کے اصحاب نے آپ ﷺ کی تعظیم کی ہے۔

تحقیق کہ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو کبھی بھی محمد ﷺ کو نہیں چھوڑیں گے اور ہمیشہ آپ کی تعظیم کرتے رہیں گے۔

☆

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں چاہتا تھا کہ کسی امر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے سوال کروں لیکن آپ کی ہیبت کے سبب دو سال تک موخر کر دیتا تھا۔

☆

حضرت عمر بن عاص فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم ﷺ سے زیادہ نہ کوئی محبوب تھا اور نہ ہی میری نگاہ میں آپ سے زیادہ کوئی محترم تھا۔ اسکے باوجود آپ کے احترام کے سبب میں آنکھ بھر کر آپ کے جمال کی زیارت نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ کے جمال سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا تھا۔

﴿☆﴾

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ صحابہ کرام آپ کے گرد اس طرح بیٹھے ہوئے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی وہ اپنے سروں کو حرکت نہیں دے رہے تھے کیونکہ پرندہ اس جگہ بیٹھتا ہے جو ساکن ہو۔

﴿☆﴾

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ کابس بن ربیعہ نبی اکرم ﷺ کے صورۃ مشابہ ہیں پس جب حضرت کابس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے سے داخل ہوئے تو حضرت امیر معاویہ اپنے تخت سے اُٹھ کر کھڑے ہوئے ان کا استقبال کیا۔ ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور انہیں (مرغاب) ایک مقام عنایت فرمایا یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ ان کی صورت نبی اکرم ﷺ سے ملتی جلتی تھی۔

اگر اجلہ صحابہ کرام کی تعظیم اور اس بابرکت بارگاہ کے احترام میں مبالغہ کرنے اور ہر باب میں آداب کی رعایت کرنے کی روایات کا احاطہ کیا جائے تو کلام طویل ہو جائے گا تمام صحابہ کرام اس ذات کریم کو بہترین القاب، کمال تواضع اور مرتبہ و مقام کی انتہائی رعایت سے خطاب کرتے تھے اور ابتداء کلام میں صلوٰۃ و سلام کے بعد فدیتک بابی وامی میرے والدین آپ پر فدا ہوں یا بنفسی انت یارسول اللہ! میری جان آپ پر نثار ہے جیسے کلمات استعمال کرتے تھے اور فیض صحبت کی فراوانی کے باوجود محبت کی شدت کے تقاضے کی بنیاد پر تعظیم وتوقیر میں کوتاہی اور تقصیر کے مرتکب نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ حضور سید الانام ﷺ کی تعظیم واجلال میں اضافہ کرتے تھے (تحقیق الفتویٰ)۔

تابعین اور تعظیم مصطفی ﷺ:۔

اسی طرح تابعین اور تبع تابعین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم آثار کے معاملہ

میں انہی کے نقش قدم پر تھے حضرت معصب بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب امام مالک رضی اللہ عنہ کے سامنے نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور ان کی پشت جھک جاتی یہاں تک کہ یہ امران کے ہم نشینوں پر گراں گزرتا۔ ایک دن حاضرین نے امام مالک سے ان کی اس کیفیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا جو کچھ میں نے دیکھا ہے تم دیکھتے تو مجھ پر اعتراض نہ کرتے میں نے قاریوں کے سردار حضرت محمد بن منکدر کو دیکھا کہ میں نے جب بھی ان سے کوئی حدیث پوچھی تو وہ رو دیتے یہاں تک کہ مجھے ان کے حال پر رحم آتا تھا۔

واقعات تعظیم:۔

۵ھ میں غزوہ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت قافلہ قریب مدینہ ایک پڑاؤ پر ٹھہرا اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ضرورت کے لیے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں۔ وہاں آپ کا ہار ٹوٹ گیا اس کی تلاش میں مشغول ہو گئیں۔ ادھر قافلہ نے کوچ کیا اور آپ کا محمل شریف اُونٹ پر کس دیا گیا۔ اور انہیں یہی خیال رہا کہ اُم المومنین اس میں ہیں قافلہ چل دیا آپ آکر قافلہ کی جگہ بیٹھ گئیں اور آپ نے خیال کیا کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس ہو گا۔

قافلے کے پیچھے گری پڑی چیز اٹھانے کے لیے ایک صاحب رہا کرتے تھے اس موقعہ پر حضرت صفوان اس کام پر تھے جب وہ آئے اور انہوں نے آپ کو دیکھا تو بلند آواز سے انا للہ و انا الیہ راجعون پکارا آپ نے کپڑے سے پردہ کر لیا۔ انہوں نے اُونٹنی بٹھائی آپ اس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچیں۔ منافقین سیاہ باطن نے اوہام فاسدہ پھیلائے اور آپ کی شان میں بدگوئی شروع کی بعض مسلمان بھی ان کے فریب میں آگئے اور ان کی زبان سے بھی کوئی کلمہ بیجا سرزد ہوا، اُم المومنین بیمار ہو گئیں اور ایک ماہ بیمار رہیں اس زمانہ میں انہیں اطلاع نہ ہوئی کہ

منافقین ان کی نسبت کیا بک رہے ہیں۔

ایک روز اُم مسطح سے انہیں یہ خبر معلوم ہوئی اور اس سے آپ کا مرض اور بڑھ گیا اس صدمہ میں اس قدر روئیں کہ آپ کے آنسو نہ تھمتے تھے اور نہ ایک لمحہ کے لیے نیند آتی تھی اس حال میں سید عالم ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور حضرت اُم المومنین کی طہارت میں آیت قرآنی نازل ہوئیں۔ جن سے آپ کا شرف و مرتبہ بڑھایا گیا اور آپ کی طہارت وفضیلت از حد بیان ہوئی۔

سید عالم ﷺ نے برسر منبر بقسم فرما دیا تھا۔ مجھے اپنے اہل کی پاکی وخوبی بالیقین معلوم ہے تو جس شخص نے ان کے حق میں بدگوئی کی ہے اس کی طرف سے میرے پاس کون معذرت پیش کر سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! منافقین بالیقین جھوٹے ہیں اُم المومنین بالیقین پاک ہیں اللہ تعالیٰ نے سید عالم کے جسم پاک کو مکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا کہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے، کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو بدعورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھے؟۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی طرح آپ کی طہارت بیان فرمائی۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا تا کہ اس سایہ پر کسی کا قدم نہ پڑے تو جو پروردگار آپ کے سایہ کو محفوظ رکھتا ہے کس طرح ممکن ہے کہ وہ آپ کے اہل کو محفوظ نہ فرمائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ایک جوں کا خون لگنے سے پروردگارِ عالم نے آپ کو نعلین اتارنے کا حکم دیا، جو پروردگار نعلین کی اتنی سی آلودگی کو گوارا نہ فرمائے ممکن نہیں کہ وہ آپ کے اہل کی آلودگی گوارا کرے۔ اس طرح بہت سے صحابہ اور صحابیات نے قسمیں کھائیں۔

صلی اللہ علیک یارسول اللہ

وسلم علیک یاحبیب اللہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر آپ کو قریش کے پاس بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان کو طواف کعبہ کی

اجازت دے دی لیکن حضرت عثمان نے یہ کہہ کر انکار کر دیا۔

ماکنت لافعل حتیٰ یطوف به رسول اللہ ﷺ میں اس وقت تک طواف نہیں کر سکتا جب تک نبی کریم ﷺ طواف نہیں کرتے۔

بے نظیر ضیافت:۔

ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی ضیافت کی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے غریب خانہ پر اپنے دوستوں سمیت تشریف لائیں اور ماحضر تناول فرمائیں حضور اکرم ﷺ نے یہ دعوت قبول فرمائی۔ اور وقت پر مع صحابہ کرام کے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے چلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کے پیچھے چلنے لگے اور حضور ﷺ کا ایک ایک قدم مبارک جوان کے گھر کی طرف چلتے ہوئے زمین پر پڑ رہا تھا گننے لگے۔ حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا اے عثمان یہ میرے قدم کیوں گن رہے ہو؟ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ کے ایک ایک قدم کے عوض میں آپ کی تعظیم وتوقیر کی خاطر ایک ایک غلام آزاد کر دوں چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تک حضور ﷺ کے جس قدر قدم پڑے اسی قدر حضرت عثمان نے غلام آزاد کیے۔ (جامع المعجزات)

شاہکار تعظیم:۔

غزوہ خیبر کی واپسی میں منزل صہبا پر نبی کریم ﷺ نے نماز عصر پڑھ کر مولا علی کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا۔ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عصر نہ پڑھی تھی آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جا رہا تھا مگر اس خیال سے کہ زانو سرکاؤں تو شاید حضور کی خواب مبارک میں خلل آجائے زانو نہ ہٹایا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا جب چشم اقدس کھلی تو مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نماز کا حال عرض کیا حضور نے دعا فرمائی، ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا مولا علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عصر ادا کی پھر سورج ڈوب گیا۔اس سے ثابت ہوا کہ افضل العبادات نماز وہ بھی نماز وسطیٰ یعنی نماز عصر مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی نیند پر قربان کردی کہ عبادتیں بھی ہمیں حضور ﷺ ہی کے صدقہ میں ملیں۔

﴿☆﴾

بوقت ہجرت غار ثور میں پہلے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گئے اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اسکے سوراخ بند کردیے۔ایک سوارخ باقی رہ گیا۔اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا پھر حضور اقدس ﷺ کو بلایا آپ تشریف لے گئے اوران کے زانوں پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا اس غار میں ایک سانپ مشتاق زیارت رہتا تھا اس نے اپنا سر صدیق اکبر کے پاؤں پر ملا انہوں نے اس خیال سے کہ حضور ﷺ کی نیند میں خلل نہ آئے۔پاؤں نہ ہٹایا آخر اس نے پاؤں میں کاٹ لیا جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو چہرے انور پر گرے۔چشم مبارک کھلی عرض حال بیان کیا۔حضور ﷺ نے لعاب دہن لگا یا دیا فورا آرام آگیا ہر سال وہ زہر عود کرتا۔ بارہ برس بعد اسی سے شہادت پائی صدیق اکبرؓ نے جان بھی سرکار ﷺ کی نیند پر قربان کردی۔

انہی نکات کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنے اشعار میں بیان فرمایا۔

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر جو اعلیٰ خطر کی ہے

صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جاں فروض غرر کی ہے

ہاں تونے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:۔

علم الانسان کے ماہرین کی تحقیق کے مطابق جو انسان نحیف و لاغر و کمزور جسم وجثہ اور چھوٹے قد و قامت کا ہو تو وہ دو اوصاف میں سے کسی ایک وصف میں نمایاں مقام پیدا کرتا ہے اگر اسکا حسب و نسب شریف ہوتا ہے تو اسکے اندر بالطبع اپنے قائد سے غایت درجہ عشق و گرویدگی والہانہ لگاؤ محبت اور اسکی اتباع کامل کا ولولہ پایا جاتا ہے۔اگر رذیل اور پست اصل و نسل سے تعلق رکھتا ہے تو بالعموم حسد و رشک اور جلن و گھٹن کا مظاہرہ کرتا ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شریف حسب و نسب کے مالک کریم النفس، نیک طینت، بہی خواہ اور غمگسار شخص تھے۔اس لئے مذکورہ بالا نفسیاتی اصول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کے اندر ان اوصاف و خصوصیات کا پایا جانا ناگزیر تھا جن کو قائد کا عشق و محبت اس کی ذات پر پورا یقین و اعتقاد اور اسکی اتباع کا بے لوث جذبہ و ولولہ جیسے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے آپ رضی اللہ عنہ کا یہی وصف درحقیقت آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کی کلید ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کے محرکات عمل کی تمام پیچیدہ گتھیوں کو ایک ایک کر کے کھول دیتی ہے۔اور آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو دوسری شخصیات سے علیحدہ مقام عطا کرتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ ایک وسیع الظرف شخصیت تھے اس لئے کہ حلم و بردباری اور محبت و مودت جو آپ رضی اللہ عنہ کی طبیعت کا جزو لاینفک تھے ان کا یہی تقاضا تھا آپ رضی اللہ عنہ کے اندر اگرچہ فطری طور پر شدت بھی پائی جاتی تھی اس لیے کہ گرویدگی اور عشق آپ رضی اللہ عنہ کی فطرت ثانیہ بن چکا تھا ہر وہ انسان جو اپنے دوست اور ساتھی کے اخلاص اور پاکیزگی سیرت کا دل سے معترف ہو اس کا مدافعت میں شدت اختیار کر جانا طبعی امر ہے اس طرح جو شخص اپنے قائد کا گرویدہ و عاشق ہوگا اسکی اتباع و اقتدار کے معاملہ میں انتہائی حریص ہوگا اور اسکے متعین کردہ راستے سے ایک انچ بھی ادھر ادھر ہونا گوارا نہ کرے گا۔اس مخصوص نوعیت کی شدت کے

علاوہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سراپا حلم ورحمت تھے جب بھی آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے دو ایسے راستے آئے جن میں ایک عفو ودرگزر کی طرف جاتا اور دوسرا سختی اور شدت کی طرف، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلا ہی راستہ اختیار فرماتے اور دوسرے سے اجتناب فرماتے تھے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں جو جذبہ محبت وعشق بدرجہ اتم موجود تھا تو اسکی بقول صاحب معارج النبوت ایک وجہ یہ تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بوڑھوں میں سے آپ رضی اللہ عنہ کو پسند فرمایا اور انہیں اپنے حبیب ومحبوب ﷺ کا عاشق بنادیا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ذات حضرت محمد ﷺ سے پہلے عشق وگرویدگی تھی اور نبی کریم ﷺ سے عشق وگرویدگی کا درجہ بعد میں تھا بالفاظ دیگر آپ رضی اللہ عنہ کو محمد ﷺ سے حضرت محمد ﷺ ہونے کی حیثیت سے جوگرویدگی تھی اسکا درجہ مقدم تھا اور حضور اکرم ﷺ کے نبی کریم ﷺ ہونے کی حیثیت سے جو محبت تھی اسکا درجہ بعد میں تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد ﷺ کو اپنے ایک معتمد دوست کی حیثیت سے جانا پہچانا اور اس اعتماد کی بنا پر نبوت پر ایمان لائے اور آپ رضی اللہ عنہ اوّل درجہ کے مقتدی تھے حالات وواقعات اس بات پر صادر ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ پر فضل وکمال میں ثانی رہے تصدیق نبوت میں ثانی اسلام قبول کرنے میں ثانی غار ثور میں ثانی خلافت علیٰ منہاج النبوت میں ثانی مگر عشق نبوی ﷺ اور اتباع واطاعت رسول ﷺ میں اوّل رہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز فجر سے بہت قبل تشریف لے جاتے اور اپنے آقا ومولا ﷺ کے آستانہ مبارک پر سر رکھ دیتے جب حضور اکرم ﷺ دیکھتے تو بغل گیر ہو کر ارشاد فرماتے: اتنی سویرے کیوں آتے ہیں، عرض کرتے ہیں:

اس واسطے کہ سب سے پہلے میں آپ ﷺ کا دیدار کروں۔

صحابہ وہ صحابہ جن کی ہر صبح عید ہوتی تھی

خدا کا قرب حاصل تھا نبی کی دید ہوتی تھی

قرآن حکیم میں ایمان کامل کا معیار یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی محبت جان و مال و اولاد غرضیکہ تمام دنیاوی تعلقات پر غالب آجائے اس معیار پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص پورا نہیں اتر سکتا۔

دراصل آپ رضی اللہ عنہ کا سرمایہ حیات فخر و نازش وہ عشق تھا جو آپ رضی اللہ عنہ کو محبوب اللہ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ تھا اور جو درد بن کر رگ رگ میں جان کے عوض ہر وقت جاری و ساری رہتا تھا۔ یہ عشق ہی درحقیقت وہ سرچشمہ تھا، جس سے دوسرے کمالات پیدا ہوئے تھے۔

جب تک رسالت و نبوت کا آفتاب جہاں تاب اس عالم ناسوت میں ضوفگن رہا اس سے ایک دن کے لئے بھی جدا نہیں ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد یہ حالت تھی کہ زبان پر نام مبارک آیا اور آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ کی راحت انس و جان ﷺ سے محبت و عشق دیکھ کر بے اختیار لبوں پر یہ شعر تیر جاتا ہے۔

صادق و صدیق و غم خوار نبی

دردلش عشق محمد ہم چو جاں

محبّ کو محبوب کے علاوہ کوئی اور پیارا نہیں ہوتا اور وہ ہمہ وقت اسی کے خیالوں میں مستغرق رہتا ہے ایک مرتبہ حضرت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا:

آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ زیادہ پیارا ہے یا محبوب ﷺ؟ فرمایا:

محبوب ﷺ! کیونکہ ہم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو انہیں کے ذریعے سے پایا ہے وہ تشریف لائے تو ہمیں اللہ تعالیٰ ملا ورنہ وہ تو ازل سے موجود ہے۔

غزوہ بدر میں سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کی داستان عشق:۔

﴿مہاجرین کا مشورہ﴾

ابو بکر و عمر نے عرض کی اے ہادی دوراں
ہمارے مال، جاں، اولاد اسلام پر قرباں

غلامان محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے پرواہ نہیں کرتے

اٹھے مقداد اٹھ کر عرض کی اے سرور عالم
نہیں ہیں قوم موسیٰ کی طرح کہہ دینے والے ہم

کہا تھا اس نے اے موسیٰ ہمیں آرام کرنے دے
جہاں کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے

خدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر
ہمارے واسطے خود جا کر قسمت آزمائی کر

ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دنیا سے اجڑنے کو
خدا اور اس کا موسیٰ ہی بہت کافی ہیں لڑنے کو

معاذ اللہ مثیل امت موسیٰ نہیں ہیں ہم
جہاں میں پیروان دین ختم المرسلین ہیں ہم

ہمارا فخر یہ ہے ہم غلامان محمد ہیں
ہمیں باطل کا کیا ڈر زیر دامان محمد ہیں

مسلماں کو ڈرا سکتے ہیں کب یہ نیزہ و خنجر

لڑیں گے سامنے ہو کر عقب پر دائیں بائیں پر
بزرگان مہاجر نے دکھائی جب توانائی
رسول اللہ نے سن کر دعائے خیر فرمائی

انصار کا جوش ایمان

صفِ انصار کی جانب اٹھیں آنکھیں نبوت کی
تو سعد ابن معاذ اٹھے دکھائی شان جرات کی

ادب سے عرض کی انصار ہیں ہم یارسول اللہ
غلام سید ابرار ہیں ہم یا رسول اللہ

خدا نے ہم غریبوں پر عجب احسان فرمایا
کہ ختم المرسلین اس شہر میں تشریف لے آیا

جہاں میں اس سے بڑھ کر کوئی عزت مل نہیں سکتی
کسی کو ابھی ابد تک یہ دولت مل نہیں سکتی

خدائے پاک کے فرمان پر ایمان لائے ہم
رسول اللہ پہ قرآن پر ایمان لائے ہم

تو کیا اب موت کے ڈر سے یہ دولت ہم گنوا دینگے
بھلا دیں گے یہ احسان بارلعنت سر پہ لادیں گے

تعالی اللہ یہ شیوہ نہیں ہے باوفاؤں کا
پیا ہے دودھ ہم نے غیرت دار ماؤں کا

صداقت دیکھ کر رکھا تھا ان قدموں پہ سر ہم نے
کہ مانا آپ کو روشن دلائل دیکھ کر ہم نے

قسم اللہ کی جس نے نبی مبعوث فرمایا
سبھی کچھ پا لیا جس وقت ہم نے آپ کو پایا

گدائی آپ کے در کی ہماری بادشاہی ہے

ہمیں تو آپ کا ارشاد ہی وحی الٰہی ہے

ہمیں میدان میں لے جایئے یا شہر میں رہیے

کسی سے صلح کو فرمایئے یا جنگ کو کہیے

ہمارا فرض ہے تعمیل کرنا رائے عالی کی

ہماری زندگی تکمیل ہے ایمائے عالی کی

ہمارا مرنا جینا آپ کے احکام پر ہو گا

کسی میدان میں ہو خاتمہ اسلام پر ہو گا

اگر ارشاد ہو بحر فنا میں کود جائیں ہم

ہلاکت خیز گرداب بلا میں کود جائیں ہم

نبی کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں

جہاں کو محو کر دیں نعرہ اللہ اکبر میں

قریش مکہ تو کیا چیز ہیں دیووں سے لڑ جائیں

سنان نیزہ بن کر سینہ باطل میں گڑ جائیں

وعدہ نصرت الٰہی

نظارا دیکھ کر انصار کے جوش اطاعت کا

اٹھا عرش معلی کی طرف چہرہ نبوت کا

یہ وحدت آج وحدت کے مبلغ کو پسند آئی

اٹھا کر ہاتھ حضرت نے دعائے خیر فرمائی

دعا کے بعد لوگوں کو نوید فتح و نصرت دی

برائے جنگ یثرب سے نکلنے کی اجازت دی

کہا دونوں میں تم کو ایک جماعت ہاتھ آئے گی

خدا نے وعدہ فرمایا ہے نصرت ہاتھ آئے گی

رہے گا بول بالا قدرت حق سے صداقت

کا گرے گا جڑ سے کٹ کے نخل کفر و ظلم و بدعت کا

فلک پر تھوکنے والے زمین پر سرنگوں ہونگے

یقین رکھ کہ خود سر حملہ آور سرنگوں ہونگے

پہلا تبلیغی مرکز کوہ صفا کے دامن میں دار ارقم تھا ابتدائے اسلام میں رسالتماب ﷺ کے پاس مسلمانوں کی تعداد چالیس نفوس سے متجاوز نہ تھی ایک روز محب صادق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے آپکو ظاہر کرنا چاہیے۔ چنانچہ سب مسلمان کعبہ میں آکر بیٹھ گئے حضور اکرم ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ سیّدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے آقا و مولا ﷺ کی اجازت اور موجودگی میں اعلانیہ دعوت اسلام دینے لگے اس پر مشرکین برافروختہ ہوکر مسلمانوں پر پل پڑے زدوکوب کیا اذیتیں پہنچائیں اور طرح طرح کے اہانت آمیز سلوک کئے عتبہ بن ربیعہ نہایت ظالم و شقی تھا وہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گرد ہو گیا اور اپنے جوتوں سے اس قدر مارا پیٹا کہ چہرے نے متورم ہوکر ناک تک کو ڈھک لیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنو تیم کو اطلاع ہوئی تو فوراً موقع پر پہنچ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کو مشرکین کے نرغے سے نکال کر خون آلود کپڑوں میں گھر لے گئے سب کو یقین ہو چکا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ جانبر نہ ہوسکیں گے۔ اس بنا پر آپ رضی اللہ عنہ کے قبیلے کے کسی فرد نے اس وقت کعبہ کے اندر چیخ کر کہا تھا:

اگر ابوبکر نہ بچے تو ہم عتبہ کو بھی جیتا نہ چھوڑیں گے۔

غرض گھر پہنچنے کے بعد یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کا احاطہ کئے اس وقت تک بیٹھے رہے

جب تک آپ رضی اللہ عنہ کو آفاقہ نہ ہو گیا۔

جب ہوش آیا تو بنو تیم اور اُن کے والد ابو قحافہ نے اُن سے بات کرنا چاہی تو انہوں نے بڑی محبت سے پوچھا:

میرے محبوب ﷺ کا حال کیسا ہے؟

اس پر بنو تیم کو غصہ آ گیا اور اُن کو ملامت کرتے ہوئے چل دیے پھر انہوں نے اپنی والدہ اُمّ الخیر سے یہی دریافت کیا ماں نے کہا:

میں تمہارے ساتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی،

فرمایا:

اُمّ جمیل بنت خطاب کے پاس جا کر معلوم کریں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ ام جمیل کے پاس تشریف لے گئیں، جنہوں نے ابھی اپنا ایمان ظاہر نہیں فرمایا تھا انہوں نے ام الخیر کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھا اور اور خیال کیا کہ شاید وہ مشرکین کی مخبری کے لیے آئی ہیں لہذا انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا ام الخیر نے کہا:

آپ خود ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چل کر ان کی تسلی کر دیں۔

حضرت ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لے گیئں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شدید درد و کرب کی حالت میں پایا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اکرم ﷺ کے متعلق دریافت کیا انہوں نے ام الخیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

ان کی موجودگی میں،

ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔

حضور اکرم ﷺ سلامت ہیں۔

حضرت اُمّ جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا لیکن تسلی نہ ہوئی مزید فرمایا۔

کس مقام پر تشریف رکھتے ہیں۔ ارقم بن ابی الارقم کے مکان میں، سنا تو فوراً وہاں جانے کی خواہش ظاہر کی۔ ماں نے اس اندیشہ سے روکنا چاہا کہ بغیر کھائے پئے یوں ہی باہر جانے اور چلنے پھرنے سے حالت اور زار ہو جائے گی۔ مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہ کرلوں کچھ نہ کھاؤں پیوں گا۔

دونوں خواتین انگشت بدنداں تھیں کہ اس شخص کو اپنے دوست اور نبی کریم ﷺ سے اس درجہ گہرا عشق ہے چنانچہ وہ ان کے مطالبہ کے آگے جھک گئیں اور اس بے تاب و تواں جسم کو اپنے کندھوں کا سہارا دے کر آنحضور ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گئیں چہرہ انور دیکھتے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والہانہ اپنے محبوب آقا ﷺ سے لپٹ گئے اور بوسے لینے لگے۔ حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو محبت رحمت للعالمین ﷺ سے تھی اس کے معترف نہ صرف مسلمان بلکہ اغیار بھی تھے۔ محب صادق کی نظر میں محبوب ہمیشہ درست قابل اعتماد اور شک وشبہ سے بالا ہوتا ہے نور مجسم ﷺ جب معراج سے واپس تشریف لائے تو واقعہ بیان فرمایا اس وقت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہاں حاضر نہ تھے کفار قریش نے سوچا کہ اب وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کے عشق ومحبت سے باز رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے چنانچہ ان کے پاس گئے اور کہنے لگے۔

کیا اب بھی تم دوست کے عشق میں مبتلا رہو گے تمہارا دوست اب یہ کہنے لگا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے رات کی تاریکیوں میں بیت المقدس لے گیا۔

سنا تو فرمایا: اگر انہوں (حضرت محمد ﷺ) نے یہ بات فرمائی ہے تو اسکے سچ ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

وہ بڑے حیران ہوئے کہ جو چیز ان کے لیے ماورائے تصدیق ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ادنیٰ موجب شک وریب بھی ثابت نہیں ہوئی بولے: کیا یہ بات تمہاری عقل سلیم تسلیم کرتی ہے؟ فرمایا: اگر حضور اکرم ﷺ اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس

وظن بات فرمائیں اور یہ کہیں کہ میں نے آسمانوں کو صبح وشام میں طے کرلیا تو جب بھی آپ ﷺ کو صادق مانوں گا اور یہ میرے لیے اچنبھے کی بات نہ ہوگی۔

لٰہذا کفار قریش اپنے مقصد میں ناکام لوٹ گئے اور عشق جیت گیا دشمنان رسول ﷺ دین اسلام نے جب ایذا رسانیوں کی انتہا کردی تو باذن اللہ محبوب اللہ ﷺ اپنے دوست و عاشق وصادق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سوئے مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے راستے میں غار ثور میں قیام فرمایا جب کفار مکہ حضور اکرم ﷺ کی تلاش میں غار ثور کے دھانے پر پہنچے تو ثانی الاثنین رضی اللہ تعالی عنہ تڑپ اٹھے کہ اگر انہوں نے نیچے جھانک کر دیکھا تو وہ حضور اکرم ﷺ کو پالیں گے۔

جب دیکھا کہ فی الوقت دشمنوں کا خطرہ ٹل گیا ہے تو غار ثور سے نکل کر منزل کی طرف چل پڑے دوران سفر حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کبھی مضطربانہ اپنے محبوب آقا و مولا ﷺ کے آگے چلنے لگتے اور کبھی پیچھے تاکہ محبوب اللہ ﷺ کو کسی نوع کا خطرہ درپیش نہ آئے آخر کئی دنوں کی مسافت کے بعد محب ومحبوب ﷺ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک بالائی آبادی میں پہنچے جسکو حرۃ یا قبا کہتے ہیں یہاں عمرو بن عوف کا ایک ممتاز خاندان تھا شہنشاہ دو عالم ﷺ نے سب سے پہلے اسکو ہی میزبانی کا شرف عطا فرمایا حضور اکرم ﷺ سواری سے اتر کر خاموش بیٹھ گئے اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ لوگوں سے بات چیت کے لئے کھڑے رہے انصار کے جن لوگوں نے اب تک سرور کونین ﷺ کو نہیں دیکھا تھا وہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو ہی پیغمبر آخرالزمان سمجھ کر سلام کرتے تھے اتنے میں دھوپ کی تمازت میں تیزی آگئی محبوب اللہ ﷺ کی تکلیف کا احساس کرتے ہوئے فوراً بات چیت کا سلسلہ ختم کردیا اور بعجلت اپنے آقا و مولا ﷺ پر اپنی چادر کا سایہ کرکے کھڑے ہوگئے اس سے ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ گوہر مقصود کون ہے دیوانگان جمال محمدی ﷺ کے انتظار میں ہر دن صبح سویرے اس مقام پر آتے تھے اور گردن اٹھا اٹھا کر دیکھتے تھے کہ کب کوکبہ نبوی ﷺ کے راستہ کی اڑتی ہوئی گرد

نظر آ ئے۔

مدینہ منور کی فضا بڑی محبت وسکون والی تھی۔ مسلمان اطمینان سے زندگی بسر کر رہے تھے۔لیکن کفار ومشرکین کے سینے پر سانپ لوٹ رہے تھے چنانچہ وقت کے پل کے نیچے سے بہت سا پانی گزر گیا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے میں روز افزوں آقائے نامدار کی محبت وعشق کا آلاؤ بھڑکتا جا رہا تھا ایک دن اچانک پہلا معرکہ حق وباطل میدان بدر میں برپا ہوا ایک طرف قریش کا اژدھام تھا اور دوسری طرف اسلام کے دامن سے وابستہ کل تین سو تیرہ نفوس قدسی بوڑھے آسماں نے یہ سماں کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ میدان کارزار میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقابلہ صاحبزادہ عبدالرحمن سے تھا۔عتبہ کے مقابل اسکا فرزند حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ان کا ماموں برسر پیکار تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ خون میں نہا گیا۔

اگرچہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنگ میں مصروف تھے۔لیکن دھیان اپنے محبوب آقا ومولا ﷺ کی طرف تھا اور آپ ﷺ کی خدمت گزاری سے غافل نہ تھے ایک مرتبہ ردائے مبارک حضور ﷺ کے شانہ اقدس سے گر گئی جب دیکھا تو فوراً تڑپ کر آئے اور اٹھا کر شانہ اقدس پر رکھ دی اور پھر رجز پڑھتے ہوئے غنیم کی صف میں گھس گئے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمن جب اسلام سے وابستہ ہو گئے تو انہوں نے اپنے والد سے عرض کی:

غزوہ بدر میں آپ میری تلوار کی زد میں کئی بار آئے مگر میں نے اعراض کیا اور آپ کو قتل نہ کیا۔

اس پر ارشاد فرمایا:

بیٹا اس وقت اگر تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو میں ضرور تمہیں قتل کر دیتا اور محبت رسول ﷺ کے مقابلہ میں محبت پدری کی قطعاً پرواہ نہ کرتا۔

داستانِ عشق حضرت معاذ اور معوذ:۔

جنگِ بدر ہو رہی تھی گھمسان کی جنگ جاری تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں میری دائیں اور بائیں جانب دو چھوٹے بچے تھے میں نے کہا ساتھ کچا ہے۔ بچوں نے پوچھا اے چچا جان ابو جہل کہاں ہے عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

حفاظت کر رہا اس کی فوج کا دستہ
اور یہ دستہ کب تک روکے گا حضرت عزرائیل کا رستہ

غلامان محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے
سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پرواہ نہیں کرتے

قسم کھائی ہے مرجائیں گے مارینگے اس ناری کو
سنا ہے وہ گالی دیتا ہے محبوب باری کو

حضرت سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا وہ جا رہا ہے۔ وہ بجلی کی طرح کود پڑے اور اسکی گردن تن سے جدا کر دی۔ اور یہ تھا عشق مصطفیٰ ﷺ جو صحابہ کرام کے پورے جسم میں رچا ہوا تھا۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کا دل تھے اور اسکے لئے اُن میں انتہائی درجے کا تعصب تھا اپنی قوم کے نظام اور اپنے شہر کی منزلت کا انہیں حد سے زیادہ خیال تھا اسکے علاوہ ایک باعمل انسان تھے اور فکر کی درستی اُن کے نزدیک زندگی میں فعال اثر رکھتی تھی لیکن محض سوچنے کے لیے سوچنا محض نفس فکر سے شغف اور اسکی تہوں میں چھپی ہوئی حقیقت کی کج کاری کے لیے اس میں غلطاں پیچاں رہنا جب حقیقت اور فکر کا کوئی ایسا مظہر نہ ہو جس سے لوگ اپنی زندگی میں متاثر ہوں لاحاصل ہے اس سے نہ کوئی تڑپ پیدا ہوتی ہے نہ کسی قوم کی

شیرازہ بندی میں کوئی کام لیا جاسکتا ہے یہ تھی زندگی کے تمام معاملات میں حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے، بلکہ جذباتی مسائل میں بھی اُن کا نقطہ نظر یہی تھا اور اسے بالکل پسند نہ کرتے تھے۔ کہ ایک نوجوان کسی حسینہ کو پرچانے کے لئے اپنا سارا وقت اسکی نازبرداریوں یا اسکے حسن واداکی قصیدہ خانیوں میں گزاردے بلکہ وہ اسے کمزوری سمجھتے تھے جوایک مکمل مرد کے شایان قرار نہیں دی جاسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بھی ان عشق فروشوں کو اپنی توجہ سے نہیں نوازا تھا جو محبت کے راگ الاپنے کو اپنا فن بنا بیٹھے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے کہیں اور چلے جائیں اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی خاص طور پر نصیحت فرمائی تو انہیں جاتے دیکھ کر حضرت سیّدنا عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بے حد صدمہ ہوا اور وہ اُن کی جدائی سے بہت گھبرائے حضرت اُم عبداللہ بنت ابی حثمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

اللہ کی قسم جب ہم حبشہ کی طرف جارہے تھے تو حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے اور میرے پاس کھڑے ہو گئے وہ ابھی تک اپنے شرک پر قائم تھے۔ اور ہمیں اُن کی ذات سے طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرنی پڑتی تھیں انہوں نے مجھ سے کہا:

اُم عبداللہ رضی اللہ عنہ جانا یقینی ہے۔۔؟

میں نے کہا:

ہاں! اللہ کی قسم ہم ضرور اللہ کی زمین میں نکل جائیں گے تم لوگوں نے ہمیں بہت ستایا۔ ہم پر ظلم وستم کے بہت پہاڑ ڈھائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے نجات کی راہ پیدا کردی۔

بولے:

اللہ تمہارے ساتھ ہو۔

جیسی رقت اس وقت میں نے ان پر طاری دیکھی کبھی نہ دیکھی تھی۔ اسکے بعد وہ چلے

گئے میرا خیال ہے ہمارے جانے سے وہ سخت دل گیر تھے جب ان کے شوہر آئے تو انہوں نے اپنی اور حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی گفتگو ان کے سامنے دھرائی اور کہا: میرا خیال ہے وہ اسلام قبول کرلیں گے۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مکے کے نظام اور اسکے وقار کا بہت خیال تھا وہ ڈرتے تھے کہ نئے دین کی اشاعت سے مکہ کی عظمت ومنزلت کو ٹھیس لگے گی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ نبی عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دعوت الی اللہ کے فرائض بڑے دل نشین انداز میں انجام دیتے ہیں اور زمین میں کسی قسم کا فساد نہیں پھیلاتے پھر وہ اپنے دین پر بھی پوری قوت سے قائم ہیں اور اپنے عقیدے کو زندگی کی ہر چیز یہاں تک کہ خود زندگی سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتے ہیں تو ان کے متعلق از سر نو غور کرنا شروع کردیا اور اسی ذیل میں اپنی بدسلوکیوں پر بھی نظر ڈالی انہوں نے سوچا مسلمانوں کو دھمکیاں دی گئیں اذیتیں پہنچائی گئیں ان پر طرح طرح کے ستم ڈھائے گئے لیکن نہ ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا ہوئی نہ اُن کے دلوں میں کمزوری نے راہ پائی بلکہ ہر مصیبت کے جواب میں اُن کی زبان یہی کہتی رہی۔ اللہ ہمارا رب ہے۔

اور جب ان پر مصائب ومظالم کی انتہا کردی گئی تو انہوں نے وطن کو اپنے عقیدے پر قربان کردیا اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایک اجنبی ملک کی طرف ہجرت کر گئے ایسی صورت میں اس دین کو محض فکری ونظری قرار نہیں دیا جاسکتا اسکا اپنے متبعین کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر کوئی اثر نہ ہو بلکہ وہ ایک زبردست قوت ہے جو مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی پر یکساں اور غیر معمولی اثر رکھتی ہے۔

اسی نوح کی سوچوں نے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نرغے میں لے رکھا تھا۔ ایک روز عالم غیب سے بڑا عجیب واقعہ پیش آیا افضل الفوائد میں بقول حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے روز آئینہ محبت رکھا گیا اس میں

ایسی صورت نظر آئی جس کی تعریف نہیں ہو سکتی، پوچھا:

ایسی خوبصورت چیز کیا ہے؟

حق تعالیٰ کی محبت ہوں۔

پوچھا:

مجھے کب ملے گی؟

کہا:

جب تو محمد رسول اللہ ﷺ کے روبروطہ پر اپنی خطاؤں کا خرقہ پھاڑ ڈالے گا اور اسلام قبول کرے گا پھر میں تیرے نصیب ہوں گی۔اس واقعہ نے ان کے قلب ونظر میں ہیجان برپا کر دیا لیکن کوئی فیصلہ نہ کر پائے سوچوں کے گہرے پانیوں میں ڈوب گئے آئینہ محبت میں دیکھی ہوئی صورت محبت حق تعالیٰ دل و دماغ میں جم کر رہ گئی تھی۔

بروایت مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیّدنا عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں موجود تھے میں جا کر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔آپ ﷺ نے سورہ الحاقہ کی تلاوت شروع فرمائی قرآن مجید کے اسلوب نے مجھے حیرت میں ڈال دیا میں نے اپنے دل میں کہا:

قریش سچ کہتے ہیں یہ شخص شاعر ہے۔

اس وقت آپ ﷺ نے یہ آیت مبارک پڑھی،

انہ لقول رسول کریم وماھو بقول شاعر قلیلا ماتومنون

بیشک یہ ایک رسول کریم کا قول ہے کسی شاعر کا کلام نہیں تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔اب میرے دل نے کہا یہ کاہن ہے:

اور اسی وقت لسان نبوت ﷺ پر یہ آیات جاری ہو گئیں۔

ولا بقول کاھن قلیلا ماتذکرون ○ تنزیل من رب العلمین ولو تقول علینا

بعض الاقاویل لاخذنامنه بالیمین ○ ثم لقطعنا منه الوتین ○ فمامنکم من احد عنه حاجزین ○

اور نہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم نصیحت اندوز ہوتے ہو یہ پروردگار عالم کی طرف سے اتارا گیا ہے اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ لاتا تو ہم ضرور اسکا دایاں ہاتھ پکڑ تے اور اسکے بعد اس کی گردن کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کسی کی قوت اسے بچا نہ سکتی۔

جب آپ ﷺ نے یہ سورت ختم کی تو اسلام پوری قوت سے میرے دل پر اثر انداز ہو چکا تھا۔ اب اسلام کی حقانیت حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی تھی۔ قبولیت دین حقہ کی کشتی ساحل مراد سے ہمکنار ہونے والی تھی ایک روز شمشیر بدست گھر سے نکلے قدم بے اختیار صفاء میں واقع دارِارقم کی طرف اٹھنے لگے جہاں فخر موجودات راحت انس و جاں محبوب کبریا ﷺ قیام فرما تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کسی بُری نیت سے نہیں جا رہے تھے اور نہ ہی رسول کریم ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ تھا، اور ہو بھی کیسے سکتا تھا جب کہ وہ جانتے تھے کہ وہاں چالیس عاشقان باصفا سرفروشانِ اسلام اور غلامانِ مصطفی ﷺ موجود ہیں جن میں حضرت سیّدنا امیر حمزہ اور حضرت سیّدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جواں ہمت اور بہادر شامل تھے۔ یہ ان کے لئے ماورائے فہم و ادراک چلے جا رہے تھے کہ وہ تن تنہا ان سب پر غالب آجائیں گے وہ تو محبت الٰہی کی تڑپ لئے ہوئے تھے کشاں کشاں چلے جا رہے تھے کہ حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے پوچھا:

کہاں جا رہے ہو؟

بولے:

محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی طرف۔

وہ سمجھے شاید عمر رضی اللہ عنہ کسی برے ارادے سے جا رہے ہیں کہا پہلے اپنے گھر والوں کی خبر لو۔ گھر والے کون؟ تمہارا بہنوئی اور چچازاد بھائی حضرت سعید بن زید بن عمرو

رضی اللہ عنہ اورتمہاری بہن فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔

سنا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بہن کے گھر پہنچے اس وقت حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ ہاتھ میں قرآن پاک کے اجزاء لیے دونوں میاں بیوی کو سورۃ طٰہٰ پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آہٹ پا کر حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کوٹھڑی میں چھپ گئے اور قرآن پاک کے اجزاء بنت خطاب رضی اللہ عنہا نے چھپا لیے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سن لی تھی لہٰذا گھر میں داخل ہوتے ہی پوچھا۔

کیا پڑھ رہے تھے؟

کچھ نہیں۔

بہن نے جواب دیا وہ بہنوئی کی طرف بڑھے تا کہ اس سے پوچھیں بہن نے سمجھا شاید وہ اسے مارنے کیلئے بڑھے ہیں لہٰذا وہ آڑے آگئیں نادانستہ طور پر ہاتھ بہن پر اُٹھ گیا۔

ہاں ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں کر لو جو جی چاہے۔

بہن کو محبت کی نگاہ سے دیکھ کر بولے۔

مجھے دکھاؤ جو تم ابھی پڑھ رہے تھے۔

ہمیں تم سے ڈر لگتا ہے۔

ڈرو نہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا بہن نے انہیں قرآن پاک کے وہ اجزاء دیتے ہوئے کہا: یہ سورت طٰہٰ کی آیات ہیں۔ جب طٰہٰ کا نام سنا تو عالم غیب سے رونما ہونے والے واقعہ کے الفاظ کانوں میں گونج گئے۔

(حق تعالیٰ کی محبت اس وقت ملے گی جب تو محمد ﷺ کے روبرو اپنی خطاؤں کا خرقہ

پھاڑ ڈالے گا) لہٰذا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے وہ آیات مقدسہ تلاوت کیں تو بولے: کتنا حسین اور بزرگ ہے یہ کلام۔

یہ سن کر حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوٹھڑی سے باہر نکل آئے اور کہا: اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں اپنے نبی ﷺ کی دعوت کے لیے منتخب کرلیا ہے۔

مغز قرآن جان ایمان روح دین
ہست حب رحمۃ للعالمین

ترجمہ: قرآن کا مغز ایمان کی جان دین کی روح ہے۔ محبت رحمۃ للعالمین ﷺ۔

وہ تاج سکندری پر تھوکتے نہیں
جن کا دل لگا ہوا ہے تیری گلی میں

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور آپ کی بہن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انکے قلوب سید انس وجان ﷺ کی محبت سے لبریز تھے۔ ان کے قلوب کا تعلق نبی محترم ﷺ کے دل کے ساتھ وابستہ تھا اس لئے سید عالم ﷺ ان کے نزدیک جان ومال اولاد سے پیارے تھے۔

میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ دعا مانگتے سنا تھا کہ یا اللہ ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطاب کی قوت اسلام کے شامل حال کر، اور اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ بہر حال اللہ ہے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے خباب رضی اللہ عنہ! میری رہنمائی کرو کہ میں اسلام لے آؤں۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محبوب اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار ہاتھ میں لئے طوق غلامی پہننے کے لئے رسول عربی ﷺ کی طرف چل پڑے اس وقت عالم یہ تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل میں سوز و گداز اور روح میں کیف وسرور کے کوندے لپک رہے تھے چنانچہ محبوب اللہ ﷺ کے قدموں میں بیٹھ کر کنز ایمان سے مالا مال ہوئے اور رب کریم کی محبت کو حضور اکرم ﷺ کی

اطاعت سے حاصل کرلیا۔

حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد اب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام ترتوانائیاں اور جوش وجذبہ سربلندی اسلام اور اپنے آقا ومولا ﷺ پر جان نثار کرنے کے لئے تھا قدم قدم پر محبتوں کے گلاب نچھاور کرتے تھے۔ سانسوں کی ڈور ذِکر محبوب ﷺ سے بندھی ہوئی تھی۔ ایک روز بارگاہ رسالتماب ﷺ میں حاضر تھے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھ کو جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک میں تم کو تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں تمہارا ایمان مکمل نہ ہوگا۔

اس پر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم اب آپ ﷺ مجھ کو جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر محبوب اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب درجہ کمال حاصل ہوگیا۔

اس گفتگو سے معیار محبت رسول ﷺ بھی روشن ہوا اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حب رسول ﷺ کے کامل اور تام ہونے کی شہادت خود آنحضرت ﷺ نے دی یہ بہت بڑا درجہ اور سند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی حفاظت پر کمربستہ رہتے تھے اور اگر کوئی رسول عربی ﷺ کی شان کے خلاف کوئی بات کرتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار نیام سے باہر نکل پڑتی تھی۔

اپنے محبوب آقا ومولا ﷺ کے مقابل اب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں اپنے اور پرائے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے تھے تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حقیقی ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ غصے میں بھرا ہوا جنگ کے میدان میں اترا حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر مقابلہ کیا اور پھر چرخ نیلی فام نے دیکھا کہ بھانجے نے ماموں کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئی جبڑے تک اتر گئی

اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیامت تک کے لئے یہ نظیر قائم کردی کہ قبیلہ اور رشتہ داری سب کچھ محبت رسول ﷺ پر قربان ہے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سید الانبیا ﷺ سے والہانہ شیفتگی تھی جب حضور اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے ناراض ہو کر چند ایام کے لئے علیحدگی اختیار فرمائی تو ان دنوں اپنا بیشتر وقت ایک بالا خانے میں بسر کرتے تھے جب تک آپ ﷺ اس بالا خانہ میں رہتے تھے آپ ﷺ کا غلام رباح آستانے پر بیٹھا رہتا تھا آپ ﷺ کھجور کے ایک تنے کے سہارے بالا خانے میں آتے جاتے تھے۔جس سے آپ ﷺ کو دشواری ہوتی تھی۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو گھبرائے ہوئے کاشانہ نبوی ﷺ پر حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے غلام رباح سے حاضری کی اجازت چاہی رباح نے کوئی جواب نہ دیا اس سے انہیں یہ اندازہ ہوا کہ آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ آواز دی لیکن پھر کوئی جواب نہ ملا۔ اپنے آقا و مولا ﷺ کی زیارت و ملاقات کے لئے بے قراری دو چند ہوتی جارہی تھی لہٰذا انہوں نے بلند آواز سے پھر کہا، اے رباح! میرے لئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرو حضور اکرم ﷺ کو شاید خیال ہے کہ میں اپنی بیٹی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں واللہ! اگر آپ ﷺ مجھے حکم دیں تو میں اسکی گردن اتار دینے کے لئے تیار ہوں۔

عشق نہایت بلندیوں سے بول رہا تھا اس پر آنحضرت ﷺ نے اجازت دے دی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالا خانے میں آئے اور دیکھا کہ شہنشاہ دو عالم ﷺ ایک کھردری چارپائی پر دراز ہیں جو برگ خرما سے بنی ہوئی ہے۔جس پر کوئی توشک وغیرہ نہیں بوریائے خرما کے نشان آپ ﷺ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہیں بدن مبارک پر تہبند کے سوا کچھ نہیں سرہانے تکیہ میں خرما کی چھال بھری ہے ایک کونے میں مٹھی بھر جو رکھے ہوئے ہیں۔

پاؤں مبارک کے قریب شجر سلم کے کچھ پتے پڑے ہیں سر مبارک کے پاس ایک کھونٹی پر تین کھالیں لٹک رہی ہیں یہ دیکھ کر محبت سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا۔

آقائے نامدار ﷺ نے دریافت کیا۔

ابن خطاب کیوں روتے ہو؟

عرض کیا۔

کیوں نہ روؤں۔ بوریائے خرما کے نشان آپ ﷺ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہیں آپ ﷺ کے خزانے میں جو ہے نظر آ رہا ہے۔ قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور آپ ﷺ کے خزانے کا یہ حال ہے۔

فرمایا:

اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ آخرت ہمارے واسطے اور دنیا ان کیلئے ہو۔ اور پھر آپ ﷺ نے انہیں دنیا سے بے رغبتی اور زہد کی تلقین فرمائی جس سے انہیں کچھ تسلی ہوئی۔

بعد ازاں انہوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اپنی ازواج کے بارے میں کیوں متردد ہیں۔ اگر ان کو طلاق دے دی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے حضرت جبرائیل و حضرت میکائیل علیہم السلام یہ ناچیز اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیر تک اپنے آقا و مولا سے ہم کلام ہوتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور ہنس پڑے جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو خوش مزاجی کے عالم میں پایا تو مسرت کی انتہا نہ رہی اور جب پتہ چلا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو طلاق نہیں دی تو باذن محبوب ﷺ مسجد نبوی میں اداس و ملول صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو پکار کر یہ مژدہ

سنایا کہ حضورﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو طلاق نہیں دی۔

جب رسالتمابﷺ علیل ہوئے تو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ طرح طرح کے وسواس کا شکار ہو گئے عاشق صادق کے لئے یہ سانحہ عظیم ہوتا ہے۔ جب اسکا محبوب بستر علالت پر دراز ہو، دن طرح طرح کی سوچوں میں گزر رہے تھے کہ ایک دن حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لبوں سے نکلا۔

کا۔ ذلت ما و ضعوا فراش محمد

کیا یھر من خالفا اترجع

ترجمہ: جب سے محمدﷺ کا بستر تیمارداری کے لیے رکھا گیا ہے اسی وقت سے میں خوفزدہ ہوں اور درد محسوس کر رہا ہوں۔

اور پھر ایک دن اس خوف و درد نے حقیقت کا روپ دھار لیا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبوب آقا و مولاﷺ اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس تشریف لے گئے محبت و عشق نے اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور نہ ہی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی دوسرے سے یہ سننے کے لئے آمادہ و تیار تھے کہ حضورﷺ داغ مفارقت دے گئے ہیں مارے غم کے دیوانوں کی سی حالت ہو گئی لہٰذا عالم بے خودی میں شمشیر بکف کہہ رہے تھے۔

جو شخص کہے کہ رسول اللہﷺ وصال فرما گئے ہیں میں اس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا آپﷺ نے ہرگز وفات نہیں پائی بلکہ اپنے رب کریم کے حضور تشریف لے گئے ہیں اسی طرح جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے تھے اور چالیس رات غیر حاضر رہنے کے بعد واپس اپنی قوم میں آ گئے تھے۔ رسول اللہﷺ بھی یقیناً واپس تشریف لائیں گے اور منافقین کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔

محبوب جب نظروں کے سامنے ہوتا ہے تو محب کو سکینہ و طمانیت و سکون و اطمینان ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ نظروں سے اوجھل ہو تو عالم بیقراری و اضطراب دیدنی ہوتا ہے۔ اور

جب یہ صورت حال ہو کہ محبوب اپنے رب کریم کے پاس چلا گیا ہو تو محب کو کسی پل چین نہیں آتا یادوں کے سمندر میں سدا طغیانی رہتی ہے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی حال تھا اپنے محبوب آقا و مولا حبیب کبریا ﷺ کے قدوم میمنت لزوم میں بسر کیے ہوئے لمحات اور آپ ﷺ کے عہد مسعود کی یادیں ہی اب سرمایہ حیات تھیں، جب یادوں کا آلاؤ بھڑکتا تو رقت طاری ہو جاتی اور روتے روتے بے تاب ہو جاتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس کے لیے تشریف لے گئے ان دنوں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلب میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان سے جابیہ میں ملے اور پھر بیت المقدس تک ہمرکاب رہے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اذان کی فرمائش کی مغرب کا وقت تھا انہوں نے مسجد اقصیٰ میں اذان کہی جیسے جیسے اذان آگے بڑھی وہاں موجود مسلمان نورانی کیف کے آغوش میں جذب ہوتے گئے۔ حضور اکرم ﷺ کی یاد تازہ ہوگئی۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی سب کو دور رسالت مآب ﷺ یاد آ گیا۔

محبوب کو جو چیز محبوب ہو تو محب کی نظر میں بھی وہ بے حد محترم ہوتی ہے اور اسے دوسروں پر فوقیت دی جاتی ہے یہی دستور محبت ہے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو دس ہزار اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بارہ ہزار سالانہ وظیفہ دیئے تھے۔ اور یہ وجہ بیان فرمائی کہ ان کو دو ہزار اس لئے زائد دیتا ہوں کہ وہ عالم عالمیان ﷺ کو محبوب تھیں۔

محبوب کا نام محب کی سانسوں میں رسا بسا ہوتا ہے حضور اکرم ﷺ کا اسم پاک ایسا اسم پاک ہے کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو اسکے ملائکہ وانبیاء ومرسلین کو مومنین اور کائنات کی ہر چیز کو دل وجان سے پیارا و محبوب ہے۔ یہ ایسا اسم پاک ہے جہاں رقم ہوتا ہے وہاں خوشبوؤں کے قافلے اترتے ہیں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، محبتوں کی باد نسیم رقص کناں ہوتی ہے۔ عشق کے گل

وگلزار کھلتے ہیں عقیدتوں کے لعل وگوہر نثار ہوتے ہیں۔قوس قزح کے رنگوں کی دلفریبیاں ہوتی ہیں بوسوں کی برسات ہوتی ہے قرۃ العین ہوتی ہے۔صلوٰۃ وسلام کے نغمے بکھرتے ہیں ادب سے گردنیں خم ہوتی ہیں۔دلوں میں کیف وسرور کے آبشار گرتے ہیں اوراس اسم کی عظمت و پاکیزگی کا یہ عالم ہے کہ جب اس کولبوں پرلانا ہوتا ہے تو دہن کو پہلے ہزار بار مشک وگلاب سے دھونا پڑتا ہے لیکن پھر بھی دہن اس قابل نہیں ہوتا کہ اسم محمد ﷺ لبوں سے ادا کیا جائے۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی زید کے پوتے کا نام بھی محمد تھاایک مرتبہ کسی نے ان کو پکار کر بُرا بھلا کہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کومعلوم ہوا تو تڑپ اٹھے اس نام کی توہین عاشق وصادق کو کب گوارا تھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فوراً بلاکر فرمایا تمہارے نام کی وجہ سے اسم محمد ﷺ پر گالیاں نہیں پڑ سکتیں۔لہٰذا اسی وقت نام بدل کر عبدالرحمٰن رکھ دیااور حضرت طلحہؓ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے حضرت محمد بن طلحہؓ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: امیر المومنین میرا نام محمد ﷺ کا انتخاب کردہ ہے۔محب نے سنا سر جھکا دیا فرمایا: اگر یہ سچ ہے تو جاؤ رسول اللہ ﷺ کا رکھا ہوا نام میں نہیں بدل سکتا۔

عبدالحمید کے والد کا نام محمد تھاایک شخص نے انہیں کہا:

اے محمد! اللہ تیرے ساتھ یہ کرے اور یہ کرے۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو اسے بلا کر کہا:

تمہارے سبب سے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کہا جائے۔واللہ جب تک میں زندہ ہوں تمہیں اس نام سے نہیں پکارا جائے گا۔لہٰذا اسکا نام تبدیل کر دیا۔

محبت ہو تو اتباع واطاعت محبوب ﷺ ہوتی ہے اور محبت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ جو عمل محبوب ﷺ نے کیا ہو محب بھی بلا چون وچرا وہی عمل کرے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ تشریف لے گئے تو حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھتا تو ہرگز نہ چومتا۔

دنیائے محبت وعشق میں یہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جہاں محبوب ہوتا ہے وہ جگہ ومقامِ محب کی آنکھ کا تارا ہوتا ہے۔ اس کی جنت بھی وہیں ہوتی ہے۔ عاشقانِ رسول ﷺ کی یہی تمنا تھی اور ہے کہ اگر موت آئے تو شہر محبوب ﷺ میں آئے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں یہ ولولہ اور جذبہ ہر وقت شعلہ زن رہتا تھا کہ مدینہ باسکینہ کی خاک نصیب ہو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرمانا اور اپنے حبیب ﷺ کے شہر میں موت عنایت فرمانا۔

عاشقانِ رسول ﷺ کی دعا اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ابولولو فیروز نے حملہ کیا جو ایران کا باشندہ تھا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نصرانی غلام تھا جو نہاوند کی جنگ میں گرفتار ہوا تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اسی سے ہوئی وصال سے قبل آرزو تھی کہ حضور اکرم ﷺ کے قدموں کے نیچے دفن ہوں اس خلش نے بیتاب کر رکھا تھا چنانچہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جاؤ کہنا عمر سلام کہتا ہے امیر المومنین مت کہنا۔

جب وہ اُم المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ رو رہی تھیں عرض کیا: عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلام کہتے ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اجازت چاہتے ہیں کہ اپنے دونوں رفیقوں کے پاس دفن ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں نے یہ جگہ اپنے لئے رکھی ہے لیکن اپنے نفس پر عمر کو ترجیح دیتی ہوں۔ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیتابانہ پوچھا:

کیا جواب لائے؟

عرض کیا۔

جو بات آپ کو محبوب تھی ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے منظور کر لی ہے۔

فرمایا:

الحمدللہ میرے نزدیک کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں۔

پھر صاحبزادے سے مخاطب ہو کر فرمایا:

جب وصال ہو تو جنازہ لے جانا دروازے پر پہنچ کر سلام کرنا اور کہنا عمر اجازت چاہتے ہیں اگر وہ مجھ کو اجازت دیں تو اندر لے جانا ورنہ مسلمانوں کے عام قبرستان میں لے جا کر دفن کر دینا۔

وصال کے بعد وصیت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ در عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر رکھا اور خود سلام کے بعد عرض کیا۔

عمر بن خطاب اجازت چاہتے ہیں۔

اندر سے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب مرحمت فرمایا۔ اندر لے آؤ۔

لہٰذا بے قرار عاشق کو اپنے آقا و مولا ﷺ کے قدموں میں دفن کرتے ہی قرار آ گیا۔

حضرت سیّدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

دو نوروں والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیا کا یہ عالم تھا کہ محبوب رب ودود بھی اسکا خیال فرماتے تھے۔ ان کی حضور اکرم ﷺ سے محبت و عشق کا انداز سب سے منفرد و یگانہ تھا۔ جس وقت انہوں نے اپنا ہاتھ حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک میں دیا اور بیعت ہوئے اسی لمحے وہ ہاتھ ان کی نظر میں بے حد محترم و ذی وقار اور محبوب ہو گیا تھا اب محبت و عشق کا تقاضا یہ تھا کہ وہ ہاتھ جسے محبوب اللہ ﷺ کے دستِ نور سے مس ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا کسی نوع کی نجاست سے آلودہ نہ ہو لہٰذا ان کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لمحہ اس پر دلیل ہے کہ پھر انہوں نے دم واپسیں تک اس ہاتھ کو نجاست یا محل نجاست سے مس نہ ہونے دیا۔

جس طرح گلاب کی خوشبو کو مقید نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح چاند کی روشنی کو پھیلنے

سے روکا نہیں جا سکتا، جس طرح دن کے اُجالے کو چھپایا نہیں جا سکتا اسی طرح قبول اسلام کی مہک ظاہر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتی لہٰذا گردشِ ایام نے دیکھا کہ وہی عثمان بن عفان جو کل تک سب کی آنکھ کا تارا تھا جب رسول اللہ ﷺ کا عاشق و متوالا بنا اور دین اسلام کا والہ شیدائی ہوا تو رسیوں میں جکڑے ہوئے کمرے میں بند پڑا تھا ان کا چچا حکم بن ابولعاص امیہ مقفل کمرے کے باہر ٹہل رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ کمرے کے دروازے پر رکا اور بآواز بلند بولا: عثمان جب تک تم اپنے آباؤ اجداد کے دین کی طرف لوٹ کر نہیں آتے اسی حالت میں رہو گے۔

چچا جب تک جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی ہے اس میں سے حب رب ودود اور اسلام کی محبت نکل نہیں سکتی۔

کمرے کے اندر سے آواز آئی چچا کا غصہ اور بھڑک اٹھا منہ سے جھاگ اڑنے لگا غضبناک لہجے میں بولا: میرا نام حکم بن العاص ہے جب تک تم پر شدائد کے در روا کروں گا۔ تو ہبل ولات و منات و عزیٰ کی طرف لوٹے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہیں آئے گا

چچا میں بھی عاشق رسول ﷺ ہوں جس طرح چاہو دل کی حسرت نکال لینا۔

دوبارہ کمرے کے اندر سے آواز سنائی دی تو حکم بن العاص غصے سے پھنکارنے لگا۔

ظلم ہمیشہ حق کو دبانے کے لئے روا رکھا جاتا ہے لیکن بالآخر فتح حق کا مقدر ہے۔ چچا کے ظلم نے شکست مان لی اور حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ سے محبت و عشق کی بلندیوں پر محو پرواز رہے دین اسلام کے فروغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ اور اپنے رب کریم اور محبوب کبریا ﷺ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنی دولت سے مسلمانوں کے لئے آسانیاں بہم پہنچاتے رہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے آقا و مولا ﷺ کے ساتھ اتنی محبت و شیفتگی تھی کہ اپنے محبوب آقا ﷺ کی فقیرانہ اور زاہدانہ زندگی دیکھ کر بے قرار رہتے تھے اور جب موقع ملا آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں تحائف پیش کرتے تھے۔

محبوب موجود ہوتو محب کوئی کام اسکے بغیر نہیں کرتا اگر ایسا کرے تو یہ محبوب سے تقدم کی صورت ہوگی جو جہاں محبت و عشق میں روا نہیں۔ حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت بھی ایسی تام تھی کہ محبوب آقا ﷺ کے ہوتے ہوئے کبھی کوئی کام اپنی مرضی سے سرانجام نہیں دیا۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ حج کے لئے تشریف لے گئے تو کفار مکہ نے روک دیا تو آپ ﷺ نے اپنے محبوب وصادق حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیبیہ سے صلح کے معاملہ میں مکہ بھیجا کفار نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طواف کے لیے کہا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا، اور فرمایا: جب تک میرے آقا و مولا ﷺ اسکا طواف نہیں کریں گے میں طواف نہیں کر سکتا۔

سب سے زیادہ تکلیف دہ اور سوہان روح منظر وہ ہوتا ہے جب دل و جان سے پیارا محبوب نظروں کے سامنے تا حیات رخصت ہو رہا ہو۔ حضور اکرم ﷺ کا اپنے رفیقِ اعلیٰ کے پاس تشریف لے جانے کا منظر کوئی معمولی منظر نہ تھا تمام عشاق و محبین کے قلوب پر جو گزر رہی تھی یہ وہی جانتے تھے کسی کو ہوش نہ تھا جب حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے آقا و مولا فخرِ موجودات و باعث تخلیقِ کائنات ﷺ کے وصال کا سنا تو دھچکا لگا کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی بے اختیار لبوں سے نکلا۔

فيا عيني ابكي ولا تسامي

و حق البكاء على السيد

(اے میری آنکھ خوب رو اور رونے سے نہ تھک اس لیے کہ آقا ﷺ پر رونے کا وقت آن پہنچا ہے)۔

حضور اکرم ﷺ کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال یہ تھا کہ دل و دماغ محبوب ﷺ کی یادوں کا آماجگاہ بنے ہوئے تھے اکثر و بیشتر اپنے ہادی و آقا ﷺ کے خیال میں اس قدر مستغرق و محو ہوتے کہ گرد و پیش کا ہوش نہ رہتا تھا اپنی حالت کے بارے میں ایک دن خود ہی

ارشاد فرمایا کہ جب حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت ہو چکی تو میں مدینہ منورہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس سے گزرے لیکن میں نے اپنے غم کی وجہ سے ان کا خیال بھی نہ کیا۔

محبت صرف محبوب کی ذات تک محدود نہیں ہوتی بلکہ اس کے اہل بیت، عزیز واقرباء اور اہل قرب تک پھیلی ہوتی ہے ان میں اسے محبوب کی جھلک نظر آتی ہے۔ اور وہ ان کی خدمت کے لیے ہمہ وقت آمادہ وتیار رہتا ہے۔

ایک مرتبہ اہل بیت نبوی ﷺ پر کئی روز فقر وفاقہ سے گزر گئے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو بے چین ومضطرب ہو گئے آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اسی وقت کئی بورے گیہوں، آٹا، کھجور، بکری کا گوشت اور تین صد نقد لے جا کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا: جب اس قسم کی ضرورت پیش آئے تو عثمان کو یاد فرمایا جائے۔ محبت وارادت کا لازمی نتیجہ ہے کہ محبوب ﷺ کے ہر قول وفعل یہاں تک کہ حرکات وسکنات اور اتفاقی باتوں میں بھی محبوب آقا ﷺ کی اتباع کی جائے ایک مرتبہ حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو کرتے ہوئے متبسم ہوئے لوگوں نے بے موقع تبسم کی وجہ پوچھی تو فرمایا: میں نے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ روحی فداہ کو اس طرح وضو کرتے ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔

محب کی دلی آرزو وتمنا ہوتی ہے کہ نہ صرف زندگی میں بلکہ بعد از موت بھی کسی طرح محبوب کا قرب ونزدیکی نصیب ہو۔ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب فتنہ نے سر اٹھایا تو اس دوران میں حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام جاتے ہوئے بارگاہ خلافت میں عرض کیا: اے امیر المومنین یہاں کے حالات قابل اطمینان نہیں آپ میرے ساتھ شام چلیں وہاں آپ کا بال بیکا نہیں ہو سکتا۔

امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محبت وعشق رسول ﷺ میں ڈوبی

ہوئی آواز سے کہا: خواہ میرا تن سر سے جدا ہو جائے لیکن میں جوارِ رسول ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتا۔

اور پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مظلوم شہادت سے حضور نبی کریم ﷺ سے اپنی محبت و عشق میں صداقت کا عملی ثبوت دے دیا اور شہر محبوب ﷺ میں آسودہ خواب ہوئے۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محبّ محبوب پر جان نثار کرنے کے موقع کی تلاش میں رہتا ہے اور اسے موت کا شمہ برابر خوف نہیں ہوتا حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکی زندہ جاوید مثال ہیں۔ ہجرت کی شب آقائے نامدار ﷺ نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بستر مبارک پر استراحت کا حکم دیا اور خود حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ سوئے مدینہ چل پڑے کفار نے آپ ﷺ کے کاشانہ اطہر کا گھیرا کر رکھا تھا تا کہ قتل کر دیں اس ہنگام حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موت سے بے نیاز ہو کر محو استراحت ہونا حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کا بہت بڑا ثبوت ہے لاریب محبّ کیلئے محبوب کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

وقت کے ہم آہنگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسالتمآب ﷺ سے محبت و عشق کے چراغ کی روشنی تیز سے تیز تر ہوتی گئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہر قول و فعل سے محبت و عشق رسول ﷺ ٹپکتا تھا صلح حدیبیہ کے وقت جب معاہدہ ضبط تحریر میں لانے کی خدمت حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد ہوئی انہوں نے دستور کے مطابق محمد ﷺ کے مبارک الفاظ سے عبارت کی ابتداء کی تو مشرکین نے لفظ رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کیا اور کہا: اگر ہم محمد ﷺ کو رسول مان لیتے تو جھگڑا کس بات کا تھا؟

حضور اکرم ﷺ نے اس لفظ کو حذف کر دینے کے لئے فرمایا حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے آقا و مولا ﷺ سے محبت اور ادب اور غیرت نے گوارا نہ کیا کہ اس لفظ کو مٹا

دیں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے اسے مٹا دیا۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک محبت کا سب سے بڑا کرشمہ یہ ہے کہ دور کے لوگوں کو قریب کر دیتی ہے لہٰذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ اس پر گواہ ہے کہ انہوں نے حتیٰ الامکان لوگوں کو محبت کے ذریعے قریب کرنے کی سعی بلیغ کی۔

اولاد سے محبت فطری جذبہ ہے۔ جس پر کسی کا بس نہیں ایک روز حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دائیں بائیں زانوں پر بٹھایا ہوا تھا اور ان کے چہروں کو دیکھ رہے تھے حضرت سیّدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ماں کی کوکھ سے ملی تھی باپ کی محبت بھری نظروں سے اپنی جانب دیکھتے دیکھ کر گویا ہوئے۔

اے والد مکرم! آپ ہم سے بہت محبت فرماتے ہیں؟

ہاں! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

جس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے دل کی جانب نظر فرمائے گا تو وہ آپ کے دل میں اپنی محبت کے سوا دوسروں کی محبت دیکھے گا۔

لخت جگر کی بات سن کر حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رونا شروع کر دیا اور بہت زیادہ روئے پھر بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا:

پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے جب کہ تمہاری طرح کی پیاری اولاد اور میرے جیسا محبت کرنے والا باپ ہو۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹے کی ذہانت کا جائزہ لینے کے لئے فرمایا:

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

والد گرامی! یہ تو نہایت دوٹوک بات ہے کہ محبت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے کیونکہ محبت

صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے لہذا محبت تو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ کریں۔ اور شفقت اولاد کا حق ہے لہذا شفقت اولاد سے کریں مخلوق شفقت کی مستحق ہے اللہ تعالیٰ کی محبت میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

زندگی کے دن سایہ رسول عربی ﷺ میں بڑے اطمینان وسکون سے بسر ہو رہے تھے، کہ رب ودود کی طرف سے اپنے محبوب ﷺ کا بلاوا آ گیا۔ محبوب ﷺ نے محبّ کے فرمان پر لبیک کہا اور اسکے پاس تشریف لے گئے اس جان کاہ صدمہ کا حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بے حد اثر ہوا کیونکہ بچپن و جوانی سب سرورِ کونین ﷺ کے سایہ عاطفت میں گزرے تھے لہذا اپنے آقا و مولا ﷺ کے وصال پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سکتہ کی سی حالت طاری ہو گئی۔

محبوب اللہ ﷺ کو غسل دینے والوں میں حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ غسل کے بعد پانی کے چند قطرات جو آنحضرت ﷺ کے گوشہ چشمان اور ناف میں جمع ہو گئے تھے وفورِ محبت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پی لئے جس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم میں مزید اضافہ ہوا۔

حضور اکرم ﷺ کی جدائی کے غم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نڈھال کر رکھا تھا کسی پل چین نہ آتا تھا ایک روز جذبات غم و فرقت نے اشعار کا لبادہ اوڑھ لیا۔

لقد غشيتنا ظلمة بعد موته

نهارا فقد زادت على ظلمة الدجى

الا طرق الناعى بليل فراعنى

و ادقنى سما استقر منا ديا

ان کی موت کے بعد ہم پر تاریکی چھا گئی جس میں دن کالی رات سے زیادہ تاریک ہو گیا۔

ہائے رات کو آنے والا مجھے جدائی کی خبر دے کر لرزہ براندام نہ کرتا اور آواز دے کر

ساری رات مجھے نہ جگاتا۔

اپنے آقا و مولا محسن انسانیت ﷺ کے بعد حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زیست بے کیف و بے رنگ نظر آتی تھی ظاہر ہے محبوب ﷺ کے بعد محبّ صادق کی دنیا اداس و ویران ہو گئی تھی ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنجیدہ اور چادر اوڑھے ہوئے تھے حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق نے وجہ پوچھی کہا: آپ نے رسول اللہ ﷺ پر مجھ سے زیادہ غمگین کس کو دیکھا ہے؟ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر غریق محبت و عشق ﷺ رہا کرتے تھے کہ لوگوں کو اکثر و بیشتر تلقین فرمایا کرتے تھے، لوگو! اپنی اولاد کو محبوب اللہ ﷺ سے محبت کی تعلیم دو۔

حضرت سیّدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

امین الامت حضرت سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے محبوب آقا ﷺ کی محبت میں ہر وقت سرشار رہتے تھے۔ یوم اُحد عتبہ بن ابی وقاص کے حملے سے حضور اکرم ﷺ کی رخسار مبارک میں خود کی دو کڑیاں گھس گئیں تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت کی طرف دوڑے ہوئے آئے اور مشرق کی جانب سے حضرت سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھاگتے ہوئے آئے دونوں عاشق اپنے محبوب آقا ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے حضرت سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سبقت کی تھی انہوں نے کہا:

اے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میں اللہ تعالیٰ کے لئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے اجازت دیں کہ رسول اللہ ﷺ کے رخسار مبارک سے خود کے حلقے نکالوں۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت دے دی حضرت سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دانتوں سے ایک حلقہ پکڑ کر کھینچا تو پشت کے بل

گر پڑے اور ایک دانت ٹوٹ گیا انہوں نے دوسرا حلقہ دانتوں میں لے کر کھینچا تو دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا اور اپنے محبوب ﷺ کی تکلیف رفع کرنے کے لیے اپنے دو دانت قربان کر دیئے۔

حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محبت کا کوئی ایک خاص رنگ نہیں ہوتا بلکہ یہ متنوع رنگوں میں ظاہر ہوتی رہتی ہے اور یہ سدا اپنے محبوب اور اس سے متعلقات کے گرد گردش کرتی رہتی ہے۔ حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کی نسبت سے مدینہ منورہ سے بہت محبت تھی کیونکہ محبوب کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں فوت ہونا بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ جوں جوں بیماری طویل ہوتی گئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے چینی دو چند ہوتی جاتی تھی۔

رسول اکرم ﷺ نے اشکبار دیکھ کر پوچھا:

روتے کیوں ہو؟

عرض کیا:

معلوم ہوتا ہے اسی سرزمین کی خاک نصیب ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی محبت میں ترک کر چکا ہوں۔

آقائے نامدار ﷺ نے اپنے محب صادق کو تسلی دی اور ان کے دل پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ سعد کو صحت عطا فرما۔ چنانچہ آپ ﷺ کی دعا نے حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص کو ایک نئی زندگی عطا فرمائی۔

محب سب کچھ بھول سکتا ہے لیکن جس شخص نے اسکے محبوب کو کوئی اذیت یا تکلیف پہنچائی ہو یا اسکی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا ہو تو اس شخص کو وہ تازیست اپنا دشمن تصور کرتا ہے اور اسکے لیے اس کے کسی گوشہ دل میں ترحم و رافت نہیں ہوتا اگرچہ اس شخص کے ساتھ اس کا نسبی تعلق ہی کیوں نہ ہو عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی تھے انہوں نے حالت کفر میں غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کا روئے انور زخمی کیا تھا۔ حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ واللہ میں عتبہ سے زیادہ کبھی کسی شخص کے خون کا پیاسا نہیں ہوا۔

محب کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ محبوب ﷺ کی رضا کیلئے موقعہ کی تاک میں رہتا ہے خاص طور پر جب غنیم کی طرف سے نقصان پہنچانے کا احتمال ہو تو اسے چین نہیں پڑتا۔

ایک مرتبہ صاحب کوثر ﷺ کسی غزوہ سے تشریف لا رہے تھے بوقت شب ایک جگہ قیام فرمایا اس جگہ غنیم نے حملہ کا خطرہ موجود تھا کافی دیر سے جاگ بھی رہے تھے کہ اپنی زبان مبارک سے فرمایا: کیا اچھا ہوتا اگر میرے اصحاب میں سے آج رات کوئی پہرہ دیتا۔

حضرت سیدہ صدیقہ کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ابھی فقرہ مبارک مکمل نہیں ہوا تھا کہ اسلحہ کی جھنکار سنی سرور کونین ﷺ نے پوچھا: کون ہے؟

آنے والے نے عرض کی: سعد بن ابی وقاص!

تم کیسے آئے ہو؟

عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ازخود خیال آیا کہ آج آپ ﷺ کی حفاظت کرنا چاہیے۔ اس فرض کو ادا کرنے کے لیے حاضر خدمت ہو گیا ہوں۔

آپ ﷺ نے سماعت فرمایا اس محب وجان نثار سے بے حد خوش ہوئے اور دعا دی۔

حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محبوب اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ہر اصحاب رسول کی دنیا اندھیر ہو گئی تھی، اب تو فقط یادیں ہی رہ گئیں تھیں۔ اور ہمیشہ یادیں محب کو رلا دیتی ہیں اور تڑپا دیتی ہیں۔ حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قلب حزیں اپنے آقا و مولا ﷺ کی یاد سے ہمیشہ مملو رہتا تھا ایک دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوستوں کو دعوت پر مدعو کیا کھانے بیٹھے تو روٹی اور

گوشت دیکھ کر بے اختیار رو پڑے حضرت سیدنا نوفل بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رونے کی وجہ دریافت کی تو بولے:

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل وعیال کو تمام زندگی پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی نصیب نہیں ہوئی یہاں تک کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا اس بنا پر یہ خیال آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اتنے دنوں تک دنیا میں رہنا ہمارے لئے بہتر نہیں ہے۔

حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محبوب اللہ ﷺ کی شخصیت میں ایسی کشش ومقناطیسیت ہے کہ حلقہ بگوش اسلام ہونے کے ساتھ ہی آپ ﷺ مرکز محبت وعشق بن جاتے ہیں اسم حبیب اللہ ﷺ پر مر مٹنے کو سعادت ازلی تصور کیا جاتا ہے ناموس رسالت ﷺ پر جان نچھاور کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اذیت رسول عربی ﷺ پر محب صحابی بے آب ہو جاتا ہے اور اذیت پہنچانے والے کی جان کے درپے رہتا ہے۔

حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اس وقت ان کی عمر مبارک سولہ سال کی تھی ایک دفعہ افواہ اڑی کہ حضور اکرم ﷺ کو کفار نے گرفتار کر لیا ہے یہ سنا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تڑپ اٹھے تلوار بے نیام کی اور مجمع چیرتے ہوئے آستانہ مقدس پر حاضر ہوئے رسالتمآب ﷺ نے دیکھا تو پوچھا:

زبیر یہ کیا! ننگی تلوار لے کر کیوں آ رہے ہو؟

عرض کیا!

مجھے اطلاع ملی تھی کہ اللہ نہ کرے آپ ﷺ گرفتار کر لیے گئے ہیں لہٰذا زمام صبر ہاتھ

یہ سماعت فرمایا تو سرورِ کونین ﷺ بے حد خوش ہوئے اور ان پر صلوٰۃ پڑھی۔

حضور اکرم ﷺ جب کسی سے بہت خوش ہوتے تو فرماتے:

اللھم صل علیٰ فلان.

یعنی اے اللہ! فلاں شخص پر رحمت نازل فرما، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی تلوار کے لیے دعا کی۔

یہ پہلی تلوار تھی جو راہ فدویت و جاں نثاری میں ایک بچے محب کے ہاتھ سے بے نیام ہوئی تھی۔

حضرت سیدنا طلحہؓ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

غزوہ احد میں دشمنانِ رسول اللہ ﷺ اور دین اسلام کی جنگی تیاریوں اور یلغار سے یوں عیاں ہوتا تھا جیسے وہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے فیصلہ کن جنگ کر رہے ہیں اُدھر عاشقانِ رسول ﷺ نفری میں کم ہونے کے باوجود جس پامردی و دلیری و جان نثاری سے غنیم کے ساتھ نبرد آزما تھے اسکی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں عشاق میں سے تھے جو اپنے محبوب آقا ﷺ کی حفاظت اس انداز سے کر رہے تھے کہ آسمان پر ملائکہ بھی عش عش کر اٹھے ہوں گے۔

اس غزوہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پروانہ وار فدویت و جاں نثاری کے حیرت انگیز مناظر دکھا رہے تھے کفار کا ہر طرف سے نرغہ تھا۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی خون آشام تلواریں چمک چمک کر آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھیں صدہا کفار رسولِ عربی ﷺ کی طرف یورش کر رہے تھے اس وقت جمالِ نبوت ﷺ کا یہ شیدائی ہالہ بن کر خورشید نبوت کو آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے بچا رہا تھا تیروں کی بوچھاڑ کو ہتھیلی پر روکتا تلوار اور نیزہ کے سامنے اپنے سینے کو سپر بناتا جب کفار کا نرغہ زیادہ ہوتا تو شیر کی طرح تڑپ کر حملہ کرتا اور دشمن کو پیچھے ہٹا دیتا کسی نابکار نے ذات

قدس ﷺ پر تلوار کا وار کیا خادم و غلام جاں نثار حضرت سیدنا طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ پر روک لیا اور انگلیاں شہید ہوئیں آہ کی بجائے زبان سے لفظ حسن یعنی (خوب ہوا) نکلا حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم اس لفظ کی بجائے بسم اللہ کہتے تو ملائکہ آسمانی تمہیں بھی اٹھا لے جاتے۔

غرض آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیر تک بہادری سے مدافعت کرتے رہے، یہاں تک کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدد کے لئے آ پہنچے۔

حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محبت کی راہیں صدا بہار پھولوں سے اٹی رہتی ہیں جب عاشق ان پر گامزن ہوتا ہے تو پہلے قدم پر ہی وہ مسحور و بے خود ہو جاتا ہے۔ دنیا کی آلائشیں رفتہ رفتہ اسکی وجود سے نکل جاتی ہیں۔ اور وہ صرف اپنے محبوب کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور اسی کے خیالوں میں محو رہتا ہے۔

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گلدستہ اخلاق میں چار پھول ایسے نازک اور شگفتہ تھے جن پر ساری خوبصورتی کا انحصار تھا۔ وہ تھے حب رسول اللہ ﷺ اتباع سنت، امر بالمعروف اور حق گوئی۔ ابھی دس برس کے نابالغ بچے تھے اور جوش محبت کا یہ عالم تھا کہ صبح اٹھ کر کاشانہ نبوت ﷺ کی زیارت سے آنکھوں کو مشرف کرتے صبح کاذب کی تاریکی میں حضرت سیّدہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کمسن بچہ بستر راحت سے اٹھتا اور حضور اکرم ﷺ کا سامان وضو مہیا کرنے کے لیے مسجد نبوی ﷺ کا راستہ لیتا تھا۔ ایام شباب میں ان کی محبت کی کوئی حد نہ تھی شمع نبوت ﷺ پر پروانہ وار شیفتہ تھے آقائے نامدار ﷺ کی ایک آواز ان کے قالب میں نئی روح پھونک دیتی تھی۔

ایک روز انہوں نے محبوب ﷺ کی زبان درخشاں سے سنا:

محبت کرنے والا محبوب کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا۔

تو کہنے لگے:

اگرچہ میں ان پاکیزہ ہستیوں کی طرح عمل نہ کرسکا مگر آنحضرت ﷺ اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ محبت رکھتا ہوں اور اُمید ہے کہ اسی محبت کی بنا پر ان کا ساتھ نصیب ہو جائے گا۔

محب کی نظر میں آثار محبوب کی جان سے زیادہ قدر و منزلت ہوتی ہے اور وہ اس کیلئے سرمایہ حیات ہوتے ہیں۔ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے کہ وہ آثار مصطفی ﷺ سے تبرک حاصل کرتے تھے نبی کریم ﷺ کی صلوٰۃ کی جگہوں کا قصد کیا کرتے تھے۔ان راستوں کو ڈھونڈتے جن راستوں پر اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب ﷺ کے مبارک قدم لگے ہوئے تھے آپ ﷺ کے پیالے میں بطور تبرک پانی پیتے تھے اور حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس راحت انس و جان ﷺ کا ایک پیالہ بھی تھا۔

حضور اکرم ﷺ کی علالت نے ہر صحابی رسول اللہ ﷺ کو مشوش و آزردہ کر رکھا تھا۔ محبوب ﷺ علیل ہوں تو محبین و عشاق کو بھلا کس طرح چین نصیب ہو سکتا تھا علالت کو تین یوم گزر چکے تھے تمام عشاق باصفا بفرمان رسول اللہ ﷺ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء میں صلوٰۃ ادا کرتے تھے ان دنوں آپ ﷺ باہر تشریف نہیں لاتے تھے نگاہیں دیدار کے لیے ترس گئیں ایک دن آفاقہ محسوس کیا تو رسول رحمت ﷺ نے اپنے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھا کر دیکھا لوگ اس وقت حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں صلوٰۃ ادا کر رہے تھے۔انہوں نے دیکھا حضور اکرم ﷺ مسکرا رہے تھے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک قرآن پاک کے ورق کی طرح پر نور تھا حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دیدار کی خوشی میں ہم نے ارادہ کر لیا کہ صلوٰۃ کو بھول کر آپ ﷺ کے دیدار میں ہی محو ہو جائیں سب کی توجہ حجرہ مبارک کی طرف مرکوز تھی حضرت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مصلّٰی سے پیچھے ہٹ آئے سب صلوٰۃ توڑنے کو تھے کہ محبوب اللہ ﷺ نے صلوٰۃ پوری کرنے کے لیے فرمایا۔

کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ اس علالت سے رسالتماب ﷺ داغ مفارقت دے جائیں گے۔ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بچپن سے لے کر اب تک محبت رسول ﷺ انتہائی بلندیوں پر محو پرواز تھی اپنے محبوب آقا و مولا ﷺ کے وصال پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد اگرچہ ظاہری آنکھیں دیدار محبوب ﷺ کو ترس گئیں تھیں۔ لیکن محبت کی معنوی آنکھوں پر باب فیض اب تک بند نہ ہوا تھا۔ کشتہ عشق نبوت حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے اور صبح کو واقعات بشینہ کی یاد تازہ کر کے گریہ وزاری کا ایک طوفان برپا کرتے تھے عاشق صادق کے تڑپانے کے لئے محبوب ﷺ کی ایک ایک چیز نشتر کا کام کرتی تھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبوب دوعالم ﷺ کا ذکر کرتے اور فرط محبت سے بے قرار ہو جاتے تھے۔

ایک روز حضور اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کر رہے تھے آپ ﷺ کا ایک ایک خال وخط زبان مدیح میں نبات محبت گھول رہا تھا اسی عالم میں شوق زیارت کا زبردست جذبہ ظہور پذیر ہوا حرمان نصیبی نے وہ ایام سعید یاد دلائے جب محبوب آقا ﷺ عالم مادی کے گلی کوچوں میں پھرا کرتے تھے اور حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے شرف غلامی پر ناز کیا کرتے تھے دفعتاً حالت میں ایک تغیر پیدا ہوا اور زبان سے بے اختیارانہ یہ جملہ نکلا:

قیامت میں رسول اکرم ﷺ کا سامنا ہوگا۔ عرض کروں گا کہ حضور ﷺ کا ادنیٰ غلام انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہے۔

وقت گزرتا رہا آتش محبت وعشق رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اندر سے سوختہ کر دیا تھا۔ کوئی لمحہ ایسا نہ گزرتا تھا جب ذکر محبوب ﷺ نہ کرتے

ہوں۔ لاریب قرب محبوب جب فراق محبوب سے بدل جاتا ہے تو زندگی کے لمحات تلخ اذیت ناک اور کرب آشنا ہو جاتے ہیں اور محب اندر ہی اندر گھلنا شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال اس سے مختلف نہ تھا محبوب اللہ ﷺ سے شرف ملاقات کا خیال روز افزوں گہرا ہوتا جا رہا تھا اور پھر دنیا سے آخرت کے لیے رخت سفر باندھ کر اپنے آقا و مولا ﷺ کے قدموں میں حاضر ہونے کا وقت آ گیا، جسکا بے قراری سے انتظار تھا۔

وصال سے قبل اس عاشق صادق نے حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کی:

اے ثابت! یہ میرے آقا ﷺ کا مقدس بال ہے لے لو! وصال کے بعد اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا حضور اکرم ﷺ کا یہ عصاء مبارک میرے پہلو اور کرتہ کے درمیان رکھ دینا اور جب میرے کفن اور میت کو خوشبو لگاؤ تو میرے آقا و مولا ﷺ کے مبارک پسینہ کو اس میں ضرور شامل کر لینا۔

اور پھر یہ غلام اپنے آقا ﷺ کے پاس دیوانہ وار چلا گیا۔

حضرت سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

جس چیز سے محبوب کا تعلق ہو جائے محبّ کی نظر میں وہ امر ہو جاتی ہے موجب راحت و سکون ہو جاتی ہے اسکی قلبی آرزو ہوتی ہے کہ وہ چیز سدا اسکے پاس رہے کیونکہ اس سے اسے محبوب کی خوشبو آتی ہے۔ حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت رسول ﷺ کا یہ عالم تھا کہ استن حنانہ کو اپنے گھر بطور تبرک رکھ لیا تھا اور جب تک دیمک نے چاٹ کو اسکو راکھ نہ کر دیا حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو مکان سے علیحدہ نہ کیا۔

حضرت سیّدنا اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محبت کی آتش جب شعلہ زن ہوتی ہے تو پھر محبّ کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ محبوب کے

قرب سے سکینہ حاصل کرے اسکے لئے وہ موقع کی تلاش میں رہتا ہے اور جب ایسا موقع میسر آتا ہے تو پھر وہ محبوب پر واری ہونے لگتا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت بھلے، صالح، شگفتہ مزاج، ہنس مکھ اور ملیح آدمی تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے ایسی گفتگو کر رہے تھے جس سے لوگ خوب ہنس رہے تھے رسالتمآب ﷺ نے ان کے پہلو میں ہاتھ مارا تا کہ وہ خاموش ہو جائیں انہوں نے بصد ادب عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی:

آپ علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا۔

اس کا مجھ سے قصاص لے لو۔

عرض کیا!

یا محبوب اللہ ﷺ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر قمیض ہے اور میرا جسم ننگا ہے سرور کونین ﷺ نے اپنا پیراہن اٹھا لیا پھر کیا تھا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آقا و مولا ﷺ کے ساتھ چمٹ کر آپ ﷺ کے مبارک پہلو کو والہانہ چومنا شروع کر دیا اور عرض کیا!

یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ قربان، بدلہ سے میرا مقصد صرف یہی تھا۔

حضرت سیّدنا خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محبت صادقہ میں سردار بھی کمی وانحطاط رونما نہیں ہوتا بلکہ یہ افراط کا رخ اختیار کرتی ہے۔ ۴ ہجری میں سریہ رجیع کے موقع پر حضرت سیدنا خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار کے ہاتھوں اسیر ہو گئے مقام تنعیم میں لے جا کر سولی پر چڑھانے لگے کفار نے کہا:

اے خبیب! رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تمہارا دل چاہتا ہو گا کہ تمہاری جگہ تمہارا رسول ﷺ ہوتا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

میں تو یہ برداشت نہیں کرتا کہ میرے محبوب ﷺ کو کانٹا بھی چبھے ایسی ہزاروں جانیں ہوں تو ان پر قربان کردوں۔

اور جب سولی پر چڑھے تو بولے:

اے اللہ! میرا آخری سلام حضور اکرم ﷺ تک پہنچادے۔

اس وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے با آواز بلند وعلیکم السلام فرمایا وہاں پر موجود محبین نے عرض کیا:

اے اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ! کس کے سلام کا جواب دیا ہے؟

ارشاد فرمایا:

تمہارے دینی بھائی خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابھی ابھی مکہ میں سولی پر چڑھادیا گیا ہے اس نے سلام بھیجا ہے۔

حضرت سیّدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

صرف محبت ہی ایسی چیز ہے جو آخرت میں بھی برقرار رہتی ہے۔ اور صرف ایک ہی محبوب ﷺ ہیں جن کی محبت وعشق آخرت میں بھی محب کو اپنے قدموں سے جدا نہیں کرتی۔

حضرت سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو حضور اکرم ﷺ کے لئے پانی لایا کرتے تھے اور دیگر خدمات بھی بجالاتے تھے ایک روز رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا: مانگو!

انہوں نے عرض کیا:

میں بہشت میں آپ ﷺ کا ساتھ مانگتا ہوں۔

محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ تمہارے لئے ہے کچھ اور بھی۔

حضرت سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

میرا مقصد تو وہی ہے۔

حضرت سیدنا زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محب صادق دلی طور پر متمنی ہوتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کی تمام تکالیف اپنے سر لے اور اسے کانٹا چبھنے کی بھی تکلیف نہ ہو اور یہ خواہش زندگی کے آخری لمحات تک برقرار رہتی ہے اسکی زندہ جاوید مثال حضرت سیدنا زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ ہے۔

غزوہ اُحد کے بعد قبیلہ عضل اور کارہ کے لوگ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور درخواست کی:

یا نبی اللہ ﷺ! چند اصحاب کو قرآن وفقہ کی تعلیم کے لیے بھیجیں۔

ان لوگوں کے کہنے پر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیدنا خبیب بن عدی اور حضرت سیدنا زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کے ساتھ بھیج دیا راستے میں بیرٔ معونہ کے مقام پر معرکہ پیش آیا حضرت سیدنا زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرکین کے ہاتھوں گرفتار ہوئے ان کو مکہ لاکر صفوان بن اُمیہ کے ہاتھ فروخت کر دیا صفوان بڑا خوش تھا کہ اپنے باپ کے عوض اُن کو قتل کروں گا تنعیم مقتل قرار پایا صفوان نے اپنے غلام نسطاس کو حکم دیا۔

زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنعیم لے چلو۔

بعد ازاں بہت سے لوگ قتل گاہ پہنچے ان میں ابو سفیان بھی تھے۔جنہوں نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔انہوں نے حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے پوچھا زید! میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں سچ سچ بتانا۔

کہو!

ابوسفیان بولے،

اگر تمہارے بجائے محمد ﷺ ہوں اور ہم ان کی گردن ماریں اور تم اپنے گھر میں محفوظ رہو تو اسکو پسند کرتے ہو؟

سنا تو عاشق فدائی رسول اللہ ﷺ نے جواباً کہا:

واللہ تُو تو قتل کی بات کر رہا ہے مجھے تو یہ بھی منظور نہیں کہ میرے آقا و مولا ﷺ کو ایک خار بھی چبھے اور میں گھر میں اپنے آرام سے بیٹھا رہوں۔

ابوسفیان محبوب اللہ ﷺ کے دیوانے کی بات سن کر دنگ رہ گیا اور اسی عالم میں بے ساختہ منہ سے نکلا۔

محمد ﷺ کے اصحاب ان سے جس قدر محبت کرتے ہیں میں نے آج تک دنیا میں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کے ساتھی اس طرح محبت کرتے ہوں جسطرح محمد عربی ﷺ کے ساتھی اپنے آقا سے کرتے ہیں۔

اور پھر اس عاشق صادق کو قتل کر دیا گیا۔

حضرت سیّدنا زاہر ابن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

حقیقی محبت میں دیوانگی ہی اصل میں فرزانگی ہوتی ہے عقل بے چاری تو منطق و دلیل میں پھنسی جواز تلاش کرتی رہتی ہے اور نہ ہی محب کو یہ پرواہ ہوتی ہے کہ دنیا دار جب اسے کوئی حرکت کرتے دیکھیں گے تو کیا کہیں گے؟

حضرت سید نا زاہر ابن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بدوی صحابی تھے جو حضور اکرم ﷺ سے نہایت محبت رکھتے تھے جنگل سے پھل اور سبزی وغیرہ اپنے آقا ﷺ کے لئے بطور ہدیہ لایا کرتے تھے جب وہ آپ ﷺ سے رخصت ہوتے تو آپ ﷺ شہر کی اشیاء کپڑا وغیرہ ان کو دے دیا کرتے تھے سرکار دو عالم ﷺ کو بھی ان سے انس تھا اور فرمایا کرتے تھے۔

زاہر ہمارا دیہاتی دوست ہے اور ہم اسکے شہری ہیں۔

ایک روز آنحضرت ﷺ بازار کی طرف تشریف لے گئے دیکھا کہ زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی متاع بیچ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے پشت کی جانب جا کر ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھ دیا اور ان کو گود میں لے لیا وہ بولے۔

کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔

اور پھر انہوں نے مڑ کر دیکھا تو محبوب ﷺ تھے وہ اپنی پشت کو بقصدِ برکت حضور اکرم ﷺ کے سینہ اطہر سے چمٹاتے تھے اور تسکین لیتے تھے اور جذبہ محبت فراواں ہوتا جا رہا تھا۔

رسالتمآب ﷺ نے مزاحاً ارشاد فرمایا:

کوئی ہے جو ایسے غلام کو محمد ﷺ سے خرید لے؟

وہ بولے:

یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ فروخت کرتے ہیں تو مجھے کم قیمت پائیں گے۔

رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک گراں قدر ہو۔

اور یہ عشق رسول ﷺ کے طفیل تھا۔

حضرت سیدنا سواد بن غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

اگر عاشقانِ رسول ﷺ کے اختیار میں ہوتا تو وہ اپنے آقا و مولا سید الانبیاء شافع یوم نشور ﷺ کے قدوم میمنت لزوم سے سدا لپٹے رہتے اور ایک پل کے لیے بھی جدا نہ ہوتے لیکن ایسا ممکن نہیں تھا لہٰذا وہ اس ٹوہ میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح وہ اپنے محبوب آقا ﷺ کی محبت وعشق کے آبِ زلال کے جام بھر کر پئیں ایک مرتبہ حضرت سیدنا سواد بن غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبوب اللہ ﷺ کی موجودگی میں چادر اوڑھ رہے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حظ، حظ درس، درس۔

اور لکڑی یا مسواک ان کے پیٹ میں چبھوئی وہ کھسک گئی اور ان کے جسم میں نشان پڑ گیا انہوں نے عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! قصاص لوں گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قصاص لے لو۔

اور اپنا شکم مبارک ان کے لیے کھول دیا انصار نے کہا:

اے سواد! رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تم حضور نبی کریم ﷺ سے انتقام لو گے؟

انہوں نے جواباً کہا:

ہاں۔

اور پھر انہوں نے اپنے آقا ﷺ کے شکم مبارک کو بوسا دیا اور کہا میں اسے چھوڑتا ہوں تا کہ اس کے بدلے قیامت میں میری شفاعت کریں۔

حسن کہتے ہیں کہ اس وقت انہیں ایمان نے پالیا۔

اس لحاظ سے حضرت سیدنا سواد بن غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے خوش بخت تھے کہ ایسا ہی واقعہ انہیں غزوہ بدر میں پیش آیا۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ صف آرائی میں مشغول تھے ہاتھ مبارک میں ایک تیر کی لکڑی تھی حضرت سیدنا سواد بن غزیہ انصاری جو بنی عدی نجار کے حلیف تھے۔ صف سے آگے نکلے ہوئے تھے حضور اکرم ﷺ نے اس چھڑی سے ان کے پیٹ کو ٹھونکا دیا اور فرمایا:

استو ایا سواد.

یعنی اے سواد! رضی اللہ تعالیٰ عنہ برابر ہو جاؤ انہوں نے عرض کی۔

یا حبیب اللہ ﷺ! آپ نے مجھے ضرب لگائی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ

کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے لہٰذا مجھے قصاص دیں۔

سماعت فرمایا! ہادی برحق ﷺ نے اپنے شکم مبارک سے کپڑا ہٹادیا اور فرمایا اپنا قصاص لے لو:

اس پر سیدنا سواد بن غزیہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے محبوب ﷺ سے لپٹ گئے اور شکم مبارک کو پے در پے بوسے دینے لگے۔

اے سواد تم نے ایسا کیوں کیا؟

رسالتمآب ﷺ نے پوچھا۔ عرض کی!

یارسول اللہ ﷺ! حالات آپ ﷺ کے روبرو ہیں اور میں قتل سے بے خوف نہیں ہوں میں نے چاہا کہ آخری ملاقات میں میرا بدن آپ ﷺ کے بدن اطہر سے مس ہو جائے۔

عاشق وصادق کی یہ محبت وجذبہ دیکھ کر آپ ﷺ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

حضرت سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محب کو دم واپسیں بھی صرف اور صرف اپنے محبوب کا ہی خیال دامن گیر ہوتا ہے اور اسی خیال میں وہ مگن اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کردیتا ہے یہی معراج محبت ہے۔ غزوہ احد میں حضرت سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارہ زخم لگے تھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

سعد بن ربیع کی کون خبر لائے گا؟

سنا تو حضرت سیدنا سعد ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور لاشوں کا گشت لگایا ان کا نام لے کر آواز دی شہر خموشاں میں ہر طرف سناٹا تھا لیکن جب یہ آواز دی کہ مجھے رسول ﷺ نے بھیجا ہے تو ایک ضعیف آواز کان میں پہنچی۔

میں مردوں میں ہوں۔

یہ حضرت سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخیر وقت تھا دم توڑ رہے تھے زبان قابو میں نہ تھی انہوں نے دریافت کیا۔

تمہارا کیا حال ہے؟

حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے کہ تمہاری خبر لاؤں۔

انہوں نے نحیف آواز میں کہا:

میرے آقا و مولا ﷺ کو میرا اسلام کہنا اور خبر دو کہ مجھے بارہ نیزے لگے ہیں جو جسم کے آر پار ہو گئے ہیں اور انصار سے کہنا کہ اگر رسول اللہ ﷺ قتل ہوئے اور تم میں سے ایک بھی زندہ رہا تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہو گے ان کے لئے رب کریم کے نزدیک کوئی عذر نہ ہوگا۔ میں نے اپنے آقا و مولا ﷺ پر فدا ہونے کی بیعت کی تھی۔

اور پھر اُن کی روح مبارک جسم عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

تام محبت میں محبوب کی خاطر محب کو کوئی اذیت، اذیت اور کوئی تکلیف، تکلیف محسوس نہیں ہوتی بلکہ جوں جوں اس پر ظلم و استبداد کے گرز برسائے جاتے ہیں اسکی محبت و عشق میں نہ صرف نکھار پیدا ہوتا ہے بلکہ اس میں متعدد بہ اضافہ بھی ہو جاتا ہے۔

رؤسا بنی مخزوم حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ماں اور باپ کو تکلیف پہنچاتے تھے ایک روز مکہ کے میدان میں گرم ریت پر انہیں ننگا لٹایا ہوا تھا اور گرم ریت ان پر گراتے تھے ان کے اعضاء پر گرم پتھر رکھتے تھے کہ اگر گوشت ان پتھروں پر رکھا جاتا تو کباب ہو جاتا، کہ وہ دین اسلام سے پھر جائیں اور عیاذاً باللہ کلمہ کفر کہیں کہ لات و عزیٰ محمد ﷺ سے بہتر ہیں وہ نہیں کہتے تھے بلکہ وہ کہتے تھے مصیبت نعمت ہے مصیبت پر رونا غلطی ہے۔

عاشقم بر قہر و بر لطفش بجد

اے عجب من عاشق ایں ہر دو ضد

ترجمہ: میں اسکے لطف اور اسکے قہر دونوں پر از حد عاشق ہوں حیرت کی بات ہے میں ان دونوں متضاد مقامات کا عاشق ہوں۔

ایسے وقت میں حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے ان کے آقا ومولا ﷺ گزرے اور فرمایا:

اے آل یاسر! تھوڑا صبر کرو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے لئے جنت کا وعدہ کرلیا ہے۔

اور پھر یہ محب صادق محبت وعشق رسول اللہ ﷺ میں کندن بن گیا ان کے افکار و خیالات کا محور آنحضرت ﷺ کی محبت وعشق تھا ان کے اعمال وافعال کی جان اتباع واطاعت رسول ﷺ تھی اور ان کی جنت فردوس اپنے محبوب ﷺ کے قدموں میں تھی اوران کے کام آنا تھا۔

تعمیر مسجد نبوی ﷺ ہو رہی تھی حضرت معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور ایک اینٹ حضور ﷺ کی طرف سے لاتے تھے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسلمان ہوئے اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے گھر پہنچے تو آپ کے دو چھوٹے بچوں نے کلمہ طیبہ کو سن کر اپنے والد سے پوچھا، ابا جان! یہ کس پیاری ہستی کا نام لے رہے ہیں اور مزہ ہمیں آرہا ہے، حضرت عمار نے جواب دیا:

ایہہ اوہ نام مبارک بچو جس دا کل پسارا

جے نہ ہندا ایہہ ناں والا ہندا نہ عالم سارا

بچوں نے کہا تو یہ کلمہ طیبہ ہمیں بھی پڑھایئے چنانچہ ان بچوں نے بھی کلمہ طیبہ پڑھ لیا

اور دونوں مل کر اس پیارے کلمے کا ورد کرنے لگے اور ورد کرتے کرتے باہر نکلنے لگے۔ حضرت عمار نے فرمایا بیٹو! ابھی اس کلمہ کو باہر نکل کر پڑھنے کا وقت نہیں ہے۔ کافر سنیں گے تو ایذا دیں گے اندر ہی رہ کر پڑھو، بچوں نے جواب دیا اور سبحان اللہ کیا ہی ایمان افروز جواب ہے۔

جد ایہہ نام مبارک اتنا لیوں تھیں کیوں ڈریئے

نام مبارک لیندے رہیئے جو بیتے سو جریئے

چنانچہ وہ دونوں صاحبزادے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے باہر نکلے اور اپنی جان سے بے پرواہ ہو کر علی الاعلان اس نام پاک کا اعلان کرنے لگے گویا دونوں بھائیوں کا یہ ترانہ تھا کہ

دل و جان دونوں فدائے محمد

خدا ہم کو کر خاک پائے محمد

کرم ہے ترا ہم پہ احسان خالق

کہ پیدا ہوئے ہم برائے محمد

نہیں ہم کو غم جان جائے تو جائے

تمہاری محبت نہ جائے محمد

ناگاہ کافروں کا ایک گروہ وہاں سے گزر رہا تھا اور یہ پیاری آواز انہوں نے سنی تو حسد سے جل گئے ایک بے دین نے ان پاک بچوں کو طمانچہ مارا کسی نے حضرت عمار سے جا کر کہا کہ تمہارے بچے نرغے میں گھر گئے ہیں جاؤ اور ان کو نام محمد لینے سے روکو آپ کا جواب یہ تھا

بے شک پتر ٹھنڈ اکھاں دی گھر وچ کرن اجالا

پر انہاں تھیں ودھ کے مینوں پیارا کالی کملی والا

پھر وہ شخص بچوں کی ماں کے پاس گیا اور اسے واقعہ سنایا تو وہ بولی:

دل دے ٹکڑے ڈاہڈے ہندے پُت پیارے ماواں

پر نام نبی توں بے لکھ پتر ہوندے گھول گھماواں

تھوڑی دیر بعد جب کافروں نے ان بچوں کو بے حد تنگ کیا اور بہت مارا تو عمار اور ان کے والد حضرت یاسر نے باہر نکل کر کافروں کو اس جفا سے روکا تو ان ظالموں نے حضرت عمار اور یاسر کو اور حضرت عمار کی بیوی کو بھی پکڑ لیا اور اس مقدس گھرانے کے سب افراد کو مارنا شروع کر دیا اتفاقاً حضور اکرم ﷺ بھی اس طرف تشریف لے گئے آپ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا:

اصبروا یا آل یاسر ،فان موعدکم الجنة

یاسر والو صبر کرو۔ تمہارا مقام جنت ہے۔

حضرت سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محب کے لئے وہ لمحات انتہائی کربناک جان لیوا اور تکلیف دہ ہوتے ہیں جب اسے علم ہو کہ اس ملاقات کے بعد اب محبوب سے حشر سے پہلے ملاقات نہ ہوگی اسکے لیے جیتے جی موت واقع ہو جاتی ہے اور زیست بے رنگ و بے کیف نظر آنے لگتی ہے۔

جب رسالتماب ﷺ نے حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر عمامہ باندھا نصیحتیں فرمائیں اور جب یہ کہا:

اے معاذ! شاید تیری اب میرے ساتھ ملاقات نہ ہو البتہ تجھے میری مسجد اور قبر انور کی زیارت ضرور ہوگی اگر ہمارے اور تمہارے درمیان ملاقات ممکن ہوتی تو لازماً میں تھوڑی وصیت کرتا لیکن قیامت تک ہم نہیں مل سکیں گے۔

جب حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اپنے آقا و مولا ﷺ سے سنی تو ان کے سینے سے جوالا مکھی سے آتش فراق کا شعلہ دماغ تک جا پہنچا جلے ہوئے دل فراق محبوب ﷺ سے روتی ہوئی آنکھوں اور فگار سینہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے وداع ہو کر سوئے یمن روانہ ہو گئے۔

جب قطع مسافت کے بعد یمن کے دارالسلطنت صنعا میں پہنچے تو لوگ ان کی خدمت

کے لئے بڑھے تو انہوں نے فرمایا:

اللہ کی پناہ میں آراستہ منزل اور فرش بچھی ہوئی جگہ کی طرف رغبت کروں مجھے تو میرے محبوب ﷺ نے بیماروں کی عیادت کمزوروں کی امداد یتامیٰ کی قربت فقراء کے ساتھ ہم نشینی اپنی ذات سے انصاف دینے اور عام مخلوق کے حالات کی دیکھ بھال اور انہیں نصیحت کرنے کی وصیت فرمائی ہے۔

ایک رات انہوں نے آواز سنی۔

اے معاذ! تم بستر راحت پر آرام کر رہے ہو جبکہ رسالت پناہ ﷺ سکرات موت میں ہیں۔

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے خواب سے بیدار ہوئے اور خیال کیا کہ شاید قیامت آگئی ہے جب دنیا کو اپنی حالت پر دیکھا تو اس آواز کو خیال سمجھ کر پھر لیٹ گئے۔

دوسری رات کو ہاتف نے پھر آواز دی اے معاذ! تجھے کیسے آرام حاصل ہوتا ہے۔ حالانکہ محمد ﷺ رحلت فرما چکے ہیں۔

یہ سنا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر سے اچھل کر کھڑے ہو گئے اور اونچی آواز سے آہ زاری کرتے تھے۔ وامحمداہ ﷺ کہتے تھے۔ اور آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے۔ الختصر اس قدر فریاد و فغاں کی کہ عورتیں اور مرد بیدار ہو کر گھروں سے باہر نکل آئے۔ اور ان کے گرد جمع ہو گئے۔ نالہ وزاری اور سوگواری کے طریق میں ان سے موافقت کی۔

جب آفتاب عالمتاب نے مطلع سے سر نکالا تو حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سواری پر سوار ہو کر دیار حبیب ﷺ کی طرف چل پڑے جب مدینہ منورہ سے ابھی فاصلے پر تھے تو ایک رات آواز سنی:

اے محمد ﷺ کے اللہ! معاذ کو خبر پہنچا دے کہ حضرت محمد ﷺ نے شربت وصل پی کر

دوستاں کی محبت سے مفارقت اختیار کی ہے۔

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی:

اے پکارنیوالے! تو کون ہے اور اس تاریک رات میں یہ وحشت ناک خبر دیتا ہے

جواب ملا۔

میں عمار بن یاسر ہوں جو یمن کی طرف جارہا ہوں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا میرے پاس اس مضمون کا ایک خط ہے۔

جب حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کا یقین ہوگیا تو آہ وزاری کرنے اور عالم اضطراب میں دھاڑیں مارنے لگے اسکے بعد انہوں نے کہا:

اے عمار! تجھے رسول ﷺ کے اللہ کی قسم! اصحاب کو تو نے کس حال میں چھوڑا؟

انہوں نے جواب دیا:

ایسے گلے کی مانند جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔

اس کے بعد حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وامحمداہ کہتے ہوئے مدینہ کے نواح میں پہنچے ایک بوڑھی عورت اس علاقے میں بھیڑیں چرارہی تھی اس نے حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درد کو سنا تو کہا:

اے اللہ کے بندے! میں نے محمد ﷺ کو نہیں دیکھا لیکن میں نے ان کی بیٹی کو دیکھا ہے کہ اپنے والد گرامی کی وفات پر روتی تھی، اور کہتی تھی۔

یا ابتاہ! آسمان سے خیر منقطع ہوگئی۔

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سنا تو شور فراق اور آتش اشتیاق جوان کے سینہ میں مشتعل تھی بھڑک اٹھی اور آنسوؤں کے قطرات آبدار مرجان کے موتیوں کو خونباز آنکھوں سے صفحاتِ رخسار پر بہاتے تھے۔

رات کے وقت جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے در اقدس پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے آواز آئی اس رات کے بیواؤں کے غم کدہ کا دروازہ کون کھٹکھٹاتا ہے؟

عرض کیا!

میں رسول اللہ ﷺ کا خادم معاذ بن جبل ہوں۔

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لونڈی سے کہا، تو اس نے دروازہ کھول دیا۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محبت کی روح کی غذا آنکھوں کا نور اور قلب کا سرور محبوب کا دیدار ہے اور جب اسے یہ نعمت غیر مترقبہ نصیب نہیں ہوتی تو اسکی زندگی خزاں رسیداں اور دنیا اجاڑ وویران ہو جاتی ہے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے محبوب آقا و مولا ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ ﷺ سے جدا نہ ہوتے تھے ان کا کام تھا کہ جمال نبوی ﷺ کے دیدار سے آتش شوق بجھائیں ایک موقع پر انہوں نے بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں اس کا اظہار کیا اور عرض کی۔

اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ کا مشاہدہ جمال میری جان کا سرمایہ راحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے جب میں آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں تو دل خوشی وانبساط سے لبریز ہو کر جھوم اٹھتا ہے۔

محب کے لئے وہ لمحہ بڑا پریشان کن اور باعث تشویش ہوتا ہے جب حلقہ عشاق سے محبوب اچانک اُٹھ کر چلا جائے اور پھر دیر تک نہ لوٹے تو محبین کے دل ودماغ کے پاتال پر طرح طرح کے وساوس ابھرنے لگتے ہیں۔

ایک روز عاشقانِ رسول اپنے محبوب ﷺ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک

حبیب اللہ ﷺ ان کے درمیان سے اٹھ کر تشریف لے گئے اور واپس آنے میں دیر کر دی سب گھبرا گئے کہ کہیں ان کے آقا و مولا ﷺ کو تکلیف نہ پہنچ جائے سب سے زیادہ گھبراہٹ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طاری تھی لہٰذا اللہ کے رسول ﷺ کو تلاش کرنے نکل کھڑے ہوئے حتیٰ کہ بنی نجار کے ایک باغ میں پہنچے اور اسکا دروازہ ڈھونڈنا شروع کیا جب اسکا دروازہ نہ ملا تو ایک چھوٹی سی نالی پر نظر پڑی جو کہ باغ میں جاتی تھی حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سکڑ کر اس نالی کے ذریعے اندر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

کیا ابو ہریرہ ہے؟

انہوں نے عرض کی:

جی، یارسول اللہ ﷺ!

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا بات ہے؟

عرض کیا:

آپ ﷺ ہمارے درمیان تھے کہ اٹھ کھڑے ہوئے اور واپسی میں دیر لگائی ہم گھبرا گئے کہ آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے پس ہم سب لوگ پریشانی کی حالت میں اٹھے اور سب سے پہلے میں ہی پریشان ہونے والا تھا میں دیوار کے قریب پہنچا اور لومڑی کی طرح سکڑ کر اندر داخل ہوا باقی حضرات سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم میرے پیچھے ہی ہیں۔

محبّ کو محبوب سے ایک لمحہ کی جدائی بھی بڑی ناگوار و مثل کوہ گراں معلوم ہوتی ہے چہ جائیکہ وہ سرائے دنیا سے کوچ کر کے آخرت کی راہوں پر چلا گیا ہو حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد ہر محبّ و عاشق کا حال ناقابل بیان تھا جو آپ ﷺ کے ہجر و فراق نے اس کا کر دیا تھا۔

حضرت سعید بن مسیّب تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض اوقات ان راستوں پر کھڑے ہو جاتے جو دیہاتوں سے شہر مدینہ منورہ آتے تھے جب وہ کسی دیہاتی کو پا لیتے تو دریافت کرتے کیا تو نے اپنے آقا ﷺ کی زیارت کی ہے؟

اگر وہ ہاں میں جواب دیتا تو اسے جانے دیتے اور اگر اس نے رسول کریم ﷺ کی زیارت کا شرف نہ پایا ہوتا تو اسے کہتے:

آ میں تجھے محسنِ انسانیت باعث تخلیق کائنات رحمۃ للعالمین ﷺ کے محاسن وشمائل سناتا ہوں۔

اسکے بعد حضور اکرم ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے اور آخر میں فرماتے۔

میرے والدین فدا ہوں آپ ﷺ کی مثل آپ ﷺ سے پہلے اور بعد، میں نے نہیں دیکھا۔

اور اس طرح وہ اپنے قلب محزون کو تسکین فراہم کرتے تھے۔

آقائے نامدار ﷺ اگر پسند فرماتے تو کوہ احد آپ ﷺ کے ساتھ سونا بن کر چلتا لیکن آپ ﷺ نے فقر اختیار فرمایا کئی کئی روز محل سرائے رسول ﷺ میں کھانا پکانے کے لئے آگ روشن نہیں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے چپاتیاں آئیں تو انہیں دیکھ کر رو پڑے وجہ دریافت کی تو فرمایا:

میرے محبوب ﷺ نے چپاتی نہیں دیکھی۔

محبوب کے آثار و ذریت بھی محبّ کے لیے محبت کی روشنی کا مینار ہوتے ہیں۔ جن سے وہ سکینہ و برکت حاصل کرتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

وہ جگہ دکھائیں، جس پر نبی کریم ﷺ نے بوسہ دیا تھا۔

انہوں نے بتایا تو حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آثار و ذریت

مصطفوی ﷺ سے برکت حاصل کرنے کے لیے اسے بوسہ دیا۔

حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

جب محبوب ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہر انصار کی قلبی تمنا تھی کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کا ماہ تاباں اسکے گھر میں طلوع ہو اور اسے خدمت اقدس کا موقع ملے ناقہ جس پر شاہ عرب و عجم ﷺ سوار تھے وہ مامور من جانب اللہ تھی کہ از خود جس کے گھر کے سامنے جا کر رک جائے گی اسے شرفِ مہمانی محبوب اللہ ﷺ عطا ہوگا۔

ناقہ مستانہ وار چلی جا رہی تھی جب وہ کسی گھر کے سامنے پہنچتی تو صاحب خانہ کا دل دھڑکنے لگتا اور بارگاہ ایزدی میں دعا کرتا کہ حضور اکرم ﷺ کی مہمانی کا موقع اسے ملے اور جب وہ اس کے گھر سے آگے چلی جاتی تو وہ غم کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جاتا خوشی کا تصور ملیامیٹ ہو جاتا اور اسکی آنکھیں نم آلود ہو جاتیں تھیں۔ چلتے چلتے ناقہ ایک مکان کے سامنے رک گئی عاشقان رسول ﷺ حسرت سے اس مکان کو دیکھنے لگے یہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائش گاہ تھی ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا خوشی کے آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے وہ روئے زمین پر سب سے زیادہ خوش بخت تصور کرتے تھے۔انہوں نے بصد ادب ومحبت بارگاہ نبوت ﷺ میں عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! بالائی منزل پر تشریف لے چلیں۔

لیکن آنحضرت ﷺ نے نچلی منزل میں آرام کرنا پسند فرمایا تاکہ ملاقاتیوں کو آسانی ہو۔

حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ شبانہ روز عاشقان جاں نثاری کا مظاہرہ کرتے رہے رات میاں بیوی بالائی منزل کے ایک کونے میں بسر کرتے ان کی اس حرکت سے رسول اللہ ﷺ کو اذیت نہ ہو۔

ایک دن اتفاقاً پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا چھت معمولی تھی اس اندیشے سے کہیں پانی ٹپک کر نچلی منزل میں نہ چلا جائے۔اور حضور ﷺ کو کچھ تکلیف نہ ہو، گھبرا گئے۔گھر میں میاں بیوی کے لئے بس ایک ہی لحاف تھا۔انہوں نے لحاف پانی پر ڈال دیا تا کہ سارا پانی اس میں جذب ہو جائے۔لحاف گیلا ہو گیا۔میاں بیوی نے رات بھر سردی کھائی لیکن محبت اور عشق نے یہ گوارہ نہ کیا کہ ان کے آقا و مولا ﷺ کو ذرّہ برابر تکلیف پہنچے۔

ایک دن حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصد ادب و نیاز گذارش کی:

یا رسول اللہ ﷺ! جس چھت کے نیچے آپ ﷺ ہوں میں وہاں اوپر نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ چھ ماہ اپنے اس عاشق صادق کے ہاں فروکش رہے۔بڑے اہتمام سے کھانا تیار کر کے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے، جب آپ ﷺ تناول فرما لیتے تو پس خردہ حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ تبرکاً کھاتے تھے بلکہ غایت محبت و عقیدت کے باعث کھانے میں جہاں ان کے آقا و مولا ﷺ کی مبارک انگلیوں کے نشانات ہوتے وہیں وہ بھی انگلیاں ڈالتے تھے۔

محبت بڑی دور رس ہوتی ہے۔اسے الہام ہو جاتا ہے کہ محبوب کے لئے کس وقت کیا خدمت سرانجام دینی ہے؟

غزوہ خیبر میں حضرت سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد، چچا، شوہر اور دوسرے قریبی رشتہ دار واصل جہنم ہو گئے تھے۔اس زخم خوردہ عورت کی طرف سے انتقامی جذبے کے تحت کسی قسم کی خطرناک کارروائی کا ارتکاب خلاف قیاس نہیں تھا۔

حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ برہنہ تلوار ہاتھ میں لے کر آقا و مولا ﷺ کے خیمے کے قریب پہرے میں کھڑے ہو گئے اور ساری رات جاگ کر گزار دی۔صبح کو جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں خیمے کے پاس دیکھا تو فرمایا۔

تم یہاں کیسے؟

انہوں نے محبت وعقیدت کے نورانی جذبات سے سرشار ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ، چچا، اور شوہر کو آپ ﷺ نے قتل کرادیا اس لیے میں آپ ﷺ کے معاملے میں اسکی طرف سے بے خوف نہ تھا چنانچہ پہرے پر کھڑا ہوگیا کہ اگر اسکی طرف سے کسی ناپسندیدہ حرکت کا شبہ ہوتو میں فوراً آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے آپ ﷺ کے پاس پہنچ جاؤں۔

رسالتمآب ﷺ اپنے جانثار رفیق کی بات سن کر مسکرد یئے اور انہیں دعا دیتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ! جس طرح ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری حفاظت کی ہے تو بھی اسی طرح ان کی حفاظت فرما!

محبّ محبوب کی خدمت میں ہروقت چوکس رہتا ہے تاکہ اسکے محبوب کو کسی نوع کی تکلیف نہ پہنچے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ صفاء مروہ کے درمیان سعی فرمارہے تھے کہ کسی پرندے کا پر گرا اس سے قبل کہ وہ رسول ﷺ کی ریش مبارک پر گرے حضرت سیدنا ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فی الفور پکڑ لیا اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ سے ہر وہ شے دور کردے جو تجھے ناپسند ہو۔

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد ہر صحابی رسول دل گرفتہ وملول واداس تھا اگر کوئی جائے سکون تھی تو وہ محبوب اللہ ﷺ کا مزار اقدس تھا ایک روز حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور مزار پاک پر اپنے رخسار رکھ دیئے مروان نے دیکھا تو کہا۔

کچھ خبر ہے یہ کیا کرتے ہو؟

سنا تو فرمایا:

میں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا ہوں۔

حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محبوب کے آثار بھی محب کی محبت کو فروغ وجلا بخشتے ہیں اور وہ ان سے راحت وسکون حاصل کرتا ہے وہ محبوب کی نشانی کو بھی اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے اور ہجر وفراق کے زمانے میں یہ نشانیاں محبّ کے لیے گراں مایہ سرمایہ ہوتی ہیں وہ ان آثار ونشانیوں کے پس منظر میں محبوب کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور بیتے دنوں کی یادیں اسکے وجود کے اندر پھول مہکا دیتی ہیں محب کو اگر پتہ چل جائے کہ اسکے محبوب کی نشانی فلاں شخص کے پاس ہے تو وہ اس وقت تک بے تاب رہتا ہے جب تک اسے حاصل نہ کر لے۔

حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ شاعر تھے کو قصیدہ یا نعت سنانے پر حضور ﷺ نے خوش ہو کر ردائے مبارک عطا فرمائی حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں یہ چادر مبارک حضرت سیدنا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے بتیس ہزار درہم کے عوض خرید لی محض اس لئے کہ انہیں آنسرور ﷺ سے بے حد محبت تھی لہٰذا اپنے محبوب ﷺ کی چادر مبارک حاصل کر لی اگر اس ردّائے کی مبارک قیمت زیادہ بھی طلب کی جاتی تو حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادا کر دیتے کیونکہ محبوب کی نشانی انمول ہوتی ہے۔ یہی وہ چادر مبارک تھی جسے خلفاء عیدین کے روز اوڑھ کر نکلتے تھے۔

ایک بار حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے اور حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت عالیہ میں ایک آدمی بھیجا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میری طرف نبی کریم ﷺ کی چادر مبارک اور موئے مبارک ارسال فرمائیں بروایت مرجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ دونوں چیزیں میرے ذریعے حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھجوائیں حصول برکت کی خاطر حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر مبارک اوڑھ لی اور موئے مبارک کو پانی

سے دھو کر اس پانی کو پی لیا اور بقیہ پانی اپنے جسم پر مل لیا اور اپنے جذبہ محبت وعشق اشتیاق کو تسکین پہنچائی۔

جب محبّ کو کوئی شخص اسے محبوب کے مشابہ دکھائی دیتا ہے تو وہ اسے سر آنکھوں پر بٹھاتا ہے بے حد احترام سے پیش آتا ہے کیونکہ اس میں اسے اپنے محبوب کا عکس دکھائی دیتا ہے۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ مسعود میں بصرہ کے علاقہ میں ایک شخص کابس بن ربیعہ السامی البصری رہتے تھے ان کی نبی اقدس ﷺ کے ساتھ ایک گونہ صورتاً مشابہت پائی جاتی تھی۔ حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب مذکورہ شخص کے متعلق علم ہوا تو محبت رسول ﷺ نے جوش مارا انہوں نے حاکم بصرہ عبداللہ بن عامر کو مکتوب ارسال کیا کہ کابس بن ربیعہ کو احترام کے ساتھ میری طرف روانہ کردیں۔

جب کابس بن ربیعہ آئے تو حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً تخت سے اٹھے ان سے بغل گیر ہوئے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور مرغاب نامی علاقہ جو نہر مرو کے پاس تھا کی زمین ان کو عطا فرمائی۔

محبّ کو محبوب کی وجہ سے اسکی متعلقین سے بھی عقیدت وانس ہوتا ہے اور وہ ان سے مشفقانہ ومربیانہ رویہ رکھتا ہے یہی تقاضائے محبت ہے حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام ابراہیم حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شہر والوں سے ان کے احترام وتکریم کی بنا پر خراج معاف کردیا اور اسطرح اپنے محبوب آقا و مولا ﷺ سے محبت وعشق کا اظہار فرمایا۔

وقت کا دھارا تیزی سے بہتا رہا گردش لیل ونہار نے حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سفر زندگی کے اختتام پذیر ہونے کا اعلان کردیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے محبوب آقا و مولا ﷺ کا ایک کرتہ مبارک ناخن اور موئے مبارک بطور تبرک ونشانیاں موجود تھے جن کو زندگی بھر برکت کے لئے حرز جان بنائے رکھا ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے

اپنے اس عاشق صادق کو کرتہ مبارک مرحمت فرمایا تھا جو انہوں نے اپنے وصال کے دن کے لیے محفوظ رکھ چھوڑا تھا موئے مبارک کے بارے میں فرمایا:

ایک مرتبہ میں صفا کے مقام پر رسالتمآب ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا آنحضرت ﷺ نے اپنے بال مبارک کٹوانے کا ارادہ فرمایا یہ خدمت میں نے سرانجام دی اور مشقص کے ساتھ بال مبارک کاٹے اور ان میں سے بال میں نے حاصل کیے۔اور پھر وصیت فرمائی۔

جب میرا وصال ہوا تو حضور رحمت عالم ﷺ کے کرتہ مبارک میں مجھے کفنانا اور ناخن اور موئے مبارک جو شیشہ میں محفوظ ہیں میری آنکھوں اور منہ کے اندر بھر دینا شاید اللہ تبارک وتعالی اسکی برکت سے میری مغفرت فرمائے۔

لاریب محبّ آخر میں محبوب کی نشانی ساتھ رکھتا ہے یہی تو دلیل محبت وعشق ہے۔

(از کتاب، صحابہ کا عشق رسول ﷺ)۔

حضرت سیّدنا ابوطلحہؓ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

غزوہ احد میں ہر محب کی کوشش تھی کہ اسکے محبوب آقا و مولا ﷺ پر کوئی آنچ نہ آئے اگرچہ وہ بڑی بے جگری سے برسر پیکار تھا مگر دل ودماغ حضور اکرم ﷺ کی طرف تھا دوران جنگ بڑا ہی نازک وقت آیا تو اس ہنگام اللہ تعالی کے حبیب ﷺ میدان مین بڑی جرات مندی کے ساتھ کفار کے ساتھ لڑتے رہے۔

حضرت سیّدنا ابوطلحہؓ رضی اللہ تعالی عنہ جو حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کے علاقی باپ تھے۔ بڑے مشہور قدانداز تھے انہوں نے اس غزوہ میں اس قدر تیر برسائے کہ دو تین کمانیں ان کے ہاتھ میں ٹوٹ کر رہ گئیں انہوں نے جب دیکھا کہ ان کے آقا ﷺ تنہا ہیں تو دفاع کے لئے انہوں نے سپر سے آنحضرت ﷺ کے چہرے مبارک پر اوٹ کرلی

تاکہ آپ ﷺ پر کوئی وار نہ آنے پائے آپ ﷺ کبھی گردن مبارک اٹھا کر غنیم کی فوج کی طرف دیکھتے تو حضرت سیّدنا ابوطلحہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی محبت اور والہانہ انداز میں عرض کرتے:

یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! گردن مبارک بڑھا کر نہ دیکھیں مبادا کہ تیر لگ جائے یہ میرا سینہ آپ ﷺ کے سامنے ہے۔

اسی دوران میں اور جانثاروں نے حضور اکرم ﷺ کو دائرہ میں لے لیا لیکن دشمنوں نے شدید حملہ کیا حضرت سیّدنا ابوطلحہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمنوں کی تلواروں کو ہاتھ پر روکا جس سے ان کا ایک ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔

محبت ایسی خوشبو اور روشنی ہے جو چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز از خود نمودار ہوتی رہتی ہے۔ جب حضرت سیّدنا ابوطلحہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں کوئی چیز آتی تو خود رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دیتے تھے۔

ایک مرتبہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک خرگوش پکڑ لائے حضرت سیّدنا ابوطلحہؓ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ذبح کیا اور ایک ران حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیج دی آپ ﷺ نے یہ حقیر لیکن پرخلوص نذر قبول کر لی۔

جب محبوب اللہ ﷺ اس دار فانی سے سفر فرما کر اپنے اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے تو ہر عاشق رسول ﷺ کے غم والم کا اپنا رنگ اور اپنا انداز تھا۔

جب حضرت سیّدنا ابوطلحہؓ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راحت انس وجان محمد ﷺ نظر نہ آئے اور مدینہ منورہ کی گلیاں سنسان دکھائی دیں تو کئی دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح مدینہ منورہ کی سکونت ترک کر کے ملک شام چلے گئے لیکن جدائی کے آلاؤ ہر دم سینے میں بھڑکتے رہتے تھے جب رسول اللہ ﷺ کی یاد بہت ستاتی تو آستانہ نبوت کا رُخ کرتے اور مہینوں کا سفر طے کر کے اپنے محبوب آقا و مولا ﷺ کے مزار اقدس پر حاضر ہوتے اور قلب و روح کی تسلی کا سامان حاصل کرتے تھے۔

حضرت سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محب نہیں چاہتا کہ وہ اپنے محبوب سے جدا ہو بعض اوقات اس حقیقت کا اظہار زبان سے بھی ہوتا ہے ایک مرتبہ حضرت سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کیا۔

یارسول اللہ ﷺ! آدمی کسی ایک جماعت سے محبت کرتا ہے۔ لیکن اس جیسے اعمال کی طاقت نہیں رکھتا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابوذر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم جس شخص سے محبت رکھتے ہو اسی کے ساتھ ہو۔

عرض کیا:

میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔

ارشاد فرمایا:

تم یقیناً اسی کے ساتھ ہو جس سے محبت رکھتے ہو۔

وقت گزرتا رہا محبت پلتی رہی عشق پروان چڑھتا رہا زیارت محبوب ﷺ سے مشام جان کو معطر کرتے رہے ایک روز جب محبت نے جوش مارا تو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے جب آپ ﷺ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں قیام پذیر تھے۔

دریافت فرمایا:

اے ابوذر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہیں کیا چیز یہاں لائی۔

عرض کیا:

اللہ تبارک وتعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت۔

ایک مرتبہ حضرت سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے محبوب آقا ﷺ کے

ساتھ جا رہے تھے ایک مقام پر رُک کر رسالتمآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے ابوذر! جب تک میں نہ آؤں تم اسی جگہ رہنا۔

یہ فرما کر حضور اکرم ﷺ کچھ دور آگے بڑھ گئے اسی اثناء میں حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجنبی آواز سنی عاشق چونکہ بدگمان ہوتا ہے۔اس لئے انہیں رسول ﷺ پر خطرہ کا اندیشہ ہوا اور چاہا کہ فوراً آپ ﷺ کے پاس پہنچ جاؤں مگر اپنے آقا ومولا ﷺ کا حکم یاد آگیا لہٰذا رُک گئے۔محب کے لئے محبوب کے حکم کی تعمیل سب سے زیادہ مقدم ہوتی ہے۔اسی لیے انہوں نے تعمیل حکم کو اپنے اس جذبہ پر ترجیح دی جو محبت کی وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ اجنبی آواز سنتے ہی حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔

حضرت سیّدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محبوب کی عطاء سے محب کسی صورت میں بھی دست کش ہونے پر آمادہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس کے لئے نعمت کا درجہ رکھتی ہے۔اور اس کے لوح دل پر ہر وہ واقعہ رقم ہوتا ہے جس سے اس کے محبوب کی خوشگوار یا سوہان روح یادیں وابستہ ہوں۔

راحت انس وجان محمد ﷺ ہر کام کی ابتداء دائیں ہاتھ سے فرماتے تھے ایک دن حضرت سیّدہ میمونہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں دائیں جانب حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بائیں جانب حضرت سیّدنا خالد بن ولید بیٹھے تھے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا دودھ لائیں رسول اللہ ﷺ نے لے کر سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

حق تو تمہارا ہے اگر ایثار کرو تو خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے سکتے ہو۔

سُنا تو عرض کیا:

میں آپ ﷺ کا جوٹھا کسی کو نہیں دے سکتا۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ جو تابعی ہیں بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

پنج شنبہ کا دن ۔کون پنج شنبہ۔

اتنا کہنے پائے تھے کہ رونے لگے اور اس قدر روئے کہ سامنے پڑے ہوئے سنگریزے ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے جب اسکی وجہ پوچھی ابن عباس! رضی اللہ تعالیٰ عنہ پنج شنبہ کے دن میں کیا ایسی بات ہے؟ تو عالم بے قراری میں گویا ہوئے۔

اسی دن میرے محبوب آقا و مولا ﷺ کی بیماری نے شدت پکڑی تھی۔

اور جب کبھی انہیں جمعرات کا دن یاد آجاتا تو بے حد مضطرب ہو جاتے تھے بے اختیار ان کے لبوں سے نکلتا۔

ہائے جمعرات کا دن۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجۃ الوداع کہنے کو مکروہ جانتے تھے مگر اسکی وجہ بیان نہ فرمائی غالباً اسکی وجہ یہ تھی کہ اس نام سے حضور ﷺ کا وداع رخصت فرما جانا یاد آجاتا تھا اور یہ یاد حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے انتہائی درد والم کا باعث تھی دراصل یہ سب آنحضرت ﷺ سے محبت و عشق کی باتیں تھیں کوئی بھی محبّ اپنے محبوب کی جدائی اور ان لمحات کو یاد کر کے کانپ اٹھتا ہے۔

حضرت سیّدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

محبوب کی جوتیوں کے نیچے جو خاک آتی ہے محبّ کے لئے وہ کحل البصر کی حیثیت رکھتی ہے اور اگر اسے محبوب کی کفش برداری کی سعادت مل جائے تو اسکی خوش بختی پر چاند مارے رقص کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے محبوب آقا ﷺ کے نعلین، بستر

اور مسواک اٹھاتے تھے اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔

محمد بن یحییٰ حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں۔

جب رسالتمآب ﷺ تشریف رکھتے تو حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے نعلین مبارک پاؤں سے اتارتے اور اپنی آستینوں میں چھپا لیتے تھے اور جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو نعلین مبارک پہناتے اور آپ کے ساتھ عصا پکڑ کر چلتے یہاں تک کہ آپ ﷺ حجرہ مبارک میں داخل ہو جاتے۔

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد دوسرے عشاق کی طرح حضرت سیّدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے اداس وملول رہتے تھے حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ہر جمعرات حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کرتا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے کبھی نہیں سنا کہ یہ نہ کہا ہو کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حتیٰ کہ ایک شام ابھی یہ الفاظ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہے ہی تھے، کہ ان کی آنکھیں برس پڑیں اور گلے پھٹے پھول گئے اور کہا:

میں نے اپنے محبوب آقا ﷺ کی کھلے گلے کی صورت میں زیارت کی ہے۔

حضرت سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

مسجد نبوی میں محبوب کبریا ﷺ تشریف فرما تھے محبین وجاںنثار مؤدب بیٹھے تھے اسی لمحے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت وسوز میں ڈوبی ہوئی آواز صفا میں ابھری۔

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ

وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ

کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

ترجمہ:

تساں ورگا سوہنا کوئی ڈٹھا نہ اکھیاں نے

تساں ورگا سوہنا کوئی جنیاں نہی کسی ماں نے

ہر ایک عیب تھیں پاک خدا پیدا تساں نوں کیتا

پیدا ہوئے آپ تسیں جویں چاہیا آپ تساں نے

عاشقان رسول ﷺ اشعار سن کر محبت رسول ﷺ کے گہرے پانیوں میں غوطہ زن تھے اور ختم المرسلین ﷺ ارشاد فرما رہے تھے۔ تم نے درست کہا:

محبوب حق ﷺ کے مناقب وفضائل ومقام ومرتبہ کے بارے میں بجز رب کریم کوئی نہیں سمجھ سکتا البتہ محبین کو اس ضمن میں جس قدر ادراک وآگہی ہوئی انہوں نے اسکا اظہار کیا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آقا ومولا ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

میں خلفا بیان کرتا ہوں کہ میرے محبوب ﷺ کی بات میں کسی کو دخل دینے کی مجال وہمت نہ تھی اور اس حقیقت میں قطعا باطل کی گنجائش نہیں ہے۔

میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں جب تک حیات ہوں جب کسی کی فوتیدگی کے بارے میں سنوں گا تو میں اپنے محبوب ﷺ کے لئے روتا اور تڑپتا رہوں گا۔

روئے زمین پر رحمۃ للعالمین ﷺ کی مانند کوئی ایسا نہیں گزرا جو ہمسایہ کی ذمہ داری یا وعدہ ایفاء کرنے میں آپ ﷺ سے زیادہ وفا شعار ہو۔

بدر کائنات ﷺ ایک نور تھے کہ ان سے روشنی حاصل کی جاتی تھی۔ ان کے امر میں برکت تھی وہ احتیاط اور ہدایت فرمانے والے تھے ان کے برابر کون ہو سکتا ہے؟

میرے آقا ومولا ﷺ انبیائے سابقون کی تصدیق فرمانے والے تھے۔ اور طالب خیر کے حق میں سب سے زیادہ احسان فرماتے تھے۔

اے بہترین مخلوقات! میں پہلے ایک نہر جاری میں تھا لیکن جب صبح ہوئی تنہا تشنہ

کام جیسا رہ گیا۔

اب تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ نیند ہی نہیں آتی، یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان میں سرمہ کی کرکری پڑ گئی ہے کہ آنسو تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے۔

اس محبوب ﷺ پر جزع وفزع کی بنا پر میری نیند اڑ گئی ہے۔ جواب زمین کے آغوش میں ہے اے سنگریزوں کو سب سے بہتر روندنے والے دور نہ ہو جانا۔

صد افسوس اب حضور اکرم ﷺ کے انصار اور آپ ﷺ کے گروہ کا کیا ہوگا جب کہ وہ جو زمین پر بہترین ہستی تھی۔ آج زیر زمین مدفون ہے۔

اے میرے پیارے آقا ﷺ! میرا پہلو آپ ﷺ کو مٹی سے بچاتا۔ مجھ پر افسوس ہے، کاش ایسا ہوتا کہ آپ ﷺ سے قبل بقیع الغرقد میں دفن ہو جاتا۔

پاک دامن عفیفہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اکلوتے فرزند دلبند حضرت محمد ﷺ جو نیک ترین سعادت کے ساتھ تولد ہوئے ان کی یاد میں برکت ہے۔

میرے پیارے آقا ﷺ آپ کا پاک وجود ایسا نور تھا۔ جس نے تمام روئے زمین کو روشن کر رکھا تھا۔ جس نے بھی اس نور سے فیض پایا اس نے ہدایت پائی۔

حضور اکرم ﷺ کے بعد مدینہ منورہ کی سرزمین ویران وسنسان دکھائی دیتی ہے۔

اب میں اہلِ مدینہ کے ساتھ کیسے بیٹھوں گا۔ وائے حسرت، افسوس میں نے جنم ہی نہ لیا ہوتا۔

میرے ماں باپ اس نبی کامل نبی ﷺ پر فدا ہوں جو یوں دوشنبہ کو ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔

کاش میری نسبت اللہ تعالیٰ کا جلد امر آجائے اور میں آج ہی کے دن یا کل رحلت کر جاؤں۔

اے رب کریم! مجھے میرے آقا و مولا ﷺ کے ساتھ جنت الفردوس میں جمع فرما تا کہ حاسدین کی آنکھوں میں زخم پڑ جائیں۔

اے جلال والے! بلندی والے! اور بزرگی والے رب! ہمیں جنت الفردوس میں

یکجا کر دے اور اس کو ہمارے لیے لازم بنا دے۔

شہروں کی وسعتیں انصار پر تنگ ہو گئیں، انہوں نے اس حالت میں صبح کی کہ برنگِ

سرمہ ان کے چہرے سیاہ ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بطور ہدیہ آپ ﷺ کو ہمیں عطا فرمایا اور آپ ﷺ کے توسط سے

ہر احتیاط کے وقت انصار پیغمبر کی ہدایت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ اور جو اس کے عرش کو گھیرے ہوئے ہیں اور جتنی پاک مخلوق ہے سب

بابرکت احمد ﷺ پر درود بھیجیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر بیشتر غم فراق محبوب ﷺ میں اپنے

جذبات و احساسات کا مختلف محافل و مواقع پر اشعار کی صورت میں اظہار فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

اے آنکھ! اس طرح فیاضی کے ساتھ آنسو بہا کہ سیلاب آجائے اور تو پے در پے سیل

اشک اور نالے سے کبھی نہ اکتائے۔

آج کے بعد تمہارے آنسو میرے لیے ختم نہ ہوں کیونکہ میں مصیبت زدہ ہوں اور

تسلی پانے والا نہیں۔

اے آنکھ! تو میرے سینے پر چار چار آنسو بہا۔ کیونکہ پسلیوں کے اندر جلا دینے والا

مھین سوز پنہاں ہے۔

چشمے اور مشک کے پانی کی طرح آنسو بہا۔ ایسا پانی جسے نالے سے لے کر نتھار کے

سقا اٹھائے لئے پھرتا اور پلاتا ہو۔

ایسے رسول ﷺ پر رو جو ہمارے تھے۔ خالص اور مخلص تھے۔ تمام خلق اللہ میں سب

سے زیادہ رودار عفیف تھے۔ اور نادان نہ تھے۔

آپ ﷺ حقیقت اور حق کے حامی تھے نہایت فیاض وسخی تھے مصیبت زدوں کو دُکھوں سے آزادی دلانے والے تھے۔ کریم تھے، بزرگ تھے اور سر بلند تھے۔

جس دل میں نورِ عشق محمد ﷺ ہے دوستو
بیشک تم اس میں پاؤ گے رب وودو کو

حضرت سیّدنا بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

غلام خانے میں ایک سیاہ فام حبشی غلام جس کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے اور رسیاں اس کے زخموں میں دھنسی ہوئی تھیں کسمپرسی کے عالم میں زخموں کی تکلیف سے کراہ رہا تھا اسکا پورا جسم زخم بنا ہوا تھا سارا دن اس غلام پر کبھی کوڑے برستے رہتے تھے کبھی اسکے گلے میں رسی ڈال کر نوکیلے کنکروں، سنگریزوں اور پتھروں پر گھسیٹا گیا تھا کبھی اسے لوہے کی زرہ پہنا کر تیز دھوپ میں لٹایا گیا تھا کبھی اسکے سینے پر بھاری پتھر کی سلیں رکھ دی گئی تھیں کہ سانس لینا دوبھر ہو جاتا تھا اور کبھی اسے جلتے کوئلوں پر لٹایا گیا تھا یہ مظالم اس ستم رسیدہ غلام پر ہر روز ڈھائے جاتے تھے اور یہ اس جرم کی سزا تھی کہ وہ صرف ایک اللہ کو مانتا تھا لیکن آفرین ہے اسکے ثبات پختگی ایمان اور محبت پر کہ ان شدائد کے باوجود اسکے لبوں سے صرف احد احد کا لفظ ہی نکلتا تھا اور یہ وہ لفظ تھا جس کو اس کا آقا امیہ کسی نوع سننا پسند نہیں کرتا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا غلام اسکے تین سو ساٹھ خداؤں سے ناطہ توڑ کر صرف ایک اللہ کو مانے۔

یہ جور و ستم جو حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر روا رکھے جاتے تھے ان کو برداشت کرنے کا حوصلہ صرف وہ دل آویز مسکراہٹ عطا کرتی تھی جو اس غلام کو دیکھ کر عالم عالمیان ﷺ کے لب ہائے مبارک پر پھیل جاتی تھی جب آپ ﷺ اسکو دیکھ کر مسکراتے تو اسے یوں محسوس ہوتا جیسے بادلوں کے گھونگٹ سے چاند نکل آیا ہو۔ چلچلاتے زخموں پر مرہم کا پھاہا رکھ دیا گیا ہو چلتی تپتی دوپہر میں نسیم سحر چلنے لگی ہو اور برستے کوڑے یوں لگتے تھے جیسے پھولوں کی

برسات ہو رہی ہو یہ سب رحمۃ للعالمین سے محبت و عشق کا کرشمہ تھا کہ محبوب اللہ ﷺ کی ایک مسکراہٹ اُمیہ کے مظالم کو اسکی نظر میں بے حد تو قیر و ہیچ بنا دیتی تھی۔

ایک روز سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ! بلال کی اذیت دیکھی نہیں جاتی۔

سماعت فرمایا تو ارشاد فرمایا:

ابو بکر مت گھبراؤ حق کا سورج زیادہ دیر تک گرہن میں نہیں رہتا آزمائشوں کی انہیں بھٹیوں میں عشق و ایمان کا سونا نکھرتا ہے وہ دن بہت جلد آ رہا ہے جب اہلِ ایمان کی دنیا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا آقا کہہ کر پکارے گی۔

اور پھر ایک دن حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ ایمان کے آقا حضرت بلال کو اُمیہ کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے خرید لیا۔ اس وقت وہ بھاری پتھروں کے نیچے دبے ہوئے تھے آنکھیں خون اور آنسوؤں سے دھندلائی ہوئی تھیں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

بلال اب تم غلامی سے آزاد ہو۔

لیکن ان میں جواب دینے کی سکت نہ تھی خاموش رہے اور پھر حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بازو سے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے بازو سے اور انہیں نیم مردہ حالت میں آدھا راستہ چلاتے اور آدھا راستہ گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دولت کدہ پر پانچ دن بے ہوش رہے کبھی تھوڑی دیر کے لیے ہوش بھی آ جاتا تھا اس دوران میں زخموں کا علاج بھی ہوتا رہا چھٹے روز حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدرے چلنے پھرنے کے قابل ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بتایا بلال، آقائے نامدار ﷺ متواتر تین

دن کمرے میں جا کر دعائے صحت فرماتے رہے ہیں اور جب تک تیرا بخار نہیں اترا آپ ﷺ نے دعائیں جاری رکھیں۔

قدرے توقف کے بعد فرمایا:

اور جب میں نے تمہاری صحت یابی پر حضور اکرم ﷺ کو مطلع کیا تو اتنے خوش تھے کہ میں نے کبھی کسی کو اتنا خوش نہیں دیکھا۔

ساتویں روز سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ محبوب کبریا ﷺ میں لے گئے۔ اس وقت آپ ﷺ تنکوں کی چٹائی پر تشریف فرما تھے جب اپنے محبّ کو دیکھا تو آنکھیں بھر آئیں اپنی جگہ سے اٹھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغل گیر ہوئے اور گلے لگا کر ارشاد فرمایا:

بلال! جب تک دنیا قائم ہے یہ بات یاد رکھی جائے گی کہ اسلام کی راہ میں اذیت برداشت کرنے والے پہلے شخص تم تھے۔

اس وقت حضور ﷺ کے آنسو مبارک ان کے چہرے پر گر رہے تھے۔ اور وہ یوں محسوس کرتے تھے جیسے جنت الفردوس میں محو خرام ہوں اور پھر آپ ﷺ نے ان کا بازو پکڑ کر اپنے ساتھ چٹائی پر بیٹھنے کے لئے فرمایا:

جس کے بارے میں وہ وہم وگمان بھی نہیں کر سکتے تھے کہ آقا ایسی محبت وشفقت کرنے والے بھی ہوتے ہیں اور پھر یہیں سے رسول عربی ﷺ کی غلامی کی بائیس سالہ رفاقت کا آغاز ہوا۔

یہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جنہیں خرید کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آزاد کیا تھا ایک حبشی غلام تھے۔ جو حضور اکرم ﷺ کی غلامی میں آ کر ہمارے سردار بن گئے یہ اُمیہ کافر کے غلام تھے اور مسلمان ہو گئے تھے اُمیہ کو پتہ چلا کہ بلال مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ آپ کو سخت ایذائیں دینے لگا۔ آپ کو ننگے بدن دوپہر کے وقت ریت پر لٹاتا اور پٹواتا تھا مگر۔

آنجا کہ منتہائے کمال ارادت است

ہر چند جور بیش محبت زیادت است

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پٹتے ایذا سہتے اور احد احد کے نعرے لگاتے تھے اور گویا حضور ﷺ کے تصور میں یہ فرماتے تھے۔

حلق پہ تیغ رہے سینے پہ جلاد رہے

لب پہ تیرا نام رہے دل میں تیری یاد رہے

یارسول اللہ، مرجاؤں، کٹ جاؤں، مٹ جاؤں مگر تیرا دامن چھوڑنا منظور نہیں ہے۔

توڑ دیں گر ہڈیاں میری سبھی

دامن احمد نہ چھوڑوں گا کبھی

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ بلالؓ پٹ رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ منظر دیکھ کر پوچھا بلال! یہ کیا؟ پٹتے ہو اور ہنستے ہو، بلال نے جواب دیا کہ دیکھیے یہ واقعہ ہے اور یہ دستور ہے کہ اگر کسی کو ایک مٹی کا پیالہ خریدنا منظور ہو تو وہ خریدار

پہلے تو ٹھونکے بجائے گا اسے وہ بالیقیں

کہ یہ کچا تو نہیں ہے اور ٹوٹا تو نہیں

میں بھی ہوں مٹی کا پتلا عشق کے بازار میں

آ گیا ہوں میں پسند اس دم نگاہ یار میں

اے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ مجھے اس کافر سے پٹوا کر میرا حساب لے رہا ہے کہ میں عشق رسول ﷺ میں کچا تو نہیں ہوں تو میں خوشی سے کیوں نہ ہنسوں کہ میرا مولا مجھے خریدنے کے لیے تیار ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشق رسول ﷺ کے رنگ میں سرتاپا رنگے ہوئے

تھے، ہر لمحہ خیال محبوب ﷺ میں مستغرق رہتے تھے نعمتِ دیدار کے لیے مثل ماہی بے آب مچلتے تھے آپ کے لبوں پر اکثر یہ الفاظ مچلتے رہتے تھے۔

قم قم یا حبیبی کم تنام

طالب المولیٰ لا ینام

قم قم یا حبیبی کم تنام

العاشق والمعشوق یا لا ینام

قم قم یا حبیبی کم تنام

والعشق والمحبة لا ینام

قم قم یا حبیبی کم تنام

کھڑے ہو کھڑے ہوائے حبیب کب تک سوؤ گے اللہ کا طالب نہیں سوتا۔

کھڑے ہو کھڑے ہوائے حبیب کب تک سوؤ گے عاشق و معشوق نہیں سوتے۔

کھڑے ہو کھڑے ہوائے حبیب کب تک سوؤ گے عشق و محبت نہیں سوتے۔

کھڑے ہو کھڑے ہوائے حبیب کب تک سوؤ گے۔

اور جب اپنے آقا و مولا ﷺ کو دیکھ لیتے تو سکون و قرار آجاتا تھا لیکن کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایک دن اُن کا محبوب ﷺ داغ مفارقت دے کر اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس تشریف لے جائیں گے۔ اور پھر وہ وقت آگیا جب سید کائنات ﷺ اپنے محب اعلیٰ کے پاس تشریف لے گئے۔ اس لمحے عشاق کے قلوب پر کیا گزری تھی اُن کی ارواح کس طرح تڑپی تھیں احاطہ و بیان تحریر سے باہر ہے ہر محب و عاشق کے قلب و نظر میں خزاں نے ڈیرے جما لیے تھے غموں کے بھاری پتھر ان پر گرے تھے، جینے کی تمنا نے دم توڑ دیا تھا مدینہ منورہ کے گلی کوچے جہاں اُن کا محبوب ﷺ خرام ناز فرمایا کرتا تھا اداس اور مغموم دکھائی دیتے تھے ہر محب اپنے ہی غم فراق میں غلطاں و پیچاں تھا۔

یہ تھے صحابہ کرام جن کے سینے میں عشق مصطفی ﷺ سمایا ہوا تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ کو دیکھتے تو ان کے سینے میں عشق مصطفی ﷺ کی چنگاری روشن ہو جاتی۔

رُخ انور سے جب پردہ ہٹا لیتے ہیں
دور والوں کے بھی ہوش اڑا لیتے ہیں

جب اللہ کے محبوب ﷺ کا دیدار کرتے ان کے دل کیا ؟ مرجھائی ہوئی کلیاں کھل جاتی تھیں۔

حبِ محمد ﷺ :۔

اس آیت کریمہ کے تحت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوہ طور پر نوازا گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا:

الٰہی !تو نے مجھے ایسی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے کہ مجھ سے پہلے کسی کو ایسا مقام عطا نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ !ہم نے تیرے دل کو متواضع پایا تو اس مقام سے نواز دیا۔

فَخُذمَااٰتیتکَ وَکُن مِنَ الشَّاکِرِینَ وَمُت علیٰ تَوحِیدوَّ حُبِّ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ

جو آپ کو دیا گیا اس پر شکر کرو اور زندگی کے آخری لمحات تک توحید اور محمد ﷺ کی محبت پر رہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

یا اللہ !محمد ﷺ کی محبت تیری توحید کے ساتھ ضروری ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَولَامُحَمَّدوَّاُمَّتہ لَمَاخَلَقتُ الجَنَّۃَ وَلَاالنَّاروَلَاالشَّمسَ وَلَاالقَمَرَ

وَلاَ الَّیلَ وَلاَ النَّھارَ وَلاَ مَلَکاً مُقرباً وَّلاَ نبِیاً مُرسلاً وَّلاَ ایَّاکَ۔

اگر محمد، اور اسکی اُمت نہ ہوتی تو میں جنت و دوزخ، سورج، چاند، رات، دن، فرشتے انبیاء کسی کو پیدا نہ کرتا اور اے موسیٰ! تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

حدیثِ قدسی ہے:

لَولاکَ لَمَا اَظھرتُ الرَّبُوبِیَّۃَ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو بھی ظاہر نہ کرتا۔

(صفحہ ۱۲۸ بارہ تقریریں)

حضرت سیدہ اُم عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:۔

عالی مرتبت حضرت اُم عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوہ اُحد میں زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں جب فتح شکست میں بدلی اور حضور اکرم ﷺ کو تنہا دیکھا تو مشکیزے کو ایک طرف رکھ دیا اور قریب ہی پڑے ہوئے شہید کی تلوار اٹھائی اور اپنے آقا و مولا ﷺ کے پاس جا کر کھڑی ہو گئیں تا کہ دشمن کا تیر یا کوئی ہتھیار آپ ﷺ تک نہ پہنچے اور جب کوئی قریب آتا اس سے بڑی بہادری کے ساتھ نبرد آزما ہوتیں۔

ابن قمیہ جو رسول ﷺ کا موذی دشمن تھا، وہ آیا تو اسکے ساتھ بے جگری کے ساتھ لڑیں اور میدان جنگ سے مار بھگایا لیکن اس معاملے میں خود بھی جسم پر کاری زخم کھائے مگر اسکے باوجود سینہ سپر جنگ کرتی رہیں اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اُم عمارہ! تو نے تو مردوں سے بڑھ کر بہادری دکھائی ہے جتنی طاقت تجھ میں ہے وہ کسی اور میں کہاں؟

اور پھر رسول اکرم ﷺ نے خود ان کے زخموں پر پٹی بندھوائی اور دریافت فرمایا۔

بتاؤ کیا چاہتی ہو؟

عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول،! میرے لیے دعا فرمائیں کہ آخرت میں بھی آپ ﷺ کے قدموں میں جگہ نصیب ہو۔

جب حضور رحمت عالم ﷺ نے دعا مبارک کے لئے ہاتھ اٹھائے تو کہنے لگیں:

اب دنیا میں کسی مصیبت کی مجھے پرواہ نہیں۔

پھر اپنے زخمی بیٹے عبداللہ کی طرف متوجہ ہوئیں اور اس سے کہا:

بیٹا آخر دم تک دشمنوں سے برسر پیکار رہنا۔

﴿اُمّ عمارہ کی جاں نثاری﴾

اچانک چھاگئی ایک ہول کی چادر زمانے پر
خدا جانے پڑی یہ ضرب کس ہستی کے شانے پر
یہ کس نے آکر گردن زیر تیغ خوں فشاں رکھ دی
یہ کس بندے نے بنیاد بقائے جاوداں رکھ دی
وہی با حوصلہ شایاں ہر مدح و ثنا بی بی
وہی ام عمارہ ہاں وہی حق آشنا بی بی
وہی نوری فرشتہ تھا کہ بالعجیل آپہنچا
نبی پر ڈھال بننے کو پر جبریل آ پہنچا
نبی پر وار ہوتا اس نے دیکھا دوڑ کر آئی
ادھر شمشیر چمکی اسطرف یہ ڈھال لہرائی
کیا تھا وار محبوب خدا پر بد قوارہ نے
مگر سر پیش قاتل رکھ دیا ام عمارہ نے

حیا کا معجزہ تھا جوش ایماں کی کرامت تھی
کہ زہر تیغ کھا کر بھی وفا زندہ سلامت تھی
بڑھی ام عمارہ لے کر تیغ آبدار اس پر
کئے اس شیر زن نے پے در پے دو تین وار اس پر
یہ جرات دیکھ کر منہ ہو گیا زرد کافر کا
مگر ملفوف تھا آہن میں تن نا مرد کافر کا
عدو کو زخم خوردہ شیرنی کی شان دکھلا کر
گری اللہ کی بندی بوجہ ضعف غش کھا کر
شریک جنگ تھے اسکے پسر بھی اسکا شوہر بھی
یہ تیغیں تھیں خدا کی کھل رہے تھے ان کے جوہر بھی
نگہباں تھی نگاہ رحمت عالم ضعیفہ کی
کہ شایانِ وفا تھی جاں نثاری اس عفیفہ کی
یہ رنگ زخم داری شاق تھا محبوب باری پر
عمارہ کا تعین کردیا تیمار داری پر

حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:۔

امارت کا مزاج خدمت وادب کروانا اور دوسروں سے ایثار وقربانی طلب کرنا ہے۔ لیکن جب کسی سے دلی وروحانی محبت ہو تو معاملہ اُلٹ ہو جاتا ہے۔ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ کی امیر ترین خاتون تھیں ان دنوں آنحضرت ﷺ کے پاکیزہ اخلاق وستودہ صفات کی گواہی مکہ کی ہر گلی وکوچہ دے رہا تھا عام وخاص سب آپ ﷺ کو امین کے لقب سے یاد کرتے تھے حضرت خدیجہ کی عقیدت نواز نگاہیں بھی کسی ایسے ہی فرد مقدس کی جستجو میں تھیں

بڑے اشتیاق سے آپ ﷺ کی پذیرائی کے لئے آمادہ ہوگئیں بصد ادب سامان تجارت ملک شام لے جانے کی استدعا کی چچا ابوطالب کے ذریعے معاملہ طے پایا گیا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خدمت کے لئے غلام میسرہ ساتھ کر دیا اس تجارت سے پہلے کی نسبت دوگنا اضافہ ہوا حضرت خدیجہ نے طے شدہ رقم سے زیادہ بیش خدمت کی اور قبول کرنے کی التجا کی اور دل میں آپ ﷺ سے نکاح کا ارادہ استوار کر لیا اپنی باندی نفیسہ کو پیامبر بنا کر بھیجا اور پھر آپ کا ایماء پا کر اکابرین خاندان کی موجودگی میں آپ ﷺ سے نکاح ہو گیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کئی غلام اور باندیاں گھر میں کام کاج کرنے اور خدمت کے لئے موجود تھیں لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبت نے گوارا نہ کیا کہ کوئی اور حضور ﷺ کی خدمت کرے۔ اس سعادت کو وہ خود سمیٹنا چاہتی تھیں لہٰذا حضور اکرم ﷺ کی خدمت بذات خود کیا کرتی تھیں اور اس میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ لہٰذا تاحیات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے محبت بھری خدمت میں گزار دی۔

تعظیم و تکریم اور ادب محبت کا شعور ہے۔ لہٰذا حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ساری زیست اپنے آقا و مولا ﷺ کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہا اور سر تسلیم خم کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ جب آپ ﷺ نے نزول وحی کے بارے میں اپنی زوجہ محترمہ کو بتایا تو انہوں نے کہا:

بے شک آپ سچ کہتے ہیں۔

اور جب اعلان نبوت فرمایا تو فوراً ایمان لے آئیں۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:۔

جب سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رخصتی کے بعد کاشانہ نبوت ﷺ میں تشریف لائیں تو عاقلہ و بالغہ تھیں۔ انہی کا من تھا کہ تمام تر جذبات محبت اور مقصد حیات کا محور مرکز رسول اللہ کی رضا و خوشنودی تھا۔ خواب و بیداری میں سدا آقائے نامدار ﷺ کا تصور

وخیال رہتا تھا جب کبھی رات کو آنکھ کھل جاتی اور محبوب قریب پاتیں تو اطمینان کا سانس لیتی تھیں اور اگر کبھی قریب نہ پاتیں تو مثل سیماب مضطرب ہو جاتی تھیں۔

رات بے گام گزر رہی تھی ہر سو خاموشی محیط تھی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھ کھل گئی حجرہ اقدس میں اندھیرا تھا اپنے آقا ﷺ کو قریب نہ پایا تو پریشان ہو گئیں۔ بمقتضائے عشق است و ہزار بدگمانی ہوا کے دوش پر ایک خیال ذہن میں در آیا کہ مبادہ حضور اکرم ﷺ کسی دوسری زوجہ کے پاس تشریف نہ لے گئے ہوں گھر میں چراغ نہیں تھا۔ اِدھر اُدھر ٹٹولنے لگیں ایک جگہ رسول اکرم ﷺ کے مبارک وطیب پاؤں مبارک سے ہاتھ مس ہوا جو سر بسجود تسبیح میں مشغول تھے جب اپنے محبوب ﷺ کو وہاں موجود پایا تو اپنے خیال پر خجل و شرمندہ ہوئیں۔

ایک دن پھر ایسا ہی ہوا کہ ام المومنین سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نصف شب کے قریب بیدار ہو گئیں، حضور اکرم ﷺ کو قریب نہ پایا تو بے تابانہ اُٹھ کر اندھیرے میں تلاش کرنے لگیں۔ لیکن سرکا ﷺ وہاں موجود نہیں تھے بہ عجلت حجرہ مبارک سے باہر نکلیں اور تلاش میں چل کھڑی ہوئیں چلتے چلتے قبرستان پہنچ گئیں، دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ دعا میں مشغول ہیں، الٹے پاؤں واپس لوٹ آئیں۔

جب صبح ہوئی تو حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ سے رات کے واقعہ کا ذکر کیا سماعت فرمایا تو لب مبارک کو جنبش دی۔

ہاں رات کو کوئی کالی سی چیز سامنے جاتی معلوم ہوتی تھی وہ تم ہی تھیں؟

محبّ کو محبوب کی پسند و ناپسند کا خیال ہر لحظہ دامن گیر رہتا ہے خاص طور پر حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی پسند و ناپسند ہو بہ درجہ اولیٰ مدِ نظر رکھتیں تھیں۔

ایک دن حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چرخہ کات رہی تھیں رسالتمآب ﷺ سامنے تشریف فرما اپنے نعلین کو پیوند لگا رہے تھے اتنے میں آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر شکنِ پسینہ کے قطرات نمودار ہوئے ان سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ خوبصورت منظر دیکھا تو اپنا کام بھول گئیں۔

اس نظارہ رُوح پرور میں کھو گئیں۔

عائشہ صدیقہ تمہیں کیا ہوا؟

محبوب کبریا ﷺ نے دریافت فرمایا:

عرض کی:

یا نبی ﷺ! آپ ﷺ کی جبیں اقدس پر پسینے کے قطرے نور کے ستارے معلوم ہوتے ہیں اگر اسی کیفیت کا مشاہدہ ابوکبیر الہذلی کر لیتا تو بے ساختہ پکار اٹھتا کہ میرے اس شعر کا مصداق آپ ﷺ ہیں۔

اذا نظرت الی اسرة وجهة

برقت بروق العارض المتهلل

ترجمہ: جب میں نے اس کے روئے روشن کو دیکھا تو اسکے رخساروں کی روشنائی اور صفائی میں وہ شکن بصورت چودھویں کے چاند نظر آئے۔

حضور اکرم ﷺ نے سماعت فرمایا تو حسین ہونٹوں پر نورانی مسکراہٹ کی ہلکی سی لہر دوڑ گئی۔

ایک روز چند خواتین نے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا اور کہا:

انہیں دیکھ کر زنان مصر نے اپنی انگلیاں کاٹ لی تھیں۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان عورتوں کی باتیں سنیں تو حضور اکرم ﷺ کے حسن و جمال کی تعریف میں دو اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اگر آپ ﷺ کے رخسار مبارک کے اوصاف اہل مصر سن پاتے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت لگانے میں سیم وزر نہ بہاتے اور زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں اگر میرے محبوب ﷺ کی جبیں انور دیکھ لیتیں تو وہ اپنے ہاتھ کاٹنے کی بجائے اپنے دلوں کو کاٹ کر پھینک دیتیں۔

اور پھر حضور اکرم ﷺ کی محبت میں ڈوب کر فرمایا:

لنا شمس والا فاق شمس

فشمس خیر شمس السماء

فشمس الناس تطلع بعد فجر

فشمس تطلع بعد العشاء

یعنی ایک میرا سورج ہے اور ایک آسمان کا سورج ہے میرا سورج آسمان والے سورج سے بدرجہ بہتر ہے۔لوگوں کا سورج فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے لیکن میرا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔

بنت صدیق آرام جانِ نبی
اس حریم برات پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورہء نور جن کی گواہ
ان کی پُر نور صورت پہ لاکھوں سلام
جن میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں
اس سرادق کی عصمت پہ لاکھوں سلام
شمع تابانِ کاشانہ اجتہاد
مفتی چار ملت پہ لاکھوں سلام

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا:۔

رحمت مجسم ﷺ کو اپنی چاروں صاحبزادیوں سے یکساں محبت تھی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے چھوٹی تھیں لہٰذا ان سے قدرے زیادہ لاڈ تھا اور وہ بھی اپنے ابا سے بے حد پیار کرتی تھیں۔

ایک دن آنحضرت ﷺ مکہ کی ایک گلی سے تشریف لا رہے تھے کہ کسی بد بخت نے مکان کی چھت پر سے آپ ﷺ کے اوپر گندگی پھینک دی آپ ﷺ جب اسی حالت میں گھر تشریف لے گئے تو سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیکھ کر تڑپ اٹھیں بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے انہوں نے اپنے والد حضور اکرم ﷺ کے سر اقدس اور کپڑوں کو دھویا اور

عرض کی:

ابا جان' آپ لوگوں کو دین کی دعوت دیتے ہیں سیدھا راستہ دکھاتے ہیں اور لوگ آپ ﷺ کو تنگ کرتے ہیں۔

بیٹی کے محبت بھرے جذبات سُنے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حق کی مخالفت گمراہوں کا شیوہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا پیغام بہر حال پہنچانا ہے۔ فکر مند نہ ہو، اللہ کریم تیرے باپ کا محافظ ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ مسجد تشریف لے جاتے تو راستے میں لوگ مذاق اڑاتے تھے۔ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتی تھیں معصوم پاک دل پر گہرے زخم لگتے تھے اندر ہی اندر کڑھتی رہتی تھیں اور چہرہ مبارک پر غم اور پریشانی ڈیرے ڈال لیتی تھی۔

مکہ میں جب ظلم واستبداد کی انتہا ہو گئی تو بحکم خدا، رسالتمآب ﷺ بطرف مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے یہاں اگرچہ رسول اکرم ﷺ کو کفار ومشرکین مکہ کے قیام کے دوران جیسی تکالیف تو پہنچا نہیں سکتے تھے لیکن ان کی دشمنی میں شدت بھی آ گئی تھی، اور اسکی نوعیت بھی بدل گئی تھی وہ کسی نہ کسی نوع آپ ﷺ کے لیے مشکلات پیدا کرتے رہتے تھے اور دین اسلام کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔

آب تطہیر سے جس میں پودے جمے
اس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام
خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
اس بتول جگر پارہ مصطفٰے
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جسکا آنچل نہ دیکھا کبھی منہ مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیّدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:۔

ابوحنیفہ بدرِامام ھمام باصفا۔آل سراج اُمت مصطفٰی ۔امام ابوحنیفہ امام باصفا وہ چراغ ہیں اُمت مصطفٰی ﷺ کے۔فقہاء میں حضرت نعمان بن ثابت المعروف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام سب سے بلند ہے مسلمانوں کی اکثریت فقہ حنفی کی پیروکار ہے آپ فنافی الرسول ﷺ تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے محبوب آقا ومولا ﷺ کی شان میں ایک قصیدہ رقم فرمایا:

جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی محبت وعشق کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

یارسول اللہ ﷺ جب خاموش ہوتا ہوں تو آپ ﷺ کے تصور میں مستغرق رہتا ہوں اور جب بولتا ہوں تو آپ ﷺ کی مدح سرائی کرتا ہوں جب سنتا ہوں تو آپ ﷺ کے اقوال پاک ہی سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں تو آپ ﷺ کو دیکھتا ہوں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ:۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کبھی خود اور کبھی خلیفہ ہارون الرشید کی استدعا پر ان سے ملنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے ایک دن تشریف فرما تھے کہ دستر خوان پر کدو پک کر آیا وہاں پر موجود ایک شخص نے کہا:

کدو حضور اکرم ﷺ کو بہت پسند تھا۔

دوسرے شخص نے کہا۔

مجھے پسند نہیں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے سنا تو چہرہ خشمگیں ہو گیا، غصے سے بولے تو میرے آقا ﷺ کی پسند کو ناپسند کرتا ہے؟

اور تلوار نکال کر اسکے قتل کے درپے ہوئے اور فرمایا:

تو مرتد ہو گیا ہے۔

اس نے فوراً توبہ کر لی۔

دنیائے عشق میں محبوب کی پسند کو ناپسند کرنا محبت کی تکذیب ہے۔ مزید برآں اگر کوئی محبوب کی پسند کو ناپسندیدگی سے دیکھے تو محب کے لیے یہ ناقابل برداشت ہے یہی حال حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:۔

محبوب کی یاد کبھی آنسو بن کر اور کبھی ردائے ادب و تعظیم میں آشکارا ہوتی ہے۔ محبت کا دراصل کبھی کوئی رنگ نہیں ہوتا اسکا رنگ وہی ہوتا ہے جو محب اپنے اوپر چڑھا لیتا ہے۔ محب محبت میں جس قدر صادق و تام ہوتا ہے محبت کا رنگ اتنا ہی پختہ و پائیدار ہوتا ہے۔ جو محب کی ہر ہر حرکت و ادا سے منکشف ہوتا ہے۔

آپ کو خاک طیبہ کے ساتھ اس قدر عشق تھا کہ تمام عمر مدینہ کریم میں بسر فرمائی اور شہر سے باہر کبھی تشریف نہیں لے جاتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مدینہ سے نکل جاؤں اور میری موت آجائے، اور میں مدینہ کی خاک پاک میں دفن ہونے سے محروم رہ جاؤں۔

آپ کا قلب مبارک عشق رسول اللہ ﷺ سے اس قدر معمور تھا کہ ضعف پیری و کبر سنی کے باوجود منورہ میں کبھی سوار ہو کر نہیں چلتے تھے۔ لہٰذا مدت العمر مدینہ منورہ میں رہے اور آخر کار شاد کام ہوئے اور آج جنت البقیع میں آسودہ خواب ہیں۔

حضرت علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ:۔

آپ گہری سوچ میں غلطاں تشریف فرما تھے کہ معاً اپنے سر مبارک کو اٹھایا اور بانداز خود کلامی فرمانے لگے:

اے احمد عاشقانِ ذاتِ حق کیلئے جنت و دوزخ دونوں حرام ہیں۔ بیشک نیک اعمال کا صلہ اور دوزخ برُے اعمال کی سزا ہے۔ لیکن عاشقان الٰہی اس ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کے صلہ میں دنیا و مافیہا کو ہیچ سمجھتے ہیں۔

اور پھر رقت آمیز لہجے میں یہ اشعار پڑھنے لگے:

احمد بہشت و دوزخ بری عاشقان حرام است
ہر دم رضائے جاناں رضوان شدہ ست مارا
زندہ آنست کہ جانے در دست
اوست کہ از عشق نشانے در دست
اگر تو عاشق مستی بکوئے یار برقص
برقص لیک چو طاؤس ہوشیار برقص

ما عاشق ظہور جمال محمد یمﷺ

سر مست از شراب وصال محمد یمﷺ

ما عاشق کوئے مصطفیٰ ﷺ ایم

ما مست زبوئے مصطفیٰ ﷺ ایم

اے احمد عاشقان احمد کے لئے جنت ودوزخ دونوں کی طلب حرام ہے انہیں صرف اپنے محبوب کی رضا اور اسکی خوشنودی ہی مطلب ومقصود ہوتی ہے۔

زندہ وہ ہے جسکے اندر جاں ہے یعنی وہ جسکے اندر عشق کا نشان ہے۔

اے طالب! اگر تو عاشق ہے اور اس عشق میں سرمست ہے تو پھر دوست کے کوچہ میں پہنچ کر رقص کر البتہ مور کی طرح ہوشیار ہو کر رقص کر۔

کائنات کے ذرہ ذرہ میں جمال محمدی ﷺ کو ظاہر و باطن میں دیکھ کر ہم اس پر عاشق ہو گئے ہیں اور وصال محمدی ﷺ کے نشہ شراب میں ہم سرمست اور مدہوش ہیں۔

ہم تو حضرت مصطفیٰ ﷺ کے عاشق ہیں ہم تو حضور اکرم ﷺ کے جسم اطہر کی خوشبو کے مست اور متوالے ہیں۔

بعد ازاں حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا: دوستو! رب کریم فرماتا ہے۔

اے فرزندِ آدم! سوائے میرے کسی سے محبت مت کر اور کسی سے مت مانگ جب تک کہ تو مجھے پائے اور تو مجھے ہمیشہ موجود پائے گا۔

اے فرزندِ آدم! میں تیرا دوست ہوں اور تو بھی میرا دوست بنا رہ اور میری محبت اور عشق سے کبھی خالی نہ ہو۔

حضرت عبدالقادر جیلانی غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ

آپ برسر منبر کھڑے تھے چہرے سے نور ہویدا تھا بے شمار لوگ خاموش بلب مودب

بیٹھے منتظر تھے کہ کب آپ اپنی زبان حق بیان کو جنبش دیتے ہیں تا کہ تشنگان بادہ معرفت الٰہیہ اور عشق رسول ﷺ سے اپنی پیاسی رُوحوں کو سیراب کر سکیں اشتیاق دم بہ دم فراواں ہوتا جارہا تھا لیکن کسی میں تاب گفتار نہیں تھی کہ عرض کر سکے۔

اے شیخ! اپنے ارشادات عالیہ سے ہم بے حقیقتوں کو نوازیں معرفت الٰہیہ کے خزانوں کا در وا کریں عشق و محبت کے لازوال وسدا بہار شگفتہ پھولوں سے ہمارے مشام جان کو معطر کریں رشد و ہدایت کے نجوم و ماہتاب سے ہمارے تاریک سینوں کو روشنی بخشیں اور پند و نصائح سے ہمارے اذہان میں انقلاب عظیم برپا کریں۔

اور پھر ایکا ایکی فضا میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اسکے محبوب ﷺ کی محبت وعشق کے آب خنک وشیریں سے تر زبان سے حضرت عبدالقادر جیلانی غوث اعظم آبدر گیر ریزے بکھرنے لگے۔

اے شمع محبت کے پروانو! زہد شریعت کی معیت میں ہوتا ہے اور جب علم کی معیت میں یہ اسکا شریک ہے اور اسکا وزیر ہے جہاں تک محبت کا تعلق ہے تو یہ اس قلبی لگاؤ کا نام ہے جو محبوب کے لیے پیدا ہوا اور دنیا محبت کرنے والوں کی نظر میں انگوٹھی کے حلقہ یا غم والم کی طرح محسوس ہونے لگے۔ محبت دل کی تشویش وفکر کا نام ہے جو کہ محبوب کے فراق سے حاصل ہوتی ہے اس حالت میں عاشق کو دنیا ماتم کدہ نظر آتی ہے۔

محبت وہ شراب ہے جسکا نشہ کبھی نہیں اتر سکتا ہر وقت مدہوشی کا عالم طاری رہتا ہے محبت محبوب سے خواہ ظاہر ہو خواہ باطن میں ہر حال میں خلوص قائم رہے۔ جس میں خلوص نیتی کا دخل رہے محبت بجز محبوب کے سب آنکھیں بند کر لینے اور قطع تعلق کا نام ہے۔

عاشق محبت کے نشے میں ایسے مست ہوتے ہیں کہ انہیں بجز مشاہدہ محبوب کے کبھی ہوش نہیں آتا۔ محبت کاملہ ہونے پیچھے نہ اپنی خبر رہتی ہے نہ غیر کی اور تیری محبت اس وقت تک کامل نہ ہوگی جب تک کہ تیرے حق میں ساری اطراف مسدود ہو کر صرف ایک جہت باقی نہ رہ جائے تیرا محبوب عرش سے فرش تک جملہ مخلوقات کو تیرے قلب سے نکال باہر کرے گا پس تو نہ تو دنیا کو محبوب سمجھے گا نہ آخرت کو، اپنے آپ سے وحشت کھائے گا اور اسکی ذات سے انس پائے گا پس محبت ایک ایسی آرزو ہے جو ہر

مصیبت کو آسان بنا دیتی ہے۔

میں گر کروں بیان محبت کی داستان
ہو جائے آگ سرد بغیر اشتعال کے

حق تو یہ ہے کہ جس نے محبت کا حق کما حقہ پورا نہ کیا اس نے ایک قرض پورا کرنے میں کوتاہی کی۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
عرض احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب مگر
آنکھیں اے ابر کرم تکتی ہیں رستہ تیرا
تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہی مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا
میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا
غوث اعظم امام التقی والنقی
جلوۂ شان قدرت پہ لاکھوں سلام
قطب و ابدال و ارشاد و رشد الرشاد
محی دین و ملت پہ لاکھوں سلام
مرد خیل طریقت پہ بیحد درود
فرد اہل حقیقت پہ لاکھوں سلام

جس کی منبر ہوئی گردن اولیاء
اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

حضرت معین الدین حسن سنجری (غریب نواز) رحمۃ اللہ علیہ

وجہ تخلیق کائنات محبت ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ خود ودود ہو، اور رب ودود کے محبوب ﷺ کی محبت ہی باعث ایمان وفلاح وحب الٰہی ہو۔ معرفت الٰہی کی بنیاد بھی محبت ہو، جبکہ منکر محبوب ﷺ راندہ بارگاہ ایزدی ہو، شیطان ہو، کافر ہو، لعنتی ہو، دشمن دین ومومنین ہو، تو پھر مسلمان حقیقی معنوں میں مسلمان اور ولی اللہ اس وقت تک ولی اللہ نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے رگ وریشہ میں محبت محبوب صمدانی ﷺ خون کی طرح نہ دوڑ رہی ہو اسکے علاوہ بارگاہ رب العزت میں نہ رسائی ہے نہ شنوائی ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ صادق المحبت رسول عربی ﷺ تھے فنافی الرسول ﷺ تھے جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی جبیں مبارک پر بخط قدرت یہ الفاظ رقم تھے:

ھذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ

یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا حبیب تھا اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں انتقال کیا۔

محبت کے بارے میں آپ نے فرمایا۔

پہلے خوف آتا ہے پھر محبتِ خوف کے آنے سے بندوں سے گناہ ترک ہوتے ہیں اور آتش دوزخ سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ رجا کے ضمن میں بندہ اطاعت کرنے لگتا ہے اور جنت ومرتبہ حیات ابدی حاصل کرلیتا ہے اور محبت کے ضمن میں اجتہاد وتفکر کی صفت پیدا ہوتی ہے جس سے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے محبت ووفا کا دعویٰ وصال اور حرمت باطل کے ساتھ ہے محبت کی راہ ایسی راہ ہے کہ جو شخص عشق کی راہ میں پڑتا ہے اسکا نام ونشان نہیں ملتا۔

روز قیامت خاص قسم کے عاشقوں کو بہشت میں لے جانے کا حکم ہوگا وہ کہیں گے ہم

بہشت کو کیا کریں بہشت اسے دیں جس نے بہشت کے لالچ میں تیری پرستش کی۔

اور پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

حساب عمر صد عاقل بہ محشر بگذرد یکدم
حساب یک دم عاشق بصد محشر نمی گنجد

روز محشر سو عقل مندوں کا حساب ایک لمحے میں ہو جائے گا لیکن عاشق کے ایک لمحے کا حساب سو بار حشر برپا ہو پھر بھی نہ ہو سکے گا۔

صاحبو! محبت و عشق میں صادق وہ ہے جو والدین اولاد اور برادران وغیرہ ان سب سے رب کریم اور اسکی محبوب ﷺ کے لئے قطع تعلق کرے اور سب سے بیزار ہو اور پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

من در بودم نہاں در قعر بحر لم یزل
عشق نمو اصانہ ام آورد بیروں زاں محل

اور اسکی تشریح فرماتے ہوئے آپ نے کہا:

درسے مراد روح ہے۔ بحر لم یزل سے مراد رجلی صفات ہے عشق کا وہاں سے لانا حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے یعنی کنت کنزا مخفیافا حببت ان اعرف فخلقت الخلق. اُعْرَفَ مراد یہ ہے کہ میری روح بلکہ سب روحیں تجلی صفات کے دریا میں مخفی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی جو محبت ظہور پذیر ہوئی وہ جبھی ہم کو وہاں سے نکال لائی۔

حضرت سیّد نور الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ:۔

فرمایا:

اسلام کی اساس و بنیاد کلمہ پر ہے توحید و رسالت اسلام کے دو اصل الاصول ہیں رسالت پر ایمان اور رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک سے قلبی ربط و تعلق، دلی محبت و مودت، الفت و عقیدت اور شیفتگی و وارفتگی کے بغیر اسلام کا تصور بھی غلط ہے۔ اور ایمان کا دعویٰ فضول ہے۔

حضور قبلہ سید نور الحسن شاہ صاحب بہت عاشق رسول تھے۔ یہ نعت ان کے عشق رسول ﷺ کی مظہر ہے۔

جب عرب کے چمن میں وہ نور خدا ہر طرف جلوہ اپنا دکھانے لگا

کفر غارت ہوا بت گرے ٹوٹ کر منہ پہاڑوں میں شیطاں چھپانے لگا

کیا بشر کیا ملک کیا زمیں کیا فلک عرش سے فرش تک شرق سے غرب تک

دیکھ کر نور حق ہر کوئی یک بید آمد آمد کا مژدہ سنانے لگا

بدلیاں رحمتوں کی گرجنے لگیں نوبتیں شاد مانی کی بجنے لگیں

دین کی فوجیں ہر سمت سجنے لگیں پرچم اسلام کا جگمگانے لگا

ہر طرف نور ایزد ہویدا جس نے دیکھا وہی دل سے شیدا ہوا

جب عرب میں وہ محبوب پیدا ہوا سب کو جتنے حسین تھے گھٹانے لگا

پھر تو بحر شریعت میں موجیں اٹھیں چار جانب نبوت کی فوجیں بڑھیں

خوب اللہ سے باتیں ہونے لگیں پاس روح الامیں آنے جانے لگا

کنگرے قصر وکسریٰ کے گرنے لگے ڈوبتے کلمہ پڑھ پڑھ کے ترنے لگے

آگ آتشکدوں کی بجھانے لگا خشک صحرا میں پانی بہانے لگا

سونگھ کر بھینی بھینی وہ خوشبوئے تن دیکھ کر رنگ رحمت چمن در چمن

کہہ کے انت نبی پڑھ کے صل علی بلبل خوشنوا چہچہانے لگا

موم پتھر ہوا بول اٹھے جانور الٹا سورج پھرا ہو گیا شق قمر

رفع حاجت کو ایک جا کیے دو شجر انگلیوں میں مئے چشمہ بہانے لگا

اکبر خستہ کی ہیں چار التجا ان سے کوئی تو پوری ہو بہر خدا

یا تو جلوہ دکھا یا مدینے بلا ورنہ خدمت میں رکھ دل ٹھکانے لگا

حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

ساری کائنات خلاصہ کائنات ﷺ کے مبارک وطیب قدموں میں ہے رب ذوالجلال والاکرام تک رسائی کے تمام راستے محبوب رب ودو ﷺ کی محبت وعشق کے ایوانوں میں سے ہو کر گزرتے ہیں اور جب تک کوئی آنحضرت ﷺ کی محبت میں صادق ثابت نہ ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی دوستی کے در باز نہیں ہوتے۔

ایک روز شیخ احمد فاروقی کے حجرہ شریف میں درویشوں اور فقیروں کی ایک جماعت حاضر تھی جب صاحب حال بزرگ اور اولیاء اللہ کسی جگہ مجمع ہوتے ہیں تو ان کی گفتگو میں اسرار الٰہیہ معرفت وتصوف وسلوک کے رموز اور رسالتمآب ﷺ سے محبت وعشق کے گوہر نایاب آسمان کی پہنائیوں تک پھیلے ہوتے ہیں۔

سب لوگ اپنے اپنے حال ومقام کے مطابق محو گفتگو تھے کہ معاً حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں حق سبحانہ وتعالیٰ کو اس لیے دوست رکھتا ہوں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کا رب ہے۔

حضرت سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ

محبت میں ایسی مقناطیسیت ہے کہ محبوب کی چاہت محب کو سینکڑوں کوس سے بھی کھینچ لیتی ہے۔ حقیقی اور دائمی محبت کا محور و مرکز تو حضور اکرم ﷺ کی محبت ہے اور اس میں فرشی وعرشی سب شامل ہیں۔

صادق المحبت تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جب تک محبوب رب دو جہاں ﷺ کا عندیہ نہ ہو روضہ اقدس پر حقیقی حاضری ہوتی ہی نہیں اور جن افراد کو یہ شرف حاصل ہوتا ہے ان پر کائنات کا ذرہ ذرہ رشک کرتا ہے۔

حضرت سیدنا جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ مناسک حج ادا فرمانے کے بعد

جب سوئے دیارِ محبوب کبریا ﷺ روانہ ہوئے تو ادب و آداب کی حالت دیدنی تھی مدینہ منورہ سے ابھی بارہ میل دور تھے کہ سواری چھوڑ کر پا پیادہ چل پڑے گنبدِ خضریٰ کے مقدس و منور میناروں سے آپ کی نگاہیں ہٹتی نہ تھیں۔ جب روضہ مطہر پر حاضر ہوئے تو آنکھوں سے آنسو تھمنے کا نام نہ لیتے تھے وہاں کی ہر چیز محبت و عزت سے دیکھتے تھے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کی محبت اس قدر غالب آگئی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو اس لیے دوست رکھتا ہوں کہ وہ ربِ محمد ﷺ ہے۔

حضرت سیّد احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ:۔

جب جذبہ محبت انتہا کو چھونے لگتا ہے تو گریہ کا عالم طاری ہو جاتا ہے اور محبِ محبوب کا اسم پاک سنتے ہی تڑپ اٹھتا ہے۔

حضرت سید سعید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا محبت رسول اکرم ﷺ میں یہی حال تھا جونہی آپ اپنے آقا و مولا ﷺ کا اسم پاک گوش نواز ہوتا تو دل کی دنیا میں انقلاب برپا ہو جاتا تھا محبت و عشق کی موجیں دل میں ہلچل مچا دیتی تھیں اس وقت بزبان حال فرماتے:

حضور ﷺ کا عشق ہی عین ایمان ہے۔

اور پھر آپ گھنٹوں عشق کی حلاوت میں گم سم رہتے تھے اس کیفیت سے جب لمحہ بھر کے لیے نکلتے تو آپ کے لبوں پر یہ الفاظ تیرنے لگتے "نظر رحمت فرمائیں یارسول اللہ ﷺ"۔

حضرت سید حسین علی المشہور بھورے والے صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

محبوب کے حُسن و جمال کے کمال کے متعلق شنید یا اسکی دید کے بعد پہلے محبت محب کے قلب حزیں میں جنم لیتی ہے پھر وہ رفتہ رفتہ محبوب پر پہنچ کر ہولے ہولے دستک دیتی ہے اور جب وہ اپنی محبت میں صدیق بن جاتا ہے تو محبت محبوب کے قلب میں بھی محب کے لئے پیدا ہو جاتی ہے۔

محب کے دل سے قلب محبوب تک محبت کا سفر بے حد دشوار ہے ہر کسے باشند کے بس کا یہ روگ نہیں کہ وہ اس سفر پر روانہ ہو کیونکہ اس راہ کے مسافر کو قدم قدم پر جانچا پرکھا اور آزمایا جاتا ہے۔

حضرت سید حسین علی المشہور بھورے والے صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضور اکرم ﷺ سے محبت میں یہی درجہ و مقام حاصل تھا حال یہ تھا کہ آپ تھوڑی سی توجہ سے خواب اور عالم بیداری میں رسالتمآب ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کر کے جس کام کی ضرورت ہوتی عرض کر کے دریافت کر لیتے تھے۔

وقت گزرتا رہا جذبہ زیارت روضہ رسول ﷺ میں طغیانی آتی گئی اور پھر ایک روز رخت سفر باندھا اور چل پڑے جذبہ عشق و محبت کشاں کشاں لئے جا رہا تھا آخر کار منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

جب روضہ پاک کا گنبد خضریٰ دیکھا تو آپ نے نعرہ مارا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش آتا تو چلنے لگتے تھوڑی دور جاتے تو پھر بے ہوش ہو جاتے تھے اسی طرح سفر طے کرتے رہے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ شہر کی نالی میں گر پڑے اگرچہ اس شہر میں اہل بیت و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نور بھی چمکتے نظر آتے تھے مگر آپ نہایت استغراق سے انوارِ نبوی ﷺ کے مقابل اور کسی طرف دھیان نہ کرتے تھے۔

ہستم سگ جنابت یا سید المدینہ
جانم فدائے خاکت یا سید المدینہ
مسکین و مستمندم محزن و درد مندم
سو زندہ چوں سپندم یا سید المدینہ
بے حد گنہگارم جائے اماں ندارم
شرمندہ شرمسارم یا سید المدینہ
عرض حسین مسکین پہ پذیر یا شہ دیں
کن کرم حال ما بیں یا سید المدینہ

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ:۔

سرورِ کونین ﷺ کا محب ہو تو خود اپنے آقا و مولا ﷺ کی اطاعت و اتباع سے سرِ مو انحراف نہ کرتا ہے اور نہ ہی کسی اور کو کرنے دیتا ہے اگر کہیں ایسی چیز دیکھتا ہے تو فوراً اسے ٹوک دیتا ہے۔

حضرت میاں صاحب فنافی الرسول کے مقام پر تھے تو آپ تمام امور میں اسوۂ رسول ﷺ کو پیش نظر رکھتے تھے جہاں کوئی خلاف سنت حرکت نظر آتی تو فوراً ٹوک دیتے تھے فرمایا کرتے تھے:

سنت رسول ﷺ کے سوا ہرگز چھٹکارا نہیں دراصل مسلمان وہی ہے جو رسول کریم ﷺ کی اطاعت و اتباع کرتا ہے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے:

لوگو، میرے رسول اکرم ﷺ دیاں اُچیاں شاناں۔

آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

خدایا! بدہ شوق ذات رسول
بدردِ محمد مرا کن قبول
شب و روز در عشق حضرت بدار
ہمہ عمر در وصل احمد گزار.

رُباعی

برلوح مزار حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیر محمد آفتاب علم رو دیں
جلوہ آئینہ انوار رب العالمین

معدن جو دو سخا چشمہ صدق و صفا
ناقصوں پر ہو کرم بہر محمد مصطفی

حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ:۔

دنیائے عشق ومحبت میں آپ کا بڑا بلند مقام ومرتبہ ہے آپ کے عاشقانہ اشعار کی بازگشت صدیوں کی مسافت سے ہنوز اسطرح سنائی دیتی ہے جیسے کوئی قریب ہی بیٹھا آپ کے شعر پڑھ رہا ہو دور سے کسی کی آواز دلنشیں سنائی دے رہی ہے جو دم بدم قریب آ رہی ہے کوئی بڑے درد بلیے انداز میں کہہ رہا ہے۔

ہزاروں عاقل و فرزانہ رفتند
ولے از عاشقی بیگانہ رفتند
اسیر عشق شو کاز او باشی
غمش بر سینہ نہ تاشاد باشی
زبادِ عشق عاشق تازگی یافت
ز ذکر او بلند آوازگی یافت
مئے عشقت دہد گرمی و مستی
دگر افسردگی و خود پرستی
متاب از عشق رو گرچہ مجا زیست
کہ آں بہر حقیقت کار سا زیست
دل فارغ ز درد عشق دل نیست
تنے بے دردِ دل جز آب و گل نیست

غم عشق از دل کس کم مبادا
دل بے عشق در عالم مبادا

ہزاروں عقل منداور دانا گزر گئے لیکن مقام عشق سے بیگانہ ہی چلے گئے۔
عشق کی غلامی اختیار کر، تا کہ تو آزاد ہو جائے اور سینے پر غم عشق رکھ لے اسطرح تو شادمان ہو جائے گا۔
عشق کی یاد سے عاشق کو تازگی عطا ہوتی ہے اور عشق کے ذکر سے عاشق کو شہرت نصیب ہوتی ہے۔
عشق کی شراب گرمی اور مستی عنایت کرتی ہے جب کہ دیگر اشیاء افسردگی وخود پرستی سے دوچار کرتی ہیں۔
عشق سے روگردانی نہ کرو اگر چہ مجازی عشق ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ بھی عشق حقیقی کی راہ ہموار کرتا ہے۔
دل عشق کے درد سے ایک لحہ کے لئے بھی فارغ نہیں ہوتا دراصل دردِ دل کے بغیر جسم کیچڑ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔
اللہ کرے کہ کسی کے دل سے غم عشق کم نہ ہو اور دنیا میں عشق کے بغیر کوئی دل نہ رہے۔
ان اشعار میں کس قدر دردِ دل اور حقیقت موجزن تھی دل ان کی طرف کھنچا چلا جارہا تھا کہ فضا میں ایک اور آواز ابھری کہنے والا کہہ رہا تھا۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اے جامی تو عشق کا غلام ہے نام ونسب ترک کردے کیونکہ اس راہ میں فلاں ابن فلاں بے معنی ہے۔
عشق سب کچھ فراموش کردینے کا تقاضہ کررہا تھا کیونکہ غلام کا کوئی حسب نسب نہیں اسکا سب کچھ آقا ہی ہوتا ہے جب یہ آواز خلاؤں میں ڈوب گئی تو ایک تیسری آواز سنائی دی جس نے قلب ونظر کو گھیرے میں لے لیا وہ آواز یہ تھی۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد

بسا کیں دولت از گفتار خیزد

آتش عشق صرف دیدار یا دیار سے ہی نہیں بھڑکتی بلکہ اکثر یہ دولت عظمیٰ حسن یار کا ذکر سنتے ہی میسر آجاتی ہے۔

اس آواز نے دل کے نہاں خانوں میں ترنگ بھر دی اور لہر بن کر ذکر یار میں مست و بے خود ہو گیا اسی اثنا میں چوتھی آواز مشام جان کو معطر کرنے لگی۔

زسر عشق تو بود ساکن زبان ارباب شوق لیکن

ز بے زبانی غم نہانی چناں کہ دانی شد آشکارا

یک زباں بر سر راہش کہ بہ تماشا کہ نشت

کہ زعشقش ز سر سیمہ و شیدا بر خاست

عجز و بیخویشی و درویشی و دلریشی و دد

ایں ہمہ بردعویٰ عشقت گواہ آوردہ ام

رقص بر طریق ادب نیست در رہیت

ما عاشقیم و مست نیاید زما ادب

مریض عشق تو چون مایل شفا گردد

اسیر قید توئی طالب نجات شود

یار ما شاہد عشق آمد و باقی ہمہ غیر

چند رو تافتہ از یار در اغیار کنیم

تیرے عشق کے راز کے بارے میں ارباب شوق کی زبان بند ہے، لیکن جیسا کہ تجھے معلوم ہے غم نہاں بے زبانی میں خود بخود آشکار ہو گیا تیرے راستے میں لحہ بھر کے لیے جو شخص محض تماشا دیکھنے کے لیے بیٹھ گیا وہ بھی تیرے عشق میں مبتلا ہو کر سراسیمہ اور والہ و شیدا ہو کر اٹھا۔

اے محبوب میں اپنے دعویٰ عشق کے گواہ کے طور پر اپنا عجز اپنے آپ سے لاتعلقی اپنی

درویشی اپنا زخمی دل اور درد پیش کرتا ہوں۔

تیری راہ میں سر کے بل چل کر آنا بھی طریق ادب کے خلاف ہے ہم تو عاشقی میں مست ہیں آداب کا لحاظ رکھنا ہمارے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔

تیرے عشق کا مریض شفا کیسے پاسکتا ہے اور تیری قید میں آنے والا نجات کا طلبگار ہو یہ کیسے ممکن ہے؟

ہمارا یار ہمارے عشق کا گواہ ہے اور باقی سب غیر ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ میں یار سے رُخ موڑ کر اغیار کی طرف منہ کرلوں۔

حضرت شیخ بہاء الدین نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ

(جس طرف نظریں دوڑائیں ہر سو محبت و عشق کا پرتو دکھائی دیتا ہے)

حضرت شیخ بہاء الدین نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی نشست و برخاست میں اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے ایک روز کہنے لگے:

محبت کے لئے لازم ہے کہ محب، محبوب کا جویاں رہے محبوب جس قدر عزیز ہوتا ہے اسکی طلب کی راہ میں اسی قدر بلا زیادہ ہوتی ہے۔

اور پھر یہ اشعار پڑھے:

من اول روز چوں در تو بدیدم شیفتہ گشتم
ندانستم تو بودی یا کہ بوداست اینکہ من دیدم
چنیں دو روئے آں جاناں شدم من شیفتہ والہ
کہ من از خود شیدم بیروں ترا در جان وتن دیدم

میں نے پہلے روز جب تمہیں دیکھا تو تیرا عاشق زار بن گیا پھر مجھے نہیں معلوم کہ تو تھا یا کوئی اور جسے میں نے دیکھا۔؟

اس محبوب کے رخ انور پر اس طرح عاشق ہوگیا ہوں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہا اور

محبوب کو جسم و جان میں جاری وساری دیکھا۔

اور پھر آپ پر استغراق کا عالم طاری ہو گیا گرد و پیش کا ہوش نہ رہا، لاریب حق محبت و عشق بھی یہی ہے کہ محبوب محب کے اندر سما جائے اور جب گردن جھکائے محبوب کے دیدار سے مشرف ہو حضرت شیخ بہاء الدین نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی کیفیت کچھ ایسی ہی تھی جسکا اثر حاضرین پر بھی ایسا ہوا کہ وہ بھی محبوب کے تصور میں غلطاں تھے۔

حضرت میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ:۔

جہاں کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نبی کریم ﷺ کا محب آسودہ خواب ہوتا ہے تو وہاں کی فضاؤں میں عشق و محبت کی مہکار رچی بسی ہوتی ہے وہاں اس عاشق صادق کے متوالوں عقیدت مندوں اور چاہنے والوں کا ہجوم رہتا ہے جو اسکے بیان و کلام کی سماعت سے نہ صرف اپنے مشام جان کو معطر کرتے اور سینوں کے اندر شمع محبت و عشق کی تیز تر کرتے ہیں بلکہ وہاں پر موجود دیگر افراد کے وجود میں بھی آتش عشق کی چنگاریاں روشن کر دیتے ہیں۔

موسم سرما کی ایک انتہائی سرد رات تھی ہر سو خاموشی نے پہرے ڈال رکھے تھے۔ اس ہنگام حضرت میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس سے تھوڑی دور ایک بڑے سے کمرے میں بہت سے لوگ صاحب مزار کے عارفانہ و عاشقانہ کلام سے بالیدگی روح اور محبت کے دیپ جلانے کے لئے موجود تھے۔ اسی اثنا میں سات اشخاص جن پر درویشانہ رنگ غالب تھا اندر داخل ہوئے اور سامنے بچھی ہوئی سفید چادر پر جا کر بیٹھ گئے۔ کمرے میں موجود تمام لوگوں کی نظریں ان سب پر جم گئیں قدرے سکوت کے بعد ان سات درویشوں نے باری باری حضرت میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بڑے درد و محبت میں ڈوبے ہوئے انداز میں پڑھنا شروع کیا۔

پہلے درویش کی آواز جب فضا میں بلند ہوئی تو:

حاضرین محفل نے بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا لئے وہ بڑے الحاح وزاری سے پڑھ رہا تھا۔

بال چراغ عشق دا میرا روشن کردے سیناں

دل دے دیوے دی روشنائی جاوے وچ زمیناں

کامل عشق خدایا بخشیں غیر ولوں مکھ موڑاں

ہکو جاں ہکو تکاں، ہکو آکھاں لوڑاں

ان اشعار کے اختتام پر آمین ثم آمین کی آوازیں فضا میں ابھریں اور پھر ماحول پر سکوت طاری ہو گیا۔

حضرت غازی مرید حسین رحمۃ اللہ علیہ:۔

آپ اپنے حجرہ مبارک میں تشریف فرما تھے چند محب بھی حاضر باش تھے اسی اثنا میں ایک نو وارد اندر داخل ہوا ادب سے بیٹھ گیا اور پوچھا یا حضرت عشق کیا ہے۔

آپ نے سماعت فرمایا تو بے ساختہ ارشاد فرمایا۔

بھل کے اکھیاں لا بیٹھی تیر عشق دے چھاتیوں پار ہو گئے

اکھیں نیندنہ آوندی ایک رتی بدلے پھلاں دے سیج تے خار ہو گئے

گیا اٹھ آرام جہاں وچوں بدلے سکھاں دے دکھ ہزار ہو گئے

م،ح ایس عشق نی مشک بدھی بدلے صحت دے لکھ آزار ہو گئے

جس نو عشق رب دا تیر لگا اس دے نال محبتاں لایئے جی

م،ح محمد دا عشق لگے سوہنا رب رقیب بنایئے جی

عشق دے عین دے عین معنی شینوں شوق تے قافوں قلب نکلے

عین قلب دے نوں عشق کہندے جسدا جوش تمام رگ رگ نکلے

پاوے عشق پوشاک فراق والی مارے چمک۔ حتے دھواں الگ نکلے

م۔ ح جو عشق دی پھاہی پھاتھا پیا تڑفے نہ کسے سب نکلے

ل لغت جے عشق دی پھول ڈٹھی لکھے حرف سی ہجر فراق تھاں تھاں

مفت جان وچ عشق بازار ملے جان دیون دے ڈٹھے مذاق تھاں تھاں

کدھر لفظ انکار نہ مول ڈٹھا کردے جان قربان مشتاق تھاں تھاں

م۔ح تقدیر دے میل ڈٹھے لکھے حرف سی حسن اتفاق تھاں تھاں

ترجمہ: عشق کر کے میں نے سکھ کے بدلے دکھ خرید لیے ہیں عشق کا تیر میری چھاتی کے پار ہو گیا ہے رات بھر نیند نہیں آتی میرا جسم عشق رسول ﷺ سے پھندا ہوا ہے۔ اور میری صحت گرتی جا رہی ہے۔

جس کو رب کے عشق کا تیر لگا اسکے ساتھ محبت لگائیے جی
مرید حسین محمد کا عشق لگے سوہنا رب رقیب بنائیے جی
عشق کے عین کے معنی اگر عین ہیں تو ش شوق توق سے قلب نکلے
عین قلب کے شوق کو عشق کہیے جسکا جوش تمام رگ رگ نکلے
پہنے عشق پوشاک فراق والی مارے چمک تو دھواں اگ نکلے
مرید حسین جو عشق کے جال میں پھنسا پڑا تڑپے نہ کسی سبب نکلے
لغت عشق کی کھول کے جب دیکھی لکھے ہوئے تھے حرف فراق جا
مفت جان میں عشق بازار ملے جان دینے کے دیکھے مذاق ہر جا
کہیں لفظ انکار نہیں دیکھا کریں جان مشتاق ہر جا
مرید حسین تقدیر کے میل دیکھے حرف لکھے تھے حسن اتفاق ہر جا

جب حضرت غازی مرید حسین رحمۃ اللہ علیہ عشق کی وضاحت فرما چکے تو سوال کرنے والا اجنبی شخص چپکے سے اُٹھا اور جس طرف سے آیا تھا اسی جانب لوٹ گیا۔

حضرت پیر وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ:۔

جب کبھی آپ پر عالم کیف و مستی طاری ہوتا تو آپ بار بار اس شعر کو پڑھتے اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے۔

عشق پیر ہے عاشقاں ساریاں دا بھکھ پیر ہے مستیاں ہاتھیاں دا
حسو تیلی ہے پیر جو تیلیاں دا سلیمان ہے جن بھوتنیاں دا

حسو تیلی سے مراد حضرت شیخ حسن گنجد گر المعروف حسو تیلی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ:۔

آپ نے پنجابی اور اردو اور فارسی زبان میں علم وعشق ومعرفت کے گراں قدر موتی بکھیرے ہیں اب یہ متلاشیان حق اور رہروان محبت وعشق کی جراءت وحوصلہ پر مبنی ہے کہ وہ ان کو اپنے قلب ونظر وروح کے اندر کس قدر بھرتے ہیں عشق اور عاشق کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

جذبہ عشق است ساری در جہاں

اصل کل جذبات فا حببت بداں کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف،، کی طرف اشارہ ہے۔

ترجمہ:

عشق کے جذبے سے قائم ہے جہاں

اصل پر جذبے کی فاحببت کو جان

یہی وجہ ہے کہ

چشم عاشق بسر جست و جوئے جاں

شود بہ خاک کوئے تو غوطہ زناں

ترجمہ:

اور جب کوئی خوش نصیب از بسیار عشق کے کنز مخفی کو پالیتا ہے تو پھر اسکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ

عشق آمد وشد ساری چوں بو بہ گلاب اندر

او در من و من در دے سر زیست زا سرارم

ترجمہ

عشق مجھ میں آبسا ہے جیسے خوشبو پھول میں

اس میں ہوں میں مجھ میں وہ کیا پردہ اسرار ہے

•

جب یہ حالت ہوتو پھر

عشق فارغ کرد از دنیا وما فیہا مرا

کے تواند برد ازرہ عشوہ دنیا مرا

ترجمہ:

عشق نے مجھے دنیا اور مافیہا سے فارغ کردیا ہے اس لئے دنیا کے ناز ادا مجھے راستے سے بھٹکا نہیں سکتے۔

عاشق دنیا کے جھمیلوں سے فارغ کردیا جاتا ہے۔لہٰذا جسکا دل عشق الٰہی سے زندہ ہوجاتا ہے وہ کبھی مرتا نہیں۔(از کتاب عشقِ رسول: صفحہ 844)

پیر صاحب گولڑہ شریف حضرت سیّد مہر علی شاہ قدس سرہ ایک مرتبہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اس زمانہ میں سواری کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ جب وادی حمرا پہنچے تو تمام حاجی تھک کر چور تھے، جاتے ہی لیٹ گئے کسی نے نماز پڑھی کسی نے نہیں پڑھی۔ پیر صاحب نے عشاء کی نماز کے صرف فرض پڑھے اور سونے کا ارادہ کیا دیکھا کہ حبیب خالق اکبر ساقی ء کوثر ﷺ پاس سے گزر رہے ہیں جب بالکل قریب پہنچے تو میری طرف سے پردہ کرلیا میں دوڑ کر آگے بڑھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے کیا غلطی ہوئی جو التفات نہیں فرمایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب آپ ہماری سنتیں چھوڑیں گے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا یہ سن کر پیر صاحب پر گریہ طاری ہوگیا دوبارہ عشاء کی پوری نماز پڑھی اور یہ مشہور نعت کہی۔ ''شیخ القرآن یعنی حضرت پیر محمد عبدالغفور چشتی ہزاروی اور رانا منظور احمد خان ایم اے صفحہ 132،، حضرت حسان بن ثابت کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے پیغمبر اسلام علیہ الوف التحیات والسلام کے رو

بر و مسجد نبوی میں منبر پر بیٹھ کر نعت پڑھی قصیدہ بردہ کی دس فصلیں اور 152 اشعار ہیں۔ پہلی فصل تشبیب ہے جس میں جذبات کی شدت اور احساس کی گہرائی کمال پر ہے۔ علامہ اقبال کے قصیدہ ذوق وشوق میں ۵ بند اور 130 اشعار ہیں۔ پہلے بند میں علامہ قبال نے بھی قصیدہ بردہ سے متاثر ہو کر الفاظ اضم اور کاظمہ کا استعمال کیا ہے۔

پیر مہر علی شاہ قدس سرہ کی پنجابی نعت میں چھ بند ہیں، ہر بند چار مصرعوں پر مشتمل ہے جذبات کی شدت اور الفاظ کی بندش میں بے مثل ہے ملاحظہ فرمایئے۔

﴿۱﴾

اج سک متراندی ودھیری اے

کیوں دلڑی اداس گھنیری اے

آج محبوب کی محبت کی کسک زیادہ محسوس ہورہی ہے معلوم نہیں آج یہ ننھا سا دل اتنا اداس ہے۔

﴿۲﴾

لوں لوں وچ شوق چنگیری اے

اَج نیناں لایاں کیوں جھڑیاں

میرے روئیں روئیں میں شوق محبت موجزن ہے آج آنکھوں نے کیوں برسات کی جھڑیاں لگا دی ہیں۔

﴿۳﴾

الطیف سدی من طلعة

والشذ ابدء من وفرتہ

اسکے چہرہ پرنور سے رات کی تاریکی چھٹ گئی اور اسکی زلفوں سے مشک کی خوشبو ہر طرف پھیل گئی

﴿۴﴾

فسکرت ھنا من نظرتہ

نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں

حبیب کا یہ نظارہ دیکھ کر میں بے خود ہو گیا اور اسکی سحر آگیں نظریں میرے فہم ادراک پر چھا گئیں۔

﴿۵﴾

مکھ چند بدر لاثانی اے

متھے چمکے لاٹ نورانی اے

چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے اور پیشانی مبارک سے لمحات نور ضیا بیز ہیں۔

﴿۶﴾

کالی زلف تے اکھ مستانی اے

مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں

آپ کی زلف مبارک سیاہ اور آنکھ مست کر دینے والی ہے شراب معرفت سے آنکھیں مخمور ہیں۔

﴿۷﴾

دو ابرو قوس مثال دسن

جیں توں نوک مژہ دے تیر چھٹن

دونوں ابروئے مبارک مثل کمان کے معلوم ہوتے ہیں جن سے پلکوں کے تیر چھوٹ کر جگر کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔

﴿۸﴾

لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن

چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں

لب ہائے لعلین کہ انہیں سرخ کہوں یا لعل یمن سے تشبیہ دوں میری طاقت بیان سے باہر ہے یہ دندان سفید ہیں کہ موتیوں کی لڑیاں ہیں۔

﴿۹﴾

اس صورت نوں میں جان آکھاں

جان آکھاں کہ جانِ جہان آکھاں

اس شکل وصورت کے مالک کو میں اپنی جان سمجھوں یا سارے جہان کی جان کہوں۔

﴿۱۰﴾

سچ آکھاں تے رب دی میں شان آکھاں

جس شان تو شاناں سب بنیاں

سچ تو یہ کہ آپ خدا کی شان کا مظہر ہیں آپ کا ظہور اس جہاں کی تمام نیرنگیوں کا منبع ہے۔

﴿۱۱﴾

ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں

بے صورت ظاہر صورت تھیں

یہ صاحب صورت اس ذات اقدس کا شاہکار ہے جو شکل وصورت کی قیود سے بالاتر ہے اور اسکی قدرت کاملہ کا ظہور اس صاحب وجود سے پہلے ہے۔

﴿۱۲﴾

بے رنگ دے اس مورت تھیں

وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں

باغ وحدت میں جب پھول کھل اُٹھے تو اس وجود اقدس سے ذات وحدت آشکارا ہوگئی۔

﴿۱۳﴾

دے صورت راہ بے صورت دا

تو یہ راہ کہ عین حقیقت دا

آپ کی ذات اقدس اللہ تعالیٰ کی ذات وحدت کا راستہ دکھاتی ہے اور یہی عین حقیقت کا راستہ ہے۔

﴿۱۴﴾

پر کم نہیں بے سو جھت دا

کوئی ورلیاں موتی لے تریاں

لیکن اس راستہ پر چل کر منزل پالینا بے سمجھوں کا کام نہیں بہت تھوڑے ہی اس دولت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

﴿۱۵﴾

ایہا صورت شالا پیش نظر

رہے وقت نزع تے روز حشر

خدا کرے یہ صورت ذات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بوقت موت اور روز حشر میرے سامنے رہے

﴿۱۶﴾

وچ قبر تے پل تھیں جد ہو گزر

سب کھوٹیاں تھیسن تدکھریاں

قبر میں اور پل صراط سے گزرتے وقت بھی نگاہوں کے سامنے رہے تو میرے سارے کھوٹے عمل بھی کھرے ہو جائیں۔

آپ کیلئے خدا کی طرف سے ''یعطیک ربک،، ایک انعام ہوگا اور فترضیٰ سے ہماری امیدیں پوری ہوں گی۔

﴿۱۸﴾

لجپال کریسی پاس اساں
اشفع فتشفع صحیح پڑھیاں

اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو شفاعت کر! تیری شفاعت قبول ہوگی اس وقت گنہگاروں کی لاج رکھنے والے گنہگاروں کو فائز المرام کرائیں گے۔

﴿۱۹﴾

لاہو مکھ توں مخطط برد یمن
من بھاوندی جھلک دکھلاؤ سجن

اے میرے محبوب رخ روشن سے یہ دھاری دار یمنی چادر ہٹایئے اور میرے دل کو بھانے والی جھلک مجھے دکھایئے۔

﴿۲۰﴾

ادھا مٹھیاں کالیں الاؤ مٹھن
جو حمرا وادی سن کریاں

اور مجھے وہی میٹھے بول سنایئے جو وادی حمرا میں آپ نے سنائے تھے۔

﴿۲۱﴾

حجرے تھیں مسجد آؤ ڈھولن
نوری جھات دی کارن سارے سکن

اے میرے محبوب حجرہ خلوت سے ذرا مسجد میں تشریف لایئے جہاں آپ کی ایک نورانی جھلک دیکھنے کے لئے سب بے تاب ہیں۔

﴿۲۲﴾

دو جگ اکھیں راہ فرش کرن

سب انس و ملک حوراں پریاں

دونوں جہاں کی مخلوق تمام انسان اور فرشتے حوریں اور پریاں سب کے سب دیدہ و دل فرش راہ کیے منتظر ہیں۔

﴿۲۳﴾

اہنا سکدیاں تے کر لادیاں تے

لکھ واری صدقے جاندیاں تے

یہ تڑپتے ہوئے بے تاب دل لاکھوں بار آپ پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔

﴿۲۴﴾

اُتے بردیاں مفت وکاندیاں تے

شالا وت پیاں آون ایہہ گھڑیاں

لونڈیاں اور غلام مفت بک جانے کو تیار ہیں کاش ایسے لحات بار بار آتے رہیں۔

﴿۲۵﴾

سبحان اللہ ما اجملک

ما احسنک ما اکملک

سبحان اللہ کیا شان ہے آپ کے جمال کی کیا شان ہے آپ کے حسن کی کیا شان ہے آپ کے ہمہ صفت موصوف ہونے کی۔

﴿۲۶﴾

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء

مشتاق اکھیاں کتھے جا لڑیاں

کجا مہر علی اور کجا آپ کی تعریف وتوصیف ان آنکھوں نے آپ کو بالمشافہ دیکھنے کی گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔

(از کتاب زیارت نبی بحالت بیداری صفحہ 62)

امام اہلسنت حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ:۔

جو ایمان ومحبت رسول اللہ ﷺ کو لازم وملزوم گردانتا ہو وہ ہمہ وقت سرشار عشق محبوب کبریا ﷺ رہتا ہے۔ وہ اس خیال کوتاہ سے مستغنی ہوتا ہے کہ عشق ومحبت کا انحصار صرف دیدار محبوب پر ہے بلکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ ذکر محبوب سے بھی انسان عشق ومحبت کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے یہی نظریہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ فرماتے ہیں:

اے عزیز! ایمان، رسول اللہ ﷺ کی محبت سے مربوط ہے اور آتش جان سوز جہنم سے نجات اُن کی اُلفت پر منحصر ہے جو ان سے محبت نہیں رکھتا واللہ! ایمان کی بو اس کے ناک تک نہیں آتی۔

اور پھر یہ شعر پڑھا۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

عشق صرف دیدار سے ہی نہیں ہوتا کئی بار ایسا بھی ہوا ہے کہ یہ دولت گفتگو سے ہی مل جاتی ہے۔

جب غلبہ حال ہوتا ہے تو صاحب حال کے اقوال واشعار میں بے ساختگی عمق مقناطیست اور حقیقت ومعرفت کا عنصر غالب ہوتا ہے۔

نفس مضمون از خود سامع وقاری کے قلب وروح میں اُتر جاتا ہے اور اسکا اثر دائمی طور پر اسکے خیال ودماغ کی لوح پر منقش ہو جاتا ہے۔

اس نعت شریف سے آپ کے عشق کا اظہار ہوتا ہے۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے ،کعبے کا کعبہ دیکھو
رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت
اب مدینہ کو چلو صبح دل آراء دیکھو
آب زمزم پیا تو خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جود شہہ کوثر کا بھی دریا دیکھو
زیرِ میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے
ابر رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو
دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بے تابوں کی
ان کے مشاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ
قصر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو
زینت کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ
جلوہ فرما یہاں کونین کا دولہا دیکھو
غور سے سن تو رضا! کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھ سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

حضرت استاذی ومرشدی استاذ العلماء شیخ القرآن والحدیث رہبر شریعت و پیر طریقت حضرت علامہ مفتی محمد عبدالغفور نقشبندی قادری نوراللہ سرقدہ بانی و مہتمم جامعہ فاروقیہ رضویہ پنج پیر گھوڑے شاہ روڈ لاہور کو جاننے والے سب لوگ جانتے ہیں کہ آپ نے اپنی ساری زندگی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے احکام لوگوں تک پہنچانے میں صرف فرمادی آپ عالم باعمل، صوفی باصفا، پیکر عجز وانکسار مجسمہ سادگی اور نشان سلف صالحین تھے آپ پاسبان مسلک اہل سنت

وحنفیت موید و عامل تحقیقات امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

استاد صاحب علیہ الرحمۃ کے علم میں احکام شریعت سے جو بھی بات آجاتی ہر ممکن کوشش کر کے اس پر عمل فرماتے یعنی کہ آپ راسخ فی العلم تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ راسخ فی العلم وہ عالم باعمل ہے جو اپنے علم کا متبع ہو اور تفسیر خازن میں راسخ فی العلم کی جو چار صفات ذکر ہوئیں آپ ان سے بھی متصف تھے یعنی،

☆اللہ کا تقویٰ۔

☆لوگوں سے تواضع۔

☆دنیا سے زہد۔

☆نفس کے ساتھ مجاہدہ۔

قبلہ استاذ صاحب عقل سامی اور بصیرت کاملہ رکھتے تھے اور عالم ربانی کے مصداق تھے۔ صالحین و بزرگان دین کے احوال اکثر انکے موضوع سخن ہوتے مگر ذاتی احوال پر شاذ و نادر ہی بات کرتے وہ بھی کسی محفل میں یا اکیلے کسی بندہ خدا سے بصورت دیگر بڑی لمبی مجالس یعنی کئی گھنٹوں پر محیط درکار ہوتی تھیں تب کہیں کچھ معلومات حاصل ہوتیں۔

مرشد کامل سے عقیدت و محبت:۔

حصول فیض کے لئے مرشد کا کامل ہونا اور مرید کا محبّ صادق ہونا شرط اولیں ہے۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمال میں شک نہیں حضرت مفتی صاحب کے محبّ صادق ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے آپ کو حضرت شیر ربانی شرقپوری اور حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت درجہ عقیدت و محبت تھی جسکا اظہار گاہے بگاہے آپ کے عمل و گفتار سے ہوتا رہتا تھا۔

۱۹۵۷ء میں حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو آپ گاہے بگاہے مزار پر فاتحہ

خوانی اور کسب فیض کے لئے حاضری دیتے رہے۔ حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار اور ارشادات و تعلیمات پر مشتمل چشمہ فیض شیر ربانی کے نام سے راقم نے کتاب تالیف کر کے آپ کے حضور پیش فرمائی تو بہت خوش ہوئے دعاؤں سے نوازا، تقریظ تحریر فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی اور کتاب کا نام بھی تجویز فرمایا ارشادات شیر ربانی کو الہامی تعلیمات قرار دیتے اس پر خود عمل کرتے اور متعلقین کو عمل کرنے کی تلقین فرماتے۔

مرشد کامل کے صاحبزادگان حضرت میاں غلام احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1997ء اور حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ کا دلی احترام کرتے۔

جامعہ فاروقیہ کا قیام:۔

دینی مدارس میں علوم وفنون کی تدریس کے ذریعے طلبا کو عالم و فاضل تو بنایا جاتا ہے لیکن تربیت و عمل کو ثانوی حیثیت بھی نہیں دی جاتی جسکے باعث حصول علوم اسلامیہ کا مقصد فوت ہو جاتا ہے حضرت قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ فاروقیہ رضویہ لاہور کی بنیاد رکھی یہ ادارہ بے سروسامانی کے عالم میں 1968ء کو جامع مسجد سیدوالی باغبانپورہ لاہور میں قائم کیا ادارہ کی تاسیس حضرت قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولوی محمد ابراہیم مرحوم اور حضرت مولانا حاجی محمد جمیل صاحب نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ دوگنج شریف لاہور کے مقدس ہاتھوں سے عمل میں لائی گئی۔ حضرت مولانا حاجی محمد جمیل صاحب کو اس جامعہ کا پہلا طالب علم ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے دو سال تک یہ جامع مسجد میں رہا لیکن بعد میں گوجر پورہ مخدوم بہاء الدین روڈ گھوڑے شاہ روڈ میں مستقل اراضی خریدی گئی اور جامعہ کو اس میں منتقل کر دیا بعد ازاں خود بھی جامعہ میں تشریف لے آئے اور وہاں درس و تدریس اور امامت و خطابت کا سلسلہ شروع کر دیا جو تا حیات جاری رہا آپ کی شبانہ روز محنت شاقہ شعاؤں اور فیضان سے جامعہ نے تعلیمی اور اشاعتی میدان میں خوب ترقی کی آج جامعہ فاروقیہ رضویہ گوجر

پورہ باغبانپورہ لاہور کا شمار ممتاز مدارس میں ہوتا ہے۔

امامت وخطابت:۔

امامت وخطابت کی خدمات انجام دینا سنت ہے ایک عالم ربانی سے بعید ہے کہ وہ ان خدمات کو انجام دینے سے راہ فرار اختیار کرے جب رخصت پر اپنے گاؤں دوگیچ شریف جاتے تو مسجد میں فقہی مسائل کا درس دیتے اور وعظ فرماتے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد جب جامعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف میں تدریس کا آغاز کیا تو خطبہ جمعۃ المبارک جامع مسجد شیر ربانی شرقپور شریف میں ارشاد فرماتے آپ کا خطاب مدلل ہوتا تھا مدرسۃ الرحمت گھنگ شریف میں تدریس کے دوران مرکزی جامع مسجد کاہنہ نو ضلع لاہور میں جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرماتے رہے جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور کے زمانہ تدریس میں جامع مسجد لال دین پورہ لاہور میں امامت وخطابت کی خدمات انجام دیتے رہے مرکزی جامعہ مسجد سیدوالی نزد چوک شوالہ باغبان پورہ لاہور میں بھی امامت وخطابت کی خدمات انجام دیتے رہے جامعہ فاروقیہ رضویہ گوجر پورہ باغبانپورہ لاہور کی تاسیس کے بعد جامعہ سے متصل مسجد میں امامت وخطابت فرماتے رہے پھر تاحیات جامعہ مسجد فاروقیہ رضویہ میں یہ خدمات انجام دیتے رہے آپ کا خطاب سادہ مگر مدلل و پرتاثیر ہوتا تھا آپ کے خطاب میں تربیتی عنصر غالب ہوتا اسی خصوصیت کی بنا پر دور دراز علاقوں سے لوگ آپ کا خطاب سننے کے لئے آتے تھے خطبہ جمعہ کے بعد کچھ لوگ آپ کے حضور ٹھہرتے تو آپ ان سے محبت بھرے اسلوب میں تربیتی گفتگو کرتے آپ نے تاحیات خطابت کی خدمات عوض ومعاوضہ سے بے پرواہ ہو کر انجام دیں۔ (نورِ چراغ صفحہ 35)

وصال شریف:۔

استاذ صاحب علیہ الرحمہ نے انہتر (69) سال کی عمر میں تقریباً صبح ساڑھے چھ بجے

10 ستمبر 2007ء بروز پیر بمطابق ۲۷ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ وصال فرمایا۔

شمس المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں غلام احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ:۔

ولادت باسعادت:۔

حضرت میاں غلام احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ 1924ء کو حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں شرقپور شریف میں پیدا ہوئے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غلام احمد نام تجویز فرمایا۔

تعلیم و تربیت:۔

علم کی روشنی سے انسان جہالت کی تاریکی سے نجات حاصل کر سکتا ہے اور علم انسان کے وقار کی علامت ہے حضرت میاں غلام احمد شرقپوری رحمہ اللہ علیہ نے اپنی دینی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے کیا مختصر وقت میں قرآن پڑھ لیا قرآن کی تعلیم کے بعد اسلامیہ پرائمری سکول شرقپور شریف میں داخل کروایا گیا۔

پرائمری تک تعلیم مکمل کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور شریف میں داخلہ لیا اور میٹرک کا امتحان بھی امتیازی پوزیشن میں پاس کر لیا۔

میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد ذوق کے مطابق آپ کو طبیہ کالج لاہور میں داخل کروایا گیا۔ طب کا امتحان امتیازی پوزیشن میں پاس کیا علاوہ ازیں قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ، اور دیگر فنون کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔

حضرت شر ربانی شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے سینہ مبارک پر لٹا لیتے تھے ایسے ان کی نظر کرم سے آپ کو علم لدنی حاصل تھا۔

خطبہ جمعۃ المبارک کے موقع پر آپ قرآن وحدیث کے اسرار ورموز اور فقہی مسائل واحکام بہترین انداز میں بیان فرماتے تھے۔

شرف بیعت:۔

حضرت میاں غلام احمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے والد بزرگوار حضرت ثانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست اقدس پر شرف بیعت حاصل کیا حضرت ثانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ فرماتے۔

وصال مبارک:۔

حضرت صاحبزادہ میاں غلام احمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے 73 سال کی عمر میں 11 جولائی 1997ء مطابق ۵ ربیع اول ۱۴۱۸ھ بروز جمعۃ المبارک تہجد کے وقت سجدہ کی حالت میں وصال فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون.

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ:۔

ولادت باسعادت:۔

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ 23 فروری 1933ء بمطابق ۲۷ شوال ۱۳۵۱ھ بروز جمعرات صبح صادق کے وقت حضرت ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہوئے۔

آپ کی پیدائش کے وقت حضرت ثانی شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نماز فجر کی ادائیگی کے لیے مسجد میں تشریف فرما تھے نماز سے فارغ ہو کر جب آپ گھر تشریف لائے تو دائی مائی گاماں نے بچے کی پیدائش کی خوش خبری سنائی۔

یہ سنتے ہی آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل گیا۔ مائی گاماں نے آپ کے حضور بچہ پیش کرتے ہوئے کہا حضور میرے شہزادے پیر کے کانوں میں اذان کہیں، اور گھٹی (تحنیک) دیں۔ حضرت ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مائی کو دوسرے تحائف کے علاوہ ساٹھ روپے نقدی بھی

دی اور دوسرے دن رحیم بخش ماچھی کو 25 روپے نقدی عنایت فرمائی۔

تعلیم وتربیت:۔

آپ نے تعلیم کا آغاز قرآن پاک سے کیا سات سال کی عمر میں مولانا محمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے قرآن مجید ناظرہ پڑھ لیا قرآن مجید ناظرہ مکمل کرنے کے بعد آپ نے علوم اسلامیہ کا آغاز کردیا والد محترم حضرت ثانی صاحب سے شیخ سعدی شیرازی کی مشہور زمانہ کتب گلستان اور بوستان باقاعدگی سے پڑھنا شروع کردی۔ مذہبی کتب فارسی ،عربی اور اردو کا مطالعہ جاری رکھا اسی ذوق نے آپ کو تصانیف کے میدان میں داخل کردیا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ 1940ء میں سات سال کی عمر میں اسلامیہ پرائمری سکول شرقپور شریف میں داخلہ لیا سکول کے ہیڈ ماسٹر محمد احمد خان تھے جو باریش ہونے کے ساتھ ساتھ صوم وصلوٰۃ کے پابند بھی تھے۔ یہ وہ دور تھا کہ سکول کی یہ امتیازی خصوصیت تھی کہ اس میں صرف مسلمان اساتذہ کی تقرری ہوتی تھی۔ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری کو فخر حاصل ہے کہ آپ کے تمام اساتذہ مسلمان تھے۔

آپ عام بچوں کی طرح گلی کوچوں اور بازاروں میں گھومنا پسند نہیں کرتے تھے آپ سکول سے چھٹی ہونے پر فوراً گھر تشریف لے آتے اور اپنی تعلیم میں مصروف ہوجاتے 1944ء میں نمایاں پوزیشن میں پرائمری کا امتحان پاس کیا اور گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور شریف میں داخلہ لیا۔

آپ کا بچپن عام بچوں سے مختلف تھا۔ قیمتی وقت ضائع کرنا، شرارتیں کرنا، لڑائی کرنا، گالی گلوچ وغیرہ سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ اس لیے ایسے امور سے ہمیشہ دور رہے ہیں۔ اپنے اساتذہ کا دلی احترام کرتے اور ان کی فرمانبرداری کرتے، پورے زمانہ تعلیم کے دوران کسی استاذ کو آپ سے کبھی شکایت نہیں ہوئی۔

آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنی خاندانی روایات برقرار رکھتے ہوئے طبیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ آپ نے دوسرے فنون میں مہارت کے ساتھ ساتھ طب میں بھی مہارت تامہ حاصل کی۔

آپ کے جملہ اساتذہ کا علم نہیں ہوسکا تاہم چند کے نام یہ ہیں:

☆ حضرت میاں غلام اللہ المعروف حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ شیخ محمد عثمان قصوری۔

☆ مرزا محمد طاہر بیگ رحمۃ اللہ علیہ۔

شرف بیعت:۔

آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کا محتاج نہیں اس آستانہ سے ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ وابستہ ہیں حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمہ اللہ تعالی کے برادر اصغر اور اپنے والد گرامی حضرت میاں غلام اللہ المعروف ثانی صاحب رحمہ اللہ تعالی کے دست اقدس پر شرف بیعت حاصل کیا۔

اولاد امجاد:۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادی اور چار صاحبزادوں سے نوازا صاحبزادگان کے نام یہ ہیں:

زینت المشائخ حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ۔

مجاہد اہلسنت حضرت صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری مدظلہ العالی۔

حضرت صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی۔

حضرت صاحبزادہ میاں غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ۔

چنے ہیں پھول میں نے آج بستان عقیدت سے
کہ ہے تھوڑی الفت مجھے خاک شرقپور سے
آج وہ گزرے ہوئے دن دل پہ چھا جانے لگے
خون کے آنسو میرے پلکوں پہ آجانے لگے
خاموش گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں تیری
مگر سارے جہاں کہ کب پہ ہے اک داستان تیری
نمایاں ہے تیری سارے جہان میں شان مخدودی
سخن کے بادشاہ گزرے ہیں گو شیرازی وجامی

حضرت صوفی محمد صدیق نقشبندی قندھاری

رحمہ اللہ تعالیٰ مرولہ شریف، اوکاڑہ

عجز وانکسار کا پیکر روشن چہرہ جھکی ہوئی نظریں پیشانی پر ولایت کے آثار نمایاں دل عشق رسول ﷺ سے معمور سراپا جذبہ خدمت دین سے معمور اور سنتِ رسول ﷺ کی حامل شخصیت یہ ہیں حضرت صوفی محمد صدیق نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ آپ بھی حضرت ایشاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار اقدس پر حاضری دیتے رہے اور اکتساب فیض کرتے رہے۔

ولادت باسعادت:۔

حضرت صوفی محمد صدیق نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۵ شعبان ۱۳۳۷ھ مطابق 30 ستمبر ۱۹۱۸ء میں بروز پیر صبح صادق کے وقت حضرت میاں محمد یعقوب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہوئے آپ آرائیں برادری کے چشم وچراغ تھے آباواجداد موضع بھیلہ بہتھار ضلع قصور میں رہائش پذیر تھے قیام پاکستان سے قبل وہاں سے نقل مکانی کر کے قصبہ مرولہ شریف ضلع اوکاڑہ میں رہائش پذیر ہو گئے آباواجداد کا ذریعہ معاش زراعت تھا بڑے ہو کر آپ نے بھی زراعت کا پیشہ اختیار فرمایا والد گرامی صوم وصلوۃ کے پابند صاحب تقویٰ اور شب زندہ دار تھے حضرت بابا

گھلے شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید تھے والدہ محترمہ نیک سیرت تہجد گزار اور سراپا ورع خاتون تھیں حضرت صوفی محمد صدیق نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت سے قبل والدہ صاحبہ نے خواب دیکھا کہ گلاب کا ایک پھول ان کی جھولی میں گرا ہے صبح اس خواب کی تعبیر وقت کے کامل حضرت بابا گھلے شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کی گئی انہوں نے تعبیر بتاتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ چاند سا لڑکا عطا فرمائے گا جو ولی کامل ہوگا ان کے فیض سے ایک دنیا مستفیض ہوگی حضرت صوفی صاحب کی ولادت باسعادت ہونے پر وہ بزرگ آپ کے والد گرامی کو مبارک باد دینے کے لئے آپ کے گھر تشریف لائے۔

آپ ایک بہن اور سات بھائی تھے دوسرے بھائی کے اسما گرامی یہ ہیں:

درویش محمد

علم دین

محمد ابراہیم

محمد اسماعیل

محمد یوسف

محمد حسین

محمد حنیف

حضرت صوفی محمد صدیق نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ سب بھائیوں میں ممتاز تھے۔

حضرت صوفی صاحب مادرزاد ولی اللہ تھے آپ کا نام محمد صدیق تجویز ہوا جبکہ لقب صوفی تھا والدین بہن بھائی عزیز واقارب دوست واحباب اور گلی محلہ آپ کو صوفی صاحب کے نام سے پکارتے تھے آپ کا بچپن دوسرے بچوں سے مختلف تھا کھیل کود سے سخت نفرت تھی ذکر الٰہی کرتے نماز پڑھتے سچ بولتے نظریں جھکا کر چلتے بڑوں کا ادب کرتے اور دوستوں سے اصلاحی گفتگو کرتے۔

تعلیم وتربیت:۔

آپ نے تعلیم کا آغاز قرآن کریم سے کیا حضرت مولانا قاری محمد عیسیٰ قادری رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعلیم وتربیت حاصل کی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم گورنمنٹ مڈل سکول بابا بالا نزد مرولہ شریف ضلع اوکاڑہ سے حاصل کی۔

عادات واطوار:۔

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عکس جمیل تھے ہمیشہ سچ بولتے، بیماروں کی عیادت کرتے نماز جنازہ میں شرکت کرتے وفات یافتہ کے ورثاء سے تعزیت کرتے نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتے چھوٹوں پر شفقت کرتے علماء مشائخ کا احترام کرتے پست آواز میں گفتگو کرتے نماز تہجد کی پابندی کرتے سلام کہنے میں پہل کرتے اور دینی امور میں حصہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔

بیعت وخلافت:۔

خواہ آپ مادرزاد ولی اللہ تھے لیکن ظاہری طور پر بھی فیوض وبرکات کے حصول کا ذوق پیدا ہوا مرشد کامل کی تلاش شروع کر دی استاد محترم حضرت مولانا قاری محمد عیسیٰ قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مرشد کامل حضرت سائیں اللہ یار قادری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کرادیا۔ مرشد کامل آپ پر شفقت فرماتے توجہ باطنی سے آپ کو درجہ کمال تک پہنچا دیا پیر ومرشد آپ سے فرمایا کرتے تھے کہ صوفی صاحب! آپ کے لیے فیض کا حصہ تمام سلاسل کے بزرگوں کے پاس ہے آخری حاضری کے موقع پر مرشد کامل نے فرمایا صوفی صاحب آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ سے فیض ملے گا پھر ایک دنیا آپ سے مستفیض ہو گی یہ ارشاد سن کر آپ نے نقشبندی بزرگ کی تلاش شروع کر دی اسی دوران ایک دن ولی کامل حضرت پیر سید فیض بخش محمد شاہ قندھاری رحمہ اللہ تعالیٰ موضع مہلو کے چشتی نزد مرولہ شریف میں

تشریف لائے آپ کو علم ہوا تو ان کی زیارت کے لئے حاضر ہو گئے زیارت کرتے ہی قلبی سکون حاصل ہوا حضرت پیر قندھاری صاحب نے آپ پر شفقت و مہربانی فرمائی۔ حضرت پیر قندھاری صاحب نے میزبان حضرت پیر مددعلی شاہ صاحب سے فرمایا کہ صوفی صاحب کو قہوہ پلائیں تعمیل ارشاد کرتے ہوئے ایک پیالہ قہوہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جو نوش کر لیا پیر قندھاری صاحب نے پھر فرمایا کہ صوفی صاحب کو ایک اور پیالہ قہوہ پیش کریں تا کہ انہیں اطمینان قلبی حاصل ہو جائے دوسرا پیالہ بھی انہیں پیش کیا گیا آپ نے وہ بھی پی لیا اسی موقع پر حضرت صوفی صاحب میں سعادت بیعت حاصل کرنے کا قلبی میلان ہوا حضرت پیر قندھاری صاحب نے بیعت میں قبول کر کے دلی مقصد پورا کر دیا حضرت صوفی صاحب جب دوسری بار حضرت پیر قندھاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اعزاز خلافت سے بھی نواز دیئے گئے۔ کچھ مریدین نے اتنی جلدی میں صوفی صاحب کو خلافت عطا کرنے میں سرگوشیاں شروع کر دیں۔ حضرت پیر قندھاری صاحب کے حضوور سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے ان کے دلی خیالات سے باخبر ہو کر حضرت پیر قندھاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا فقیر نے سمندروں کی گہرائیوں کا اندازہ لگایا ہے فقیر کو ہر چیز کا اندازہ ہے لیکن صوفی صاحب کی گہرائی کا اندازہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ ہی جانتے ہیں۔ آپ نے مزید فرمایا صوفی صاحب تو حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے کے بزرگ تھے اور آئے اس زمانے میں ہیں۔

اولیاء کرام سے عقیدت ومحبت:۔

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو اولیاء کرام سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔ آپ اولیاء کرام کے مزارات پہ حاضری دیتے اور بذریعہ مراقبہ اکتساب فیض کرتے تھے جن اولیاء کرام کے مزارات پر آپ نے حاضری دی ان میں سے چند ایک اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ | حضرت ایشاںؒ
حضرت شاہ محمد غوثؒ | حضرت شیر ربانی شرقپوریؒ
حضرت میاں میر قادریؒ | حضرت بابا بلھے شاہؒ
حضرت پیر مکیؒ | حضرت شاہ جمال قادریؒ
حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاریؒ | حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ
حضرت سید فیض محمد شاہ قندھاریؒ | اور حضرت حضوری شاہ وغیرہ۔

وصال مبارک:۔

84 سال کی عمر پا کر آپ نے 21 جنوری 2002 میں وصال فرمایا حضرت میاں مراد علی بودلہ صاحب خلیفہ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساہیوال نے نماز جنازہ پڑھائی مرولہ شریف میں مدفون ہوئے۔ مزار اقدس مرجع خاص وعام ہے۔

اولاد امجاد:۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت صوفی صاحب کو چھ صاحبزادیوں اور تین صاحبزادوں سے نوازا۔ صاحبزادگان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

حضرت صاحبزادہ میاں محمد معروف صاحب۔

صاحبزادہ میاں عبدالرؤف صاحب۔

صاحبزادہ میاں انوار الحق صاحب۔

حضرت صاحبزادہ میاں محمد معروف والد گرامی کے جانشین اور آستانہ عالیہ مرولہ شریف کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ پر والد گرامی کے فیوض و برکات اور تربیت کے آثار نمایاں ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے علم، عمر اور عمل میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

(تذکرہ خانوادہ حضرت ایشاں، صفحہ 712)

غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:۔

شہباز طالع مند جو طالع آزمائی کیلئے کوچہ سر فروشاں کی منڈیر سے پر فشاں ہو کر اٹھا، اڑا، جھپٹا مردود رسالت پناہ کا شکار کرتا ہوا لوٹا، دربارِ دُرِ یتیم کی چوکھٹ چومی اور شاخ طوبیٰ پر جا بیٹھا یہی غازی علم الدین شہید ہے۔

بالیقین جب راجپال کا قلم آوارہ ہو جائے تو تقدیر کسی علم الدین کو تلاش کرتی ہے میں مقبرہ شہید پر بیٹھا اسی سوچ میں گم تھا خدانخواستہ کہیں پھر اُمت مسلمہ کی وفاؤں کے امتحان کا مرحلہ پیش آیا تو اب میدان خطابت میں وہ مقرر نہیں ہیں جن کی شعلہ نوائیاں خرمن آگ بھڑکا سکیں اور علم الدین جیسے نوجوان بھی دکھائی نہیں دیتے گلاب کی طرح مہکتا ہوا جن کا شباب دار و رسن کو زینت بخشے اس لیے عشق و محبت کی یہ داستان اس قابل ہے کہ روشنائی سے لکھنے کی روش ترک کر کے اسے خون جگر کے مقدس قطروں سے غلاف حرم پر رقم کیا جائے تاکہ شاتمان رسول حروف کے خنجر سے از خود قتل ہوتے رہیں۔

گزشتہ چند صدیوں کے دوران بعض مسیحی مورخین پیروکاران ہندو مت اور یہودی اہل قلم نے بار بار اپنی کمینگی فطرت کا ثبوت دیا ہے کوئی نہ کوئی بدزبان اور کج قلم مذہبی دلآزاری کا سامان کر کے مسلمانوں کے تاریخی ورثے اور جذبات واحساسات کا تمسخر اڑاتا رہا ہے مشاہیر ملت اسلامیہ کو مطعون و متہم کرنے کی ناپاک جسارت ان کی پرانی عادت ہے مختلف ادوار میں رسول عربی ﷺ کی پر مبنی متعدد رسائل طبع کئے گئے۔ کفار کی ایک تعداد نشتر قلم سے تاریخی حقائق کا پیٹ چاک کر کے اور من گھڑت قصوں کے بل بوتے پر ہمیشہ فتنے جگانے میں مصروف رہی ہے۔ جس سے اہل ایمان کے دلوں میں غیظ و غضب کا لاوا ابلتا اور غم و اضطراب کی لہر دوڑ جاتی ہے اور مورت کیش مسلمانوں کے نازک آبگینوں کو سخت ٹھیس پہنچتی ہے۔ اسکی ایک دو نہیں سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کئی بار شعائر اسلام کی صداقت و عظمت کو جھٹلایا گیا اور افضل

البشر ﷺ کی پاکیزہ سیرت پر سوقیانہ ورکیک حملے کر کے اہل ایمان کی عقیدت کو آزمائش میں ڈالا گیا۔

اس خطہء ارض پر انیسویں صدی کے ربع اوّل میں ایک ہندو نیتا نے آریہ سماج کی بنیاد رکھی۔ 1923ء میں منشی رام المعروف سوامی شردھانند شدھی جیسی فتنہ انگیز تحریک کو لے کر اٹھا ہندوؤں کی بڑی کوشش تھی کہ مسلمان ایک فعال قوم کی حیثیت سے نہ ابھر سکیں تاکہ وہ بلا شرکت غیرے برصغیر پاک و ہند کے سیاہ وسفید کے مالک بن جائیں اور یہاں رام راج قائم ہو یہاں اس دھرتی پر غریب مسلمانوں اور اچھوتوں کو ترغیب و تحریص کے ذریعہ ہندو بنانے کا پریشان کن تجربہ کیا گیا۔

شدھی تحریک کے اثرات دیکھتے ہی دیکھتے بڑی سرعت رفتاری کے ساتھ پورے ہندوستان میں پھیل گئے۔ لاہور کے پرامن ماحول میں اسکا بھرپور آغاز 1924ء میں ایک شرانگیز اور شیطانی رسالے کی طباعت سے ہوا اسے ایک گھٹیا ذہنیت والے ہندو کتب فروش راجپال نے ہسپتال روڈ لاہور سے شائع کیا تھا۔ اس سوقیانہ عبارت کا نام ہی اس قدر اشتعال انگیز تھا کہ تن بدن میں بجلیاں دوڑ جاتی ہیں، اور غیرت ایمانی اسے سننا بھی گوارا نہیں کر سکتی خاصے عرصے تک یہ کتاب صوبائی حکومت کی پریس برانچ کی نگاہ سے بھی چھپی رہی یا انہوں نے احتساب و مواخذہ کی ضرورت محسوس نہ کی جب مسلمانوں کی اس پر نگاہ پڑی تو راجپال مردود نے آریہ سماجیوں کی پشت پناہی کی وجہ سے اس پر عذر خواہ ہونے سے قطعی انکار کر دیا۔ بہر حال اس سے مسلمانان ہند میں اضطراب و ہیجان پیدا ہونا فطری عمل تھا، اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر جانب غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔

جب رستے ہوئے زخموں کو کہیں سے مرہم نہ مل سکا تو مجروح عشق خود ہی درماں کی تلاش میں نکل پڑا چنانچہ اس سلسلے میں راجپال کے گریباں تک پہلا ہاتھ غازی خدا بخش اکو جھا کا پہنچا جو اندرون یکی گیٹ لاہور کے کشمیری اور پیشے کے لحاظ سے شیر فروش تھے مگر شومئی قسمت کہ

ان کا حملہ بوجوہ ناکام ہوا اور ناشر بچ رہا۔ دوسری بار غازی عبدالعزیز نے قسمت آزمائی کی مگر حقیقی شاتم رسول کی جگہ اسکا دوست ستیانند شدید زخمی ہوگیا۔ گستاخ رسول کا قصہ تمام کرنے کی خاطر مختلف اوقات میں خنجر بکف تکبیر بلب متعدد جانباز مقدر آزما چکے تو 6 اپریل 1929ء کو اڑھائی بجے کے قریب اس کا کام تمام ہوگیا۔ اسکو جہنم رسید کرنے والا خوش نصیب نوجوان غازی علم الدین تھا جو دلچسپ حیلے بہانوں سے اسکی دکان پر پہنچا، اور للکارا اے! کافر تیری موت مرنے کے لئے تیار ہوجا۔ کچھ وقت بعد حضور کبریا ﷺ کی گستاخی کا مرتکب کتے کی موت مرچکا تھا اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کمبخت راجپال ایڑیاں رگڑ رگڑ کر سپرد جہنم ہوا۔

غازی علم الدین 4 دسمبر 1908ء بروز جمعرات سریانوالہ بازار چیتے آلہ کٹڑہ میں پیدا ہوئے۔ آپ فطرتاً شوخ اور چنچل تھے۔ عہد شباب میں آپ کی نمایاں خصوصیت سادگی بیان کی جاتی ہے صاف گوئی آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ اٹھتی جوانی تھی خدوخال کے لحاظ سے نہایت خوبرو اور شکیل تھے جسم سڈول رنگ سرخ وسپید پیشانی چوڑی بال سیاہ اور گھنگریالے تھے آنکھیں جھیل کی مانند گہری اور تخم امنبہ سے مشابہ تھیں جن میں اکثر اوقات سرخ ڈورے فروزاں رہتے مژدم سیاہ دراز ہونٹ باریک اور گردن پروقار انداز سے اٹھی ہوئی تھی البتہ چہرہ کی ساخت کتابی تھی۔ شکل وشباہت کے علاوہ بھی وہ خوبی وکمال کے مرقع تھے لہجے میں ملائمت اور بلا کی مٹھاس ہوتی دیکھنے والے کا جی چاہتا کہ ازسرتابہ پا بلاتوقف دیکھتا چلا جائے اور سننے والوں کی تمنا ہوتی کہ وہ ہمہ تن گوش سنتے رہیں۔ گویا آپ نقاش فطرت کا ایک حسین شاہکار تھے۔

القصہ راجپال کے قتل کی خبر ایک مختصر وقت میں پورے شہر کے گلی کوچوں میں گشت کرنے لگی لوگ جوق درجوق موقع واردات کی طرف چلے آرہے تھے اس واقعے کے بعد ہندو خاصے سہم گئے اور سارے شہر میں خوف وہراس پھیل گیا۔ اسکے ساتھ ہی امن وعامہ برقرار رکھنے کے لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی قتل کے اس واقعہ کی رپورٹ کدار ناتھ انارکلی میں درج کرائی۔ گستاخ رسول ﷺ کو جہنم واصل کرنے والے شیر دل مجاہد غازی علم الدین نے

برضا ورغبت گرفتاری پیش کی۔ حالانکہ وہ چاہتے تو بآسانی راہ فرار اختیار کر سکتے تھے گرفتاری کے وقت غازی صاحب نے صاف ستھرا لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ ان کے سر پر گلابی رنگ کا رومال تھا انہوں نے دھاری والی قمیض اور سفید شلوار پہن رکھی تھی۔ ان کے کپڑوں پر مقتول مردود کے ناپاک خون کے قطرے بدستور موجود تھے۔ وہ پرسکون اور مطمئن نظر آرہے تھے ان کے چہرے پر گھبراہٹ کا شائبہ تک نہ تھا۔ البتہ ان کی آنکھوں میں بلا کا خمار تھا۔

راجپال کے قتل کا مقدمہ 10 اپریل کو سنٹرل جیل میں ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر ای ایس لوئیس کے سامنے پیش ہوا 15 اپریل 1929ء غازی علم الدین کے مدافعہ کی مسٹر ٹیپ سیشن جج کی عدالت میں سماعت ہوئی نوجوان عاشق رسول کا مقدمہ سب مسلمانوں کا مقدمہ بن گیا تھا جب آپ کو سزائے موت کا مستحق ٹھہرایا گیا تو پورے برصغیر کے مسلمانوں میں کہرام مچ گیا اس موقع پر علم الدین ڈیفنس کمیٹی تشکیل دی گئی کمیٹی کی اپیل پر عوام نے دل کھول کر چندے دیئے۔ اپیل کی غرض سے فیصلہ کی نقول حاصل کر کے نامی وکلاء نے اس مسل کا بغور مطالعہ کیا اس پینل میں میاں تصدق حسین خالد، مسٹر فرخ حسین بیرسٹرایٹ لاء، مسٹر محمد سلیم ایڈوکیٹ، میاں فیروز الدین اور خواجہ نیاز احمد ایڈوکیٹ کے نام شامل ہیں ہائی کورٹ میں اپیل منظور ہونے کے بعد غازی علم الدین کے رشتہ داروں کی بڑی خواہش تھی کہ اس مقدمے میں کسی ماہر قانون دان کی خدمات حاصل کی جائیں۔

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی خدمات میں جب یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے محمد علی جناح کے بارے میں مشورہ دیا مسٹر محمد علی جناح ان دنوں ممبئی میں پریکٹس کرتے تھے نیلگوں سائبان کے نیچے ان کی قانون دانی کا بڑا شہرہ تھا جناح صاحب اس زمانے میں آل انڈیا کا لیس کے ممبر تھے اس وقت تک مسلم لیگ بھی ان کی اعلیٰ اور بے لوث قیادت سے محروم تھی چنانچہ ہائی کورٹ میں غازی صاحب کی طرف سے وہ مسٹر فرخ حسین بارایٹ لاء کے علاوہ پیروکار تھے۔ یہ تو قانونی موشگافیوں کے تذکرے ہیں۔ اس جگہ ان کا تذکرہ کسی خاص اہمیت کا حامل نہیں

ہے بیان کیا جاتا ہے کہ سیشن کورٹ میں جب مسٹر سلیم ایڈوکیٹ اپنے دلائل سے فارغ ہو چکے تو اسکے تھوڑی دیر بعد مگر فیصلہ سنائے جانے سے کچھ دیر قبل حضرت قبلہ غازی موصوف اپنی جگہ سے اٹھے اور کمرہ عدالت میں چلا چلا کر کہنا شروع کر دیا شاتم رسول کا قاتل میں ہوں میں نے ہی نابکار راجپال کو جہنم رسید کیا ہے بتایا جاتا ہے کہ ہائی کورٹ نے فریقین کے دلائل سننے کے بعد حاضرین کو باہر نکال دیا اور ماتحت عدالت کے فیصلے پر فیصلہ صادر کیا جب یہ اطلاع غازی علم الدین کو اس شام جیل میں سنائی گئی تو ان کے جسم میں مسرت کی لہر دوڑ گئی چہرہ تمتما اٹھا۔

اگرچہ مسلمان انگریز کے معاندانہ رویے سے دل برداشتہ تھے مگر پوری کونسل کے دروازے پر دستک دینے میں ایک خاص مصلحت کارفرما تھی ایک بزرگ مقدمہ بازی کے خلاف تھے ان کی کوشش تھی کہ علم الدین اور عدالت کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ اس معاملے میں رحم کی اپیل گناہ ہے اور غازی موصوف کی طرف سے انحراف فعل ایک عظیم جرم اور علم الدین کو ایسی موت کی آغوش سے چھین لینا ان کی ذات پر بہت بڑا ظلم ہے لیکن سید حبیب شاہ اور علامہ اقبال کی رائے اسکے برعکس تھی ان کا کہنا تھا یہ بجا ہے کہ اپنے تئیں بے قصور ظاہر کرنا قابل عفو گناہ ہے اور غازی علم الدین کو ایسی مثالی موت سے جو حقیقت میں موت نہیں ہے، بچانا ایک عظیم ترین جرم بھی، لیکن اگر ہم خاموش بیٹھ کر حالات کے جائزے میں گم ہو جائیں گے تو غیر مسلم اسکا یہ مطلب اخذ کریں گے کہ علم الدین کا کوئی بھی نہیں ہے اور مسلمان اس مجاہد سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتے چنانچہ حجت پوری کرنے کے لئے ہمیں ہر طرح کی قانونی چارہ جوئی کرنی چاہیے کیونکہ علم الدین کسی ایک فرد کا نام نہیں بلکہ پوری قوم کی پہچان ہے چنانچہ پریوی کونسل لندن میں بھی یہی فیصلہ صادر ہوا۔

حیران کن پہلو یہ ہے کہ ہندو جرائد مسلسل غازی موصوف کے متعلق افسانہ طرازیاں کر رہے تھے کہ علم الدین کئی دنوں سے پریشان خاطر اپنے فعل پر پچھتا رہا ہے، اور ہر وقت کف افسوس ملتا رہتا ہے۔ جناب وقار اللہ عثمانی پانی پتی ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھے انہیں غازی

سے والہانہ عقیدت تھی انہی دنوں وہ آپ سے ملاقات کو جیل میں گئے اور اگلے روز ۴ ستمبر کو اپنا ایک مضمون (انقلاب) کے حوالے کیا۔ لکھا تھا کل تین بجے شام سنٹرل جیل لاہور میں غازی علم الدین صاحب سے ان کے والد کی معیت میں ملا، ماشاء اللہ خوش وخرم ہیں۔ اور نہایت اچھی صحت ہے ہم نے بیس پچیس منٹ تک ملاقات کی۔ انہوں نے اتنی دیر جو بات کی ہنس کر کی آزاد آدمیوں میں اتنا اطمینان قلب نہیں دیکھا، جتنا ان میں پایا گیا ان کے والد نے کہا کہ "پرتاب" میں تمہارے متعلق لکھا ہے کہ بہت کمزور ہو گئے ہو اور ہر وقت مغموم و متفکر رہتے ہو یہ سن کر خوب ہنسے اور فرمایا یہ ان لوگوں کے لیے خبث باطن کی علامت ہے وہ اپنی آگ میں خود جل رہے ہیں مجھے کیا پریشانی؟ ایڈیٹر اخبار خود آکر مجھے دیکھ جائے اور اپنے خشک زخموں کو تازہ کر لے، میاں صاحب کو کھانے پینے نہانے دھونے اور وضو نماز کی کوئی تکلیف نہیں معلوم ہوا کہ جمعہ کے جمعہ روزہ رکھتے ہیں اور دیگر نوافل کا معمول ہے اور ہر وقت درود شریف کا ورد رکھتے ہیں۔

لوگوں کا بیان ہے کہ میانوالی شہر میں مدت سے ایک مجذوب رہتا تھا۔ جو کسی سے بھی بات نہ کرتا مگر جب غازی علم الدین میانوالی جیل میں منتقل ہوئے، اس رات مجذوب گلی کوچوں میں دوڑا پھرتا تھا اور بلند آواز سے نعرے لگاتے ہوئے اعلان کرتا تھا لوگو! تمہیں مبارک ہو تمہارے پاس ایک عاشق رسول ﷺ آرہا ہے۔ پھر وہ تالیاں پیٹتا قہقہے لگاتا اور دوسری گلیوں بازاروں میں چلا جاتا وہ رات اس نے یوں ہی گزار دی اور سپیدۂ سحر طلوع ہونے سے پہلے ایسا روپوش ہوا کہ آج تک اسکا سراغ نہیں مل سکا۔ پریوی کونسل لندن کا فیصلہ ایک بجلی تھا جس کی آمد سے امیدوں کے خرمن سے دھواں اٹھنے لگا اسی لئے لاہور میں کہرام مچا ہوا تھا فرزندانِ اسلام سخت اشتعال میں تھے ان حالات سے حکومت کو اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کسی وقت بھی غیظ وغضب کی یہ چنگاری شعلے میں بدل کر سارے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے چنانچہ انتظامیہ نے اس خدشہ کے پیش نظر علم الدین کو مرکز سے دور میانوالی جیل میں منتقل کر دیا۔

27 اکتوبر کو غازی علم الدین سے جب ان کے کچھ رشتے دار ملے تو انہوں نے فرمایا

تم میں سے کوئی بھی روکر مجھے نہ ملے ورنہ اس سے منہ موڑ لیا جائے گا 30 اکتوبر کو آخری ملاقات کے لیے جیل میں انتظام کیا گیا تھا۔ غازی علم الدین راہِ حق میں جام شہادت نوش کرنے کے بڑے متمنی تھے اس واقعہ سے بھی ان کی آرزو کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ایک بار التوائے شہادت کے باعث انہوں نے جیلر کا گریبان پکڑ کر کہا تھا مجھے پھانسی کیوں نہیں دیتے میرے لواحقین پریشان ہو رہے ہیں اور میں جدائی کی بے دود آگ میں سلگ رہا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ جلد از جلد سے اس مرحلے سے گزر کر دربار رسالتمآب ﷺ میں بازیابی حاصل کروں۔

31,30 اکتوبر کا درمیانی وقفہ ان کے لیے لیلۃ القدر سے کم نہ تھا۔ وہ رات شب برات تھی جو اپنے دامن میں بے پناہ مسرتیں سمیٹ کر لائی وہ سوز و گداز کے ماحول میں ڈوبی ہوئی قبلہ غازی علیہ الرحمۃ کی ظاہری زندگی کی آخری رات تھی۔ ایمان پرور نظارہ دید کے قابل تھا اسلام کا فرزند موت کا جشن مناتا ہے اللہ اکبر کے نعروں سے فضا گونج اٹھتی ہے فرش خاکی کا ذرہ ذرہ مرحبا یا غازی! مرحبا یا غازی پکار رہا ہے حضور ﷺ کے ناموس پاک کے محافظ بصد شوق موت کے منہ میں پہنچتا ہے تو قتل گاہ جھک کر خوش آمدید کہتی ہے۔ آخر وہ وقت بھی آ گیا جب واصل بحق ہونے میں فقط ایک گھڑی باقی تھی تختہ دار پر کھڑے ہو کر غازی نے فرمایا حاضرین! بلاشبہ میں ہی شاتم رسول ﷺ کا خوش قسمت قاتل ہوں میں نے اسے جذبہ عشق و وفا سے سرشار ہو کر قتل کیا اب سب میرے کلمہ کے گواہ رہو چنانچہ آپ نے باآواز بلند کلمہ شریف پڑھا دار و رسن کو چوما اور درود و سلام کا ورد کرتے ہوئے پھندے کو گلے میں ڈال لیا کہ بطل حریت محافظ دین و ملت پروانہ شمع رسالت کی یہی منزل تھی غازی ہزار کوششوں اور مناجاتوں کے بعد 21 اکتوبر 1929ء مطابق جمادی الاول ۱۳۴۸ھ جمعرات کی صبح صادق کو یہاں تک پہنچے جام شہادت نوش کرتے وقت آپ کے چہرے سے مسرت ٹپکتی تھی وہ بڑے جوش سے اللہ اکبر کے نعرے لگاتے تمام دوسرے قیدی ان کے جواب میں اس قدر زور سے اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے کہ باہر تک آوازیں سنائی دیتیں آپ کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گی اور ساتھ بجے جلاد نے تختہ کھینچ دیا ساقی

کوثرﷺ اپنے میخوار کے لیے مقتل میں تشریف لے آئے ہوں گے آپﷺ کے ساتھ سینکڑوں فرشتے بھی غازی کے استقبال کے لئے موجود ہوں گے اور غازی علم الدین شہید کی بے قرار روح آستانہ خاکی سے اڑ کر اپنے آقا و مولاﷺ کے قدوم میمنت لزوم سے لپٹ گئی ہوگی۔

یارب! اسے موت کہتے ہیں تو یہ زندگی ہمارے نام بھی لکھ دے

(ماہنامہ نعت لاہور صفحہ نمبر 47)

ذرہ تھا عشق نے مہر تاباں کیا

قطرہ تھا قلزم دین و ایماں کیا

پھول تھا تجھ کو رشک گلستان کیا

تا ابد ایک عہد بہاراں کیا

علم الدین تو صداقت کا شہکار ہے

تو خلوص محبت کا معیار ہے

روشنی کا تو ظلمت میں مینار ہے

راہ باطل میں سنگین دیوار ہے

پالامل سنار کو کیفر کردار تک پہنچانے والے

غازی محمد صدیق شہید رحمۃ اللہ علیہ

15 اگست ۱۹۳۵ء کی ایک اداس شام تھی سورج دن بھر کی طویل مسافت کے بعد پربت کی فلک بوس پہاڑیوں سے ذرا پرے دھیرے دھیرے یوں لڑھک رہا تھا جیسے اجنبی گزرگاہوں کا کوئی مسافر نشیب کی سمت میں اترتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر اپنا قدم اٹھائے۔ میرے اردگرد رات اپنے سیاہ دراز گیسو کھولے کھڑی تھی۔ میں چونک اٹھا ایسا نہ ہو کہ اندھیاروں کی

زہریلی ناگن میرے فکر کو ڈس لے وقت کی دہلیز پر بیٹھے میں اس سوچ میں مستغرق ہو گیا کہ جانے شہر خموشاں کے کتنے زائرین قریب قریب سے جب چاپ گزر جاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ملت شاہ حجاز کے ایک گم نام مگر غیور جانباز کے گوشہ راحت کی زیارت سے محروم رہ گئے ہیں قصور کی شہری آبادی سے ملحقہ لنک کچہری روڈ پر ایک بڑا قبرستان واقع ہے یہاں آفیسرز کالونی کے عین مقابل سڑک سے بائیں جانب ایک احاطے میں حضرت غلام محی الدین صاحب کا مقبرہ دکھائی دیتا ہے ذرا دور ایک نو مسلم بزرگ کا مزار مگر اس کے بالکل نزدیک بظاہر خستہ حال یہ کسی لاوارث کی تربت ہے۔ متصل شارع عام سے ہزاروں لوگ گاڑیاں دوڑاتے ہوئے بے خبری میں آگے نکل جاتے ہیں انہیں کون بتلائے کہ دو چار قدم ہٹ کر غیرت و فکر کا ایک زندہ مرقع درس محبت دے رہا ہے مرقد کی چاروں طرف چھوٹی چھوٹی دیوار جن کی اینٹیں اکھڑ چکی ہیں تعویذ پر گلاب کے تازہ پھولوں کی چادر بچھی ہوئی شکستہ روح مزار پر تاریخ وصال اور کلمہ طیبہ کے علاوہ مندرجہ ذیل قطعہ رقم ہے۔

صدیق چوں شیدہ راہ لاالہ شد
مسند نشین بصد عزو جاہ شد
آمد نداز غیب کہ آں مرد سر فروش
خاک رہ جناب رسالت پناہ شد

میں مقبرے کی دائیں سمت بیٹھا گزرے دنوں کے شب و روز کا جائزہ لے رہا تھا دیکھتے ہی دیکھتے اس خطہ ارض پر اقدس و اکمل اطیب و اطہر نور مجسم حضور اکرم ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائیوں کا طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پورے ہندوستان میں حضور اکرم ﷺ کی سیرت پاک کا تقدس لہولہو تھا۔ کتے مسلسل بھونک رہے تھے، چیلیں اپنی ناپاک چونچوں میں توہین و تضحیک کے کنکر اٹھائے گھونسلوں سے باہر نکل آئی تھیں دیار فرنگ سے بلاد ہند پر متعصب پادریوں کی یلغار بے سماجیوں کا باطل پروری کا مظاہرہ اور مرزا غلام احمد قادیانی کا انگریزوں کی

آغوش میں دعوئ نبوت ہر طرف ایک طوفان بدتمیزی بپا ہے دہن دراز گستاخ اپنے زہر میں بجھے ہوئے تیروں کا رخ مدینہ منورہ کی طرف موڑ لیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کی مقدس دیواریں لرز اٹھیں، بے چارگی کے ان حالات میں میرے آقا و مولا ﷺ کی حرمت کے سربکف محافظ آگے بڑھتے ہیں یہ خوبرو نوجوانوں کا مختصر گروہ تھا آنکھوں میں بجلیاں، ہونٹوں پر مسکراہٹ کی چاندنی اور زبان پر ہم حاضر ہیں یارسول اللہ! کا رقت انگیز ترانہ ہے رسم دار نبھانے کو آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ انہوں نے محبوب نبی ﷺ کے علو مراتب، عمدہ کمالات، ارفع درجات اور اعلیٰ مقامات پر حرف گیری کرنے والے بدطینت گستاخوں اور رذیل بے ادبوں کی غلیظ زبانیں نوچ کر کتوں کے آگے پھینک ڈالی تھیں۔

عشق و محبت کے انہی بندوں میں سے شمع رسالت کے ایک پروانے کا نام غازی محمد صدیق شہید ہے جو صداقت کا پرچم تھام کر اٹھا اپنے لہو سے کتاب صدق رقم کی رسم صدیقی ادا کرتے ہوئے مردود ازلی کو جہنم رسید کیا اور صدیق اکبر کی قربت سے مسند نشین ہو گیا جھوٹے مدعیان نبوت کو ٹھکانے لگانے کا تذکرہ ہو تو حضرت ابوبکر صدیق اور اگر تاجدار مدینہ ﷺ کی ذات والا صفات پر طنز و تضحیک کے تیر برسانے والوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا ذکر آئے تو قصور کے غیور مسلم نوجوان محمد صدیق کی یاد تڑپانے لگتی ہے۔ اس صدی کے ربع اوّل میں ہندومت کے احیا کی تحریک زوروں پر تھی۔ متعصب ہندوؤں نے برصغیر پاک و ہند میں مسلم کشی کی ایک گہری سازش تیار کی ایسی ہی دو انتہا پسند تنظیمیں آریہ سماج اور سنگھٹن تھیں۔ اوّل الذکر کے مقاصد میں مسلمانوں کو ان کے تہذیبی ورثے سے کاٹ دینا تھا۔ ثانی الذکر ایک عسکری انجمن تھی اور طاقت کے بل بوتے پر ملت اسلامیہ کو مٹا دینا اسکا مطمع نظر تھا۔

آریہ سماجی تنظیم کا بانی سوامی دیانند سرسوتی تھا اس نے ستیارتھ پرکاش کے نام سے ایک گمراہ کن کتاب لکھی کتاب کا چودھواں باب اسلام دشمنی پر مبنی تھا۔ سوامی منظور کے تنگ نظر چیلے پورے ہندوستان میں پھیل گئے۔ اور یوں تحریک شاتت رسول شروع ہو گئی دہلی میں حضور

ﷺ کا ایک گستاخ ہندو سوامی شردھانند عبدالرشید کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا لاہور میں راجپال کو غازی علم الدین شہید نے تہ تیغ کیا پشاور کے دو مسلم نوجوانوں، تلہ گنگ کے غازی محمد شہید چکوال کے غازی مرید حسین شہید اور غازی محمد منیر شہید کا تذکرہ اسکے علاوہ ہے تاہم ان صفحات میں بدزبان ہندو سنار پالامل کو انجام تک پہنچانے والے شیر دل مجاہد غازی محمد صدیق شہید کے حالات وواقعات کو ضبط تحریر میں لایا جارہا ہے۔

غازی محمد صدیق شہید کا نسبی تعلق شیخ برادری سے تھا شمع نبوت کے اس شیدائی کی ولادت باسعادت 1914ء کے درمیانی مہینوں میں ہوئی پانچ سال کا ہو جانے پر انہیں مسجد میں بٹھایا گیا 1925ء تک دینی تعلیم کے علاوہ پانچویں جماعت بھی پاس کر چکے تھے۔ کیونکہ آپ کے والد ماجد شیخ کرم الٰہی فیروز پور چھاؤنی میں جو قصور سے قریباً پندرہ میل کے فاصلے پر ہے پکے چمڑے کا آبائی پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے۔ وہ اپنے اہل وعیال کو بھی ساتھ لے گئے غازی صاحب کو چھاؤنی کے قریب ہی ایک تعلیمی ادارے میں داخل کرایا گیا جہاں آپ تین سال تک زیر تعلیم رہے اور آٹھویں کا امتحان پاس کیا۔ اسی دوران آپ کے والد گرامی چندروز کی ناسازی طبیعت کے بعد جہاں فانی سے کوچ فرما گئے غازی صدیق شہید کی والدہ محترمہ کا نام عائشہ بی بی تھا۔ آپ بڑی نیک سیرت اور حوصلہ مند خاتون تھیں۔ ان کی تربیت کا اثر موصوف کے تاریخی عمل سے 1935ء میں سامنے آیا جب شمع رسالت کے یہ پروانے تختہ دار کو رونق بخش گئے حضرت غازی رحمہ اللہ تعالیٰ تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے تھے۔ لیکن دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے محافل میلاد منعقد کروانا تو گویا ایک معمول تھا نعت رسول ﷺ خوش الحانی سے پڑھتے کوئی اور دل سوزی سے پڑھتا تو سر دھنتے تھے آقا حضور کبریا ﷺ کے نام گرامی سے ان کی محبت وارفتگی کی صحیح کیفیت کا بیان تو کسی صورت بھی الفاظ میں ممکن نہیں ذات اقدس سے ان کی محبت والفت والہانہ تھی لباس ہمیشہ سنت کے مطابق رکھتے۔

ایک روایت ہے کہ آپ نے کئی بار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت

بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہوں پر حاضری دی نماز تو کبھی قضا نہ ہونے دی روزے کے بھی سختی سے پابند تھے غازی ممدوح کے برادر اصغر شیخ محمد شفیع طاہر صاحب نے اپنی یاداشتوں میں لکھا ہے چھوٹی عمر میں ہی آپ نے حضرت شیخ محمد صاحب نقشبندی محلہ پیرانوالہ نزد ہلی دروازہ فیروز پور کے دست حق پرست پر بیعت کر لی تھی اور حفظ قرآن کے لیے بھی کوشاں رہنے لگے سوامی شردھانند ملعون اور مباشہ راجپال مردود کے واصل جہنم ہو جانے کے بعد منافقان ازلی کے مسلکی مترنی بھائی بھی کہیں کہیں سر اٹھاتے رہے اور انہوں نے عظمت و عصمت رسول ﷺ کو استہزاء کا نشانہ بنایا۔

ایسے ہی ایک زبان دراز، کج رو، کور ذوق، کمینہ فطرت، ملیچھ اور ناپاک ہندو پالا مل تھا زرگری اسکا ذریعہ معاش تھی حقیقت یہ ہے کہ مسمی پالا مل ایک صاحب ثروت ہندو سنار تھا اسکی دوکان حضرت درگاہ حضرت بلھے شاہؒ سے ذرا دور تھی اسکی پشت پر ہندو ساہوکاروں کا ہاتھ تھا بنیوں کے ٹولے کی حمایت میں ابتدا میں وہ مسلمانوں کی معاشی ناسازگاریوں پر بکواس کرتا رہا اس نے کئی بار برملا کہا قرضہ تو یہ واپس دیتے نہیں اور بنے پھرتے ہیں مسلمان! ایک مرتبہ اس نے کہا مسلمانوں کا خدا اپنے بندوں سے زکوٰۃ کی بھیک مانگتا ہے۔ جب کہ ان بیچاروں کو دو وقت کی روٹی بھی کھانے کو نہیں ملتی مسلمانوں کو چپ سادھے دیکھ کر اس کا حوصلہ روز بروز بڑھتا گیا اور اولیاء عظام کے متعلق گالیاں بکنا اسکا معمول بننے لگا ہندوؤں کو اکٹھا کر کے نماز کی نقلیں اتارتا اور اپنی عجیب وغریب حرکات سے انہیں ہنساتے رہنا تو گویا اسکا ہر روز کا مشغلہ تھا بات فحش کلامی سے بہت آگے جا چکی تھی۔

روزنامہ انقلاب لاہور کی دسمبر 1934ء کی اشاعت کے مطابق مسمی پالا مل نے بے ادبیوں کا کھلم کھلا سلسلہ شروع کر رکھا تھا 14 مارچ کو جب لوگ نماز پڑھ رہے تھے مردود مذکور نے نہ صرف نماز کا مضحکہ اڑایا بلکہ سرکار مدینہ ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق نازیبا کلمات بکے شان رسالتمآب ﷺ میں صریحاً گستاخی کی اس قبیح حرکت پر پورے شہر میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی

مسلم معززین کے مشورہ پر محمد کلیم پیر صاحبؒ نے عدالت میں استغاثہ دائر کردیا مسٹر ٹیل مجسٹریٹ درجہ اوّل لاہور نے بڑی تندہی سے اس مقدمے کو موشگافیوں کو پیش نگاہ رکھا بالآخر فریقین کے دلائل سننے کے بعد مجسٹریٹ مذکور نے اپنے فیصلے میں لکھا میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ملزم نے واقعی توہین رسالتمآب ﷺ کی ہے جس سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوئے ہیں اور سخت فساد کا خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ اس لیے پالامل کو چھ ماہ قید اور دوسو روپے سزا دی جارہی ہے۔

20 ستمبر 1934ء کے روزنامہ سیاست لاہور میں اسکی تفصیل یوں درج ہے پالامل شاہ سنار کے خلاف توہین پیغمبر اسلام کے الزام میں مقدمہ چلتا رہا ملزم نے مجسٹریٹ کے فیصلے کے خلاف مسٹر بھنڈاری سیشن جج لاہور کی عدالت میں اپیل دائر کی یہاں سے اسے تا فیصلہ ضمانت پر رہا کردیا گیا۔ ان دنوں فیروز پور روڈ سے گزرنے والوں نے سنا کہ لاہور چوبرجی کے نزدیک واقع مشہور گورستان میانی صاحب سے غم ناک چیخیں بلند ہورہی ہیں۔ درد کی شدت اور آواز کا کرب مسلسل بڑھتا ہی چلا گیا دل ہلا دینے والی یہ آہیں غازی علم الدین شہید کے مقبرے سے اُٹھ رہی تھیں معلوم ہوتا تھا جیسے آپ کہہ رہے ہوں میں قبر میں تڑپ رہا ہوں کون ہے جو میرے لیے کہیں سے سامان تسکین ڈھونڈ لائے راجپال کا ہم ذوق قصور کی شاہراہوں پر دندناتا پھر رہا ہے۔ کیا میرے چاہنے والے مرگئے ہیں۔ اگر کوئی میرا جواں سال وارث زندہ ہے تو خدا کے لیے تختہ دار پر بزم رقص سجا کر مجھ سے ہم آغوش ہوجائے۔ وہ دیکھو! سامنے آقا ﷺ کوہ اضم کی چوٹیوں پر استقبال کے لئے تشریف فرما ہیں، ہے کوئی شہید رسالت جو آپ ﷺ کے بازوؤں میں سمٹ جائے۔

انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک رات حافظ محمد صدیق صاحب نیند میں تھے کہ مقدر جاگ اٹھا نصف شب بیت چلی تھی جب آپ کو سرور بنی آدم، روح روان عالم، دلیل کعبہ مقصود، کاشف سرمکنون، خازن علم مخزون، جناب احمد مجتبیٰ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی سرکار ﷺ نے

فرمایا! قصور میں ایک بد نصیب ہندو پے در پے ہماری شان میں گستاخیاں کرتا چلا جا رہا ہے جاؤ اور اسکی ناپاک زبان کو لگام دو قبلہ صدق وصفا، کعبہ ارباب حلم وحیا، وارث علوم اولین، مورث کمالات آخرین، مدلول حروف مقطعات، شہنشاہ فضائل وکمالات، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین ﷺ کی حرمت وعزت کا یہ جانباز محافظ کئی روز تک شدت غم وغصہ میں پیچ وتاب کھاتا رہا تھا ان کے سینے میں جوش غضب کی چنگاریاں چیخ رہی تھیں۔ ان کے دل میں ایک ہی جذبہ موجزن تھا کہ وہ جلد از جلد قصور پہنچ کر اپنے آقا ومولا ﷺ کے دشمن کو رسید جہنم کریں۔

10 ستمبر 1934ء کی بات ہے انہوں نے والدہ ماجدہ سے عرض کی کہ مجھے خواب میں ایک دیدہ دہن کافر دکھلا کر بتایا گیا ہے کہ یہ نانجار توہین نبوی ﷺ کا مرتکب ہو رہا ہے اسے گستاخی کا مزہ چکھاؤں تاکہ آئندہ کوئی شاتم اس امر کی جرات نہ کر سکے میں قصور اپنے ماموں کے پاس جا رہا ہوں گستاخ موذی وہیں کا رہنے والا ہے مجھے بتایا گیا ہے کہ اس ذلیل کتے کی ذلت ناک موت میرے ہی ہاتھوں واقع ہوگی۔ نیز مجھے تختہ دار پر جام شہادت پلایا جائے گا۔ آپ دعا فرمائیں کہ بارگاہ سرکار ﷺ میں میری قربانی منظور ہو اور میں اپنے اس عظیم فرض کو بطریق احسن نبھا سکوں ماں نے بخوشی اجازت دے دی ایک مومنہ کے ہاں اس سے بڑھ کر اور کیا مسرت ہو سکتی ہے اس کا بیٹا دین اسلام کے کام آئے۔

12 ستمبر 1934ء کی شام کا واقعہ ہے حضرت قبلہ غازی صاحب دربار بابا بلھے شاہؒ کے نزدیک نیم کے درخت سے ٹیک لگائے کھڑے تھے عقابی نگاہیں آنے جانے والوں کا بغور جائزہ لے رہی تھیں اتنے میں ایک ایسا شخص دکھائی دیا جس نے چہرے پر کسی حد تک نقاب اوڑھ رکھا تھا آپ نے جھٹ اس کی راہ روکی اور پوچھا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے یہاں کیا کرتا ہے اسے اپنا نام بتانے میں تامل تھا نوبت ہاتھا پائی تک پہنچی آپ کو تنہا دیکھ کر اسے بھی حوصلہ ہوا اور کہنے لگا مسلمانوں نے پہلے میرا کیا بگاڑ لیا ہے اور اب کونسی قیامت آجائے گی الغرض غازی موصوف نے اسے پہچان لیا کہ یہی وہ گستاخ رسول ہے جسے ٹھکانے لگانے پر

انہیں مامور کیا گیا ہے غازی نے فرمایا میں تاجدار مدینہ ﷺ کا غلام ہوں کئی دنوں سے تیری تلاش میں تھا اے دہن دراز! ملیچھ، آج تو کسی بھی ذلت ناک موت سے نہیں بچ سکتا یہ کہہ کر آپ نے تہہ بند سے رمبی (چمڑہ کاٹنے کا اوزار) نکالی اور للکارتے ہوئے اس پر حملہ آور ہو گئے۔ حافظ محمد صدیق متواتر وار کیے جا رہے تھے وہ زور زور سے نعرہ تکبیر لگا کر بے غیرت پر برس پڑتے واقعات کے مطابق پورے ساڑھے سات بجے بارگاہ رسالت ﷺ میں گستاخی کرنے والا یہ خرنا شخص جسے لوگ لالہ پالامل شاہ کے نام سے جانتے تھے اپنے منطقی انجام تک پہنچ گیا۔

(ماہنامہ نعت لاہور صفحہ 59)

محمد صدیق شہید

عائشہ بی بی کے بیٹے کو ملی آخر نوید
نقشبندی سلسلے کا جو تھا اک فرد فرید
پالامل کو مار کر خود مر کے لے لی جنت خرید
ہو گیا ناموس سرکار دو عالم پر شہید
خالق کونین کو اس کی پسند آئی ادا

۲۹ ذی قعد ۱۳۵۳ھ مطابق 6 مارچ 1935ء بروز بدھ ساڑھے چھ بجے صبح آپ تختہ دار کی طرف چلے۔ تلے قدم، نشیلی چال، آنکھوں میں مقدس چمک، دل تصور جاناں میں گم اور ہونٹوں پر درود و سلام کے گلاب، حکام جیل نے آخری خواہش کے متعلق پوچھا تو فرمایا جن کی عزت و ناموس کا تحفظ کرتے ہوئے اس مقام تک پہنچا ہوں وہ بخوبی جانتے ہیں میرے سرکا ﷺ نے ادنیٰ غلام کی ہر تمنا پوری فرما دی ہے۔ جیل حکام سے روایت ہے اس وقت آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے میرے اللہ تیرا ہزار شکر کہ تو نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی عظمت کے تحفظ کے لیے مجھ ناچیز کو کروڑوں مسلمانوں میں سے منتخب فرمایا پورے سات بجے غازی تختہ

دار پر کھڑے تھے کنٹوپ چڑھا دیا گیا نہایت زور سے نعرہ بلند فرمایا پھر گویا ہوئے میں حاضر ہوں یارسول اللہ!

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ

لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ

اسی ثانیے جلاد اشارہ پا کر آگے بڑھا اور ذرا دیر بعد سولی پر لٹک رہے تھے شہادت کے وقت آپ کی عمر 21 سال تھی۔

مرتدچلچل سنگھ کوواصل جھنم کرنے والے

غازی محمد عبداللہ شہید علیہ الرحمۃ۔

طلوع اسلام سے تاہنوز شمع رسالت کے ایسے پروانوں حضور ختمی مرتبت ﷺ کے ان دیوانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جنہوں نے ذوق وشوق اور خلوص وعقیدت سے فداکاری وجان نثاری کی نئی داستانیں رقم کیں، لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اس فریضہ عشق کو جتنی پابندی اور جراءت ایمانی کیساتھ برصغیر پاک وہند میں نبھایا گیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ طول وعرض میں اگر کسی ناعاقبت اندیش نے آقا حضور ﷺ کی توہین کی جسارت کی تو سینکڑوں عاشقان نبی خنجر بکف آگے بڑھے اور مردود ازلی کو جہنم رسید کر دیا وقتاً فوقتاً گستاخان وبے ادبان رسول اور مشرکان وکافران ملعون کے پیٹ چاک ہوتے رہے۔

برطانوی ہند میں اس سلسلہ کی پہلی باقاعدہ کڑی غازی عبدالرشید شہید دہلی میں، لاہور میں چراغ وفا کو خون جگر سے فروزاں رکھنے والے دوسرے مجاہد کا نام غازی علم الدین شہید ہے کراچی میں عزت وناموس رسول ﷺ کے تحفظ کی مشعل غازی عبدالقیوم شہید نے جلائی۔ اس باب میں قصور سے دو مجاہدین کے نام سامنے آتے ہیں ایک غازی محمد صدیق جبکہ دوسرے سرفروش کو ہم غازی محمد عبداللہ شہید کے نام نامی اسم گرامی سے جانتے ہیں بتایا جاتا ہے کہ غازی

عبداللہ انصاری موضع پٹی ضلع قصور کا رہنے والا اور باعتبار پیشہ جولاہا تھا عمر تیس بتیس سال تھی۔ خوبصورت چہرہ اور گوری رنگت بھری سایہ داڑھی جب آپ کو پروانہ ماموریت ملا تو عالم شباب کا جوش وجذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ حضور علیہ کے اس جانثار کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔

ایک روز کی بات ہے چلچل سنگھ اور اسکی معشوقہ دلجیت کور اپنی زمین پر تھے سڑک پر موجود جو کھال ہے چلچل سنگھ اسی پر چلتا ہوا نظر آیا اتنے میں حضرت غازی بھی وہاں پہنچ گئے جونہی آپ اسکے نزدیک پہنچے تو بآواز بلند للکارا کہ اے دشمن رسول! آج میں تیری موت کا پیغام بن کر آیا ہوں اسکے پاس کرپان تھی جبکہ آپکے ہاتھ میں صرف چھری تھی دونوں گتھم گتھا ہوئے اور غازی نے موذی کو وہیں ڈھیر کر دیا اسکے بعد دلجیت کور کی طرف دوڑ لگائی وہ دہشت سے سہم چکی تھی اسکو اپنی سمت آتے دیکھا تو واویلا کرنے لگی کہ خدا کے لیے مجھے معاف کر دو آپ نے فرمایا ابھی معاف کرتا ہوں وہ خوف کے مارے توریا کی فصل کے گرد گھومنے لگی لیکن کب تک آخر پکڑا اور شہ رگ کاٹ دی پھر چنچل سنگھ کی مکروہ لاش پر آئے تو دیکھا کہ ابھی سانس باقی ہے آپ نے نہایت اطمینان کے ساتھ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بعد ازاں نہر پر غسل فرمایا کپڑوں پر سے ناپاک خون کے قطرے دھوئے اور نزدیک ہی برنالہ کی مسجد میں آکر نوافل شکرانہ ادا فرمائے اتنے میں پولیس آگئی وہ پہلے ہی نزدیکی گاؤں رنگڑ نگر میں کسی مقدمہ کے سلسلے میں موجود تھی روایت ہے جب آپ کی گرفتاری عمل میں آئی تو غازی محمد عبداللہ اتنے خوش اور ہشاش بشاش تھے جیسے شادی میں آئے ہوں۔ بہر کیف چالان مکمل ہوا مقدمہ شیخوپورہ عدالت میں چلتا رہا آپ کی طرف سے فاضل قانون دان ملک محمد انور ایڈوکیٹ پیش ہوئے۔ قریباً ایک برس مدافعہ زیر بحث رہا بالآخر آپ کے لئے سزائے موت تجویز کی گئی۔ کیوں نہیں آپ کے نصیب میں تو بارگاہ رسالت علیہ کی حاضری لکھی تھی۔ شہادت سے سرفراز کیے جانے کی خوشخبری سن کر ان کا چہرہ بشاشت سے چمک اٹھا۔

(ماہنامہ نعت لاہور صفحہ 73)

ایک بے غیرت کہ بدقسمت بھی تھا بے راہ بھی
پہلے تھا نور محمد پھر وہ چلچل سنگھ بنا
اور ڈھایا اک ستم سرکار کی توہین کی
کیوں نہ غازی قتل کرتا اسکو سو اس نے کیا

ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ:۔

جب آپ کی اہلیہ محترمہ نے جہان آخرت کا سفر اختیار کیا تو سب نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو تک نہیں جب آپ قرآن پاک سنتے یا رسول اللہ ﷺ کا اسم پاک کسی کی زبان سے سماعت فرماتے تو آنکھیں بھر آتی تھیں۔

ایک دفعہ آپ نے اپنے بیٹے ڈاکٹر جاوید اقبال سے مسدس حالی پڑھنے کو کہا اس وقت میاں محمد شفیع وہاں موجود تھے۔انہوں نے کہا:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

یہ سنا تھا کہ آپ آبدیدہ ہو گئے اور اپنے آقا و مولا ﷺ کے راحت نواز خیال میں کھو گئے۔

ایک روز ڈاکٹر محمد اقبال گھر میں تشریف فرما تھے یاران طریقت بھی موجود تھے۔اور علمی مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی۔اسی دوران میں کالج کے چند طلباء بھی آ کر شریک محفل ہو گئے۔ اثنائے بحث و مباحثہ ایک اشتراکیت زدہ طالب علم نے حضور اکرم ﷺ کا اسم گرامی واطہر (محمد صاحب) کہہ کر لیا۔سنا! تو وفور غم و غصہ سے کانپنے لگے چہرہ سرخ ہو گیا، فرمایا!

نکال دو اسے میرے سامنے سے، اس نابکار کو میرے آقا و مولا ﷺ کا نام لینے کی بھی تمیز نہیں۔

اور پھر ضبط کا پارہ نہ رہا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ اور بڑی دیر تک غم وغصہ کی کیفیت طاری رہی۔

آپ کا جذبہ عشق احترام رسول اکرم ﷺ اس حد تک تھا، کہ وہ اپنی عمر کے آخری ایام میں اس درجہ مضطرب و پریشان رہتے تھے کہ مبادا کہیں ان کی عمر رسول پاک ﷺ کی عمر مبارک سے تجاوز نہ کر جائے۔ حکیم احمد شجاع نے ایک دن آپ کو بہت زیادہ فکر مند مغموم اور مضطرب حال میں دیکھ کر پوچھا:

آج آپ اس قدر مغموم وافسردہ کیوں ہیں؟

ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے لرزتی آواز میں کہا!

احمد شجاع! میں یہ سوچ کر اکثر مضطرب و پریشان ہو جاتا ہوں کہ کہیں میری عمر نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک سے زیادہ نہ ہو جائے۔

آخر کار یہ عاشق صادق اس خوف سے کہیں اس سے عمر کے معاملے میں سوئے ادبی نہ ہو جائے۔ اپنے آقا و مولا ﷺ کی عمر تک پہنچنے سے قبل ہی اکسٹھ برس کی عمر میں اس دار فانی سے کنارہ کر کے حضور اکرم ﷺ کے سایہ رحمت میں پہنچ گئے۔

(عشق رسول کریم ﷺ صفحہ 938)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین ط

حضرات:۔ مسئلہ وجد و حال ایک خاص مسئلہ ہے۔ جس کی کیفیت کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کو کسی باخدا شیخ کامل کی غلامی کا شرف حاصل ہو یہ ایک حال ہے اور حال کے معنی ہی یہ ہیں کہ جس پر گزرے وہی اس کی لذت اور کیفیت سے آگاہ ہو سکے۔

بعض لوگ بہ سبب ناواقفیت کے استفسار کرتے ہیں اور سائلین کو مختلف اوقات میں جواب دینا اور بار بار تقریر کو دھرانا تکلیف مالایطاق ہے مناسب معلوم ہوا کہ ایک ہی دفعہ کل اعتراضات کے جواب ادلہ قاہرہ و براہین باہرہ قرآن وحدیث واقوال بزرگان عظام سے دیکر حجت تمام کردی جائے تاکہ کسی کو گنجائش چون وچرا کی نہ رہے۔ جہاں تک ہم نے غور کیا ہے ہر طبقہ کے اعتراضات کے اسباب مختلف پائے ہیں۔ عوام کالانعام کا اعتراض جہالت و نادانی سے ہے علماء ظاہر کے اعتراضات کی بنا عناد اور تعصب پر ہے۔ ریاکار فقراء کے اعتراضات محض خود غرضی اور حسد پر مبنی ہیں۔ اور اس موخر الذکر نفس پرور طبقہ کو ایک اور بھی مصیبت درپیش ہے کہ اگر یہ اس نعمت عظمیٰ کی صداقت کا اقرار کرلیں تو مرید ہاتھ سے جاتے ہیں وہ کہیں گے کہ حضرت اگر یہ ایسی ہی نعمت ہے تو ہمیں بھی عنائت کیجئے۔ کوئی کہتا ہے کہ قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں کوئی کہتا ہے کہ حضور انور ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانہ میں ایسا نہیں ہوا، کوئی کہتا ہے کہ میاں یہ ابتداء منزل ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ سب اعتراضات غلط اور بے ثبوت ہیں اور ایسا کہنا انصاف کا خون کرنا ہے۔ کما سیاتی تفصیلہ انشاءاللہ تعالیٰ حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کیمیائے سعادت رُکن دوئم اصل آٹھویں میں رقمطراز ہیں۔

کہ جو شخص صوفیوں کے سماع اور وجد و حال کا انکار کرتا ہے اپنی تنگ دلی اور کم ظرفی کی وجہ سے

کرتا ہے جو شخص کچھ بھی مایہ زیرکی رکھتا ہے۔ اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ گو مجھے یہ حال نہیں لیکن یہ جانتا ہوں کہ صوفیوں کو ہے۔اس بارے حال پر ایمان تو رکھتا ہے اور اس حال کا ہونا تو روا رکھتا ہے لیکن جو شخص ایسا ہو کہ اسکو خود جو بات حاصل نہیں اس کو اوروں کے واسطے بھی محال جانتا ہے وہ بڑا احمق ہے فقط پس بقول شیخ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ صوفیوں کے وجد و حال کا منکر احمق ہے اور جواب احمق کا سکوت ہے۔ لیکن معترضین میں چونکہ ذی علم بھی ہوتے ہیں مذکورۃ الصدر وجوہات میں سے کسی وجہ کی بنا پر دانستہ حق کو چھپاتے ہیں۔اس لیے بعض احباء کی تعمیل ارشاد کی گئی اور یہ رسالہ لکھا گیا۔ محکم آیت پاک (لاتقف مالیس لک بہ علم) معترضین انصاف سے کام لیں۔ اور ایک ایسے امر سے انکار نہ کرے جس کا ثبوت ادلہ شرعیہ قرآن شریف ،حدیث شریف فقہ اور اقوال بزرگان دین میں بصراحت موجود ہو ہمارے نزدیک وجد و حال کے انکار سے ہر چہار سلاسل کے اولیاء اللہ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ یہ ہر زمانہ میں اکابر صوفیاء کرام کا معمول ہے اور ان کے کلام سے اس کا ثبوت اظہر من الشمس ہے اس کا انکار ولایت کا انکار ہے وجد اولیاء اللہ کے لیے ہر زمانہ میں باعث فخر رہا جیسا کہ شیخ الاسلام وغیرہ نے لکھا ہے کہ ایک صوفی کو وجد ہو جائے تو سب اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ کتاب تذکرہ غوثیہ حضرت غوث علی شاہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات میں لکھی گئی ہے جو آپ کے خلیفہ اعظم شاہ گل حسن علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے اس کے صفحہ 341 میں ہے کہ ایک دن حضرت غوث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی شخص سے مثنوی شریف کی حکایت شبان سنی چہرے کا رنگ سرخ آنکھیں مثل شمع روشن ہو گئیں آنسو مینہ کی طرح برسنے لگے۔ مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ اٹھارہ برس کے عرصہ میں میں نے صرف اس روز حضرت کو روتے ہوئے دیکھا تمام مجلس کی یہ حالت تھی کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی صفحہ 95 میں ارشاد ہے کہ زبید میں کسی پیر واجد علی شاہ صاحب نے حضرت غوث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو توجہ دی آپ نے فرمایا اس دن ہماری ظہر کی نماز قضا ہو گئی۔ مصنف تذکرہ غوثیہ نے اٹھار

برس کے عرصہ میں ایک دفعہ غوث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رونے پر فخر کیا ہے جو رونے کی قدرومنزلت پر دال ہے۔ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ کی سوانح حیات کے متعلق کتاب شعاع نور مولوی حفیظ الرحمٰن صاحب بہاولپوری نے لکھی ہے اسکے صفحہ 43 میں آپ بطور فخر قمطراز ہیں کہ آپ کے عرس پر بعض رقیق القلب مریدین پر حالت وجد بھی طاری ہوتی ہے صفحہ 51 میں ہے کہ چشتی بذریعہ موسیقی اپنے اندر وجد پیدا کرتے ہیں۔ بہت عرصہ ہوا لاہور سے ایک ماہوار رسالہ بنام طریقت جاری تھا اسکے صفحہ 19 بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ میں انجمن خدام الصوفیہ کے جلسہ کی روائیداد چھپی تھی۔ انجمن مذکور بسر پرستی قبلہ عالم حضرت حافظ پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قائم تھی۔ اشاعت مذکورہ میں صرف ایک جوان کے وجد پر جس قدر فخر کیا گیا ہے وہ اس مضمون سے ظاہر ہے،ہم وہ سارا مضمون رسالہ مذکورہ سے بلفظہٖ درج کرتے ہیں (وھوھذا) 10 مئی کو حضرت شاہ صاحب قبلہ جماعت علیشاہ علی پوری مہمان خانہ کے ایک کمرہ میں فروکش تھے ایک نوجوان اہل دل طالب علم جس نے ابھی بی۔اے کا امتحان دیا ہے اور جو آپ کے بااخلاص ارادتمندوں میں سے ہے آپ کے پاس حاضر تھا یکایک اس پر حالت وجد طاری ہوئی اس دل سوز وجانگداز نوجوان کو وہاں سے اٹھا کر اسکو اپنے کمرہ میں لے آئے تین گھنٹہ تک وہ اسی حالت میں رہا آخر شاہ صاحب تشریف لائے توجہ فرمائی اور وہ نئی روشنی کا تعلیم یافتہ ہوش میں آیا۔

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (پ ۱ ، ع ۹ ، البقرہ)

ترجمہ: اور بعض پتھر ایسے ہیں کہ ان سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بعض پتھر ایسے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلتا ہے اور بعض پتھر ایسے ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اس آیت شریفہ میں قاسی القلب لوگوں کو تنبیہ فرمائی کہ پتھر میں یہ نرمی موجود ہے اور تمہارے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں دوسری آیت پاک میں ارشاد ہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَاهٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ۔(پ ۲۸ ع ۶ الحشر)

ترجمہ: اگر اتارتے ہم اس قرآن کو اوپر پہاڑ کے البتہ دیکھتا تو اسکو دب جانے والا اللہ تعالیٰ کے ڈرسے۔

مشکوۃ شریف باب مناقب العشرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ اور حضرت ابوبکر وعثمان وعلی وطلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پہاڑ حرا پر تھے فتحرکۃ الصخرۃ پس پہاڑ نے جنبش کی تو آپ نے فرمایا ٹھہر! جا پس نہیں تجھ پر مگر پیغمبر یا صدیق یا شہید پس پہاڑ کا جنبش کرنا ثابت، ہر چیز کا تسبیح پڑھنا ثابت، اور یہی عقیدہ اہل سنت وجماعت کا ہے معتزلہ اس کے منکر ہیں۔

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا (پ ۹ ع ۷ الاعراف)

ترجمہ: پس جب نمود ہوا رب اسکا پہاڑ کی طرف کیا اسکو گرا کر برابر اور گر پڑا موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر۔ کیفیت ذوقیہ کے ضبط کرنے کی ہدایت وہی لوگ کرتے ہیں جو اس نعمت سے محروم ہیں موسیٰ علیہ السلام خدا کے نبی ہیں نہ وہ ضبط کرسکے نہ پہاڑ متحمل ہوسکا پھر اور کسی کا ضبط کرنا کب ممکن ہوسکتا ہے۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ یہ مبتدیوں کی منزل ہے آیت مذکورہ الصدر سے ثابت ہوا کہ منصب نبوت تک اس کیفیت کا شامل حال رہنا اس کے منتہی المنازل ہونے پر صریح دلیل ہے۔ نیز موسیٰ علیہ السلام جب مبتدی ہی تھے اور پہلی دفعہ وادیٔ مقدس میں جلوہ الٰہی دیکھا جسکو وہ آپ سمجھے اور اس سے ندا آئی انی ربک فاخلع نعلیک تو بے ہوش ہوکر نہ گرے مگر جب منتہی ہوئے اور دوبارہ تجلی الٰہی سے بحکم فلماتجلیٰ ربہ الخ مشرف ہوئے تو بے ہوش ہوکر گرے اس سے ثابت ہوا کہ واجد منتہی ہے نہ کہ مبتدی۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ (پ ۱۸ ع ۱ المومنون)

ترجمہ: تحقیق فلاح پاگئے ایمان والے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں پس ثابت

ہوا کہ اہل ایمان وہی کامل اہل ایمان ہیں جو اہل خشوع بھی ہوں محض اہل ایمان ہونے سے اہل خشیت ہونا کہیں افضل ہے جیسے کہ آیت ذیل سے بتصریح ثابت ہے۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ (پ ۲۷ ع ۱۸ الحدید)

ترجمہ: کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کے لیے گڑگڑاویں ان کے دل اللہ کی یاد سے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

ان المومن لایکون مومنافی الحقیقۃالامع خشوع القلب(تفسیر کبیر صفحہ ۹۳ جلد۸)

ترجمہ: یعنی حقیقت میں مومن، مومن نہیں ہوتا مگر خشوع قلب کے ساتھ اور رونا اور بے اختیار گرنا یعنی وجد و حال باعث زیادتی خشوع قلب کا ہے جیسا کہ آیت ذیل سے ثابت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًاوَّیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا○(السجدۃ پ ۱۵ ع ۱۲ بنی اسرائیل)

ترجمہ: جن کو ملا ہے علم اسکے آگے سے جب ان کے پاس اسکو پڑھتے ہیں تو گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدہ میں اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب بیشک ہمارے رب کا وعدہ البتہ ہونا ہے اور گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر روتے ہوئے اور زیادہ ہوتا ہے ان کو خشوع۔ اسکی تفسیر میں امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر صفحہ ۴۵۴ جلد ۵ میں رقمطراز ہیں۔

ان الانسان اذاستولی علیہ خوف اللہ تعالیٰ فربماسقط علی الارض فی معرض السجود کالمغشی علیہ متیٰ کان الاھر کذلک کان خروہ علی الذقن فی موضع السجود فقولہ یخرون للاذقان کنایۃ عن غابۃ ولھہ وخوفہ وخشیۃ۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان پر خوف الٰہی غالب ہوتا ہے تو بسا اوقات زمین پر سجدے

میں بے ہوش کی طرح گرتا ہے اور جب ایسا ہوتو ٹھوڑی کے بل گرتا ہے پس قولہ تعالیٰ:
یخرون للاذقان اسکے غایت عشق اور خوف اور خشیت سے کنایہ ہے انتہیٰ اور ولہ بمعنی عشق
ہے۔(دیکھو غیاث اللغات وغیرہ)

پس عاشقان الٰہی کا بے ہوش ہو کر گرنا ثابت ہوا اور حضرت علامہ اسمٰعیل حقی تفسیر
روح البیان ۲۱۱ جلد ۵ زیر آیت مذکورہ فرماتے ہیں اے حال کونھم باکین من خشیۃ اللہ
تعالیٰ کرر الخرور لاذقان لاختلاف السبب فان الاول لتعظیم امر اللہ و الثانی
لما اثر فیھم من مواعظ القرآن وعن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم تضرعوا وابکوا فان السمٰوٰت والارض والشمس والقمر والنجوم یبکون
من خشیۃ اللہ.

خلاصہ یہ کہ اس حال میں کہ روتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے خوف سے گرتے ہیں اور
دوسرا تکرار اختلاف سبب کی وجہ سے ہے پہلا سبب واسطے تعظیم امر اللہ کے ہے اور دوسرا قرآن
پاک کے مواعظ کے اثر سے اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گڑگڑاؤ اور روؤ پس تحقیق آسمان اور زمین اور سورج اور چاند اور
ستارے بھی روتے ہیں اس میں شک نہیں کہ بالاصالت خشوع کا تعلق قلب سے ہے لیکن بالطبع
اسکا اثر جوارح پر بھی ہے جب خشوع ہوا تو حرکت کا ظہور لازمی ہے آیت ذیل سے بالتصریح یہ
امر ثابت ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنَّکَ تَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَۃً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْھَا الْمَآءَ اھْتَزَّتْ
وَرَبَتْ ۔(پ ۲۴ ع ۱۹ حم).

ترجمہ: اور ایک اسکی نشانیوں سے دیکھتا ہے تو زمین کو دبی پڑی پھر جب اتارا ہم نے اس پر پانی
تازی ہوئی اور ابھری۔(دیکھئے اس آیت میں خاشعۃ کا مقابلہ اھتزت وربت)
سے ہے یعنی حرکت کرنا اور ابھرنا جبھی ظہور میں آیا جب خشوع پیدا ہوا پس اول قلب میں خشوع

پیدا ہوتا ہے پھر حرکت ظہور میں آتی ہے جسکے بہ ظاہر اقسام الگ الگ ہیں مگر من حیث الحقیقت کوئی فرق نہیں ہے۔

تڑپنا لوٹنا بے تاب ہو جانا بھی ہوتا ہے

سکنا آہ بھرنا اشک بھر لانا بھی ہوتا ہے

(وکما سیاتی تفصیلہ انشاء اللہ تعالیٰ) پس کمال خشوع کے یہ معنی ہیں کہ جسکے ساتھ جوارح متحرک نہ ہوں حضرت علامہ اسمٰعیل حقی قدس سرہ تفسیر روح البیان جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ میں حضرت سہل بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

لاتکون خاشعاحتیٰ تخشع کل شعرة علی جسدک وھذاھو الخشوع المحمود.

یعنی تو خاشع نہیں ہوسکتا جب تک کہ ہر بال تیرے جسم پر خشوع نہ کرے اور یہی خشوع محمود ہے یعنی ہر بال قلب کے خشوع کے اثرات سے متحرک ہو پھر جلد ۶ صفحہ ۶۶، ۶۷ پر فرماتے ہیں **وفی المفردات الخشوع الفراعة واکثر مایستعمل فیمایوجد علی الجوارح.** اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خشوع کا اثر جوارح پر ہونا لازمی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نمازی کو دیکھا جو اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا تو فرمایا: **لوخشع قلب ھذالخشعت جوارحہ (بھجة الاسرار، صفحہ ۲۲۸)** یعنی اگر اس کا دل خشوع کرتا تو اسکے جوارح بھی خشوع کرتے تاویلات النجمیہ میں ہے **خاشعون ای بالظاھر والباطن** شیخ الاسلام امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بے نظیر کتاب احیاء العلوم جلد ۴ صفحہ ۸۲، ۸۳ میں ارشاد فرماتے ہیں:

المحبة شجرة طیبة اصلھاثابت وفرعھافی السماء وثمارھاتظھرفی القلب واللسان والجوارح وتدل تلک الآثار الفائضة منھاعلی القلب والجوارح علی المحبة دلالة الدخان علی النارودلالة الثمارعلی الاشجار وھی کثیرة.

یعنی محبت ایک شجرہ طیبہ ہے جسکی جڑیں محکم اور شاخیں آسمان میں ہیں اور اسکا ثمرہ دل، زبان، اعضاء میں ظاہر ہوتا ہے اور اسکے ان آثار فائضہ کی دلالت قلب و جوارح پر ایسی ہے جیسی دھوئیں کی آگ پر اور پھل کی درخت پر۔

کیوں دل جلوں کی لب پہ ہمیشہ فغاں نہ ہو
ممکن نہیں کہ آگ لگے اور دھواں نہ ہو

وَاِذَاسَمِعُوْامَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّاعَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (پ ۷ ع ۱۱ المائدہ)

اور جب سنتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا ہے تو تو ان کو دیکھتا ہے کہ ان سے آنسو جاری ہوتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے (مِمَّاعَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ) میں ''من،، ابتداء غائت کیلئے ہے کہ رونا علامت عرفان حق کی ہے اور عرفان حق ابتدائی منزل نہیں بلکہ انتہائی ہے جب بموجب حدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربہ عرفان نفس عرفان حق قرار پایا تو عرفان حق مبتدی کو کب نصیب ہوسکتا ہے پس آہ کے ساتھ گریہ بھی لازم ہے۔ مقامات حریری میں عجب مثال ہے صح خال اذا رعد یعنی برستا بادل گرجتا بھی ہے۔

وَلَقَدْاَرْسَلْنَآاِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُم بِالْبَاْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ فَلَوْلَآ اِذْجَاءَ هُمْ بَاْسُنَاتَضَرَّعُوْاوَلٰكِن قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ (پ ۷ ع ۱۱ الانعام)

یعنی تم سے پہلے جو امتیں ہو گزری ہیں ہم ان کی طرف بھی پیغمبر بھیج چکے ہیں پھر پکڑا ہم نے ان کو ساتھ سختی اور تکلیف کے تاکہ وہ گڑگڑائیں تو جب ان پر ہمارا عذاب آیا تھا کیوں گڑگڑائے مگر وہ اس وجہ سے نہ گڑگڑائے کہ ان کے دل سخت ہو گئے اور دوسرے مقام پر فرمایا فلم ینفعھم ایمانھم لمار و اباسنا پہلی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب نازل فرمایا تاکہ وہ تضرع کریں اور ان پر سے عذاب ہٹا لیا جائے عدم تضرع کی وجہ یہ فرمائی کہ ان کے دل سخت ہو گئے پس ثابت ہوا کہ تضرع کا حاصل نہ ہونا سختی دل کی وجہ سے ہوتا ہے دوسری آیت

سے ثابت ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھ کر ایمان لائے تو ان کو ایمان نافع نہ ہوا سبحان اللہ محض ایمان نافع نہ ہوا اور ایمان بالتضرع نافع ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (پ ۹ ع ۱۵ الانفال)

یعنی سچے مومن تو وہی ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ اور جب آیات الٰہی ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور بھی زیادہ کامل کر دیتی ہیں اور ہر حال میں اپنے رب پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (پ ۱۳ ع ۱۰ الرعد)

ترجمہ:

خبردار اللہ ہی کے ذکر کے ساتھ دل تسلی پاتے ہیں۔

اطمینان قلب بھی وجد کی ایک قسم ہے جیسا کہ امام عالی مقام شیخ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۲۶۱ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وسیاتی تفصیله انشاء الله تعالیٰ۔

اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ لَاَوَّاہٌ حَلِیْمٌ (پ ۱۱ ع ۱۳ التوبۃ)

یعنی بہ تحقیق ابراہیم علیہ السلام دردمند آہ مارنے والے نرم دل تھے اس آیت کی تفسیر میں صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں:

الاواہ الخاشع المتضرع پس رونا اواہ اور خاشع و متضرع وغیرہ ہم معنی الفاظ ہیں جو اقسام وجد و حال کی ہیں جسکو آئندہ ہم بدلائل ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ حبیب قیوم عالی جناب مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں:

مشتری خواہی کہ از وے زربری
بہ زحق کے باشند ایدل مشتری

مے ستاند قطرہ چند ز اشک
مے دہد کوثر کہ آر و قند رشک
مے ستاند آہ پر سوداؤدود
می دہد ہر آہ را صد جاہ و سود
باد آہ کا بر اشک چشم راند
مرخیلے رابداں اواہ خواند
ہیں دریں بازارء گرم بے نظیر
کنیا بفروش و ملک نو بہ گیر
ہر کہ اوبے مایہ در بازار رفت
عمر رفت و بازگشت و خام تفت
مایہ در بازار ایں دنیا زراست
مایہ آنجا عشق و دو چشم تراست

تو خریدار چاہتا ہے کہ اس سے زر حاصل کر لے تو پیرا ے جان خدا سے بڑھ کر خریدار کہاں ملے گا وہ چند قطرے آنسوؤں کے تجھ سے لیتا ہے اور اسکے بدلہ میں کوثر جس پر قند رشک کھاتا ہے دیتا ہے تجھ سے ایک آہ پر عشق دھواں چاہتا ہے اور تیری ہر آہ کو سینکڑوں مرتبے اور فائدے دیتا ہے آہ کی ہوا کہ بادل اشک چشم نے چلائی اسی سبب سے حضرت ابراہیم کو بہت آہ مارنے والا کہا۔ بدلیل آیت قرآن (ان ابراھیم لاواہ حلیم) خبردار اس بازار گرم و بے نظیر میں پرانی باتیں بیچ یعنی چھوڑ دے نیا ملک اختیار کر، جو شخص بغیر مایہ کے بازار میں گیا اسکی عمر برباد ہوئی اور بے نیل و مراد واپس آیا اس دنیا کے بازار کی پونجی یعنی سودا کرنے کا ذریعہ زر یعنی دولت ہے اس جگہ یعنی اس جہان میں عشق الٰہی اور دو آنکھیں رونے والی دولت ہیں اور اواہ میں آہ سے مراد زوری کی آہ ہے (کمافی البخاری) قال الشاعر اذا اقمت

ارحلھابلیل تاوہ آھۃ الرجل الحزین. یعنی جب میں کھڑا ہوتا ہوں کہ رات اونٹنی کو کسوں تو آہ مارتی ہے مثل آہ مرد غمناک کی اور اونٹنی کا آہ مارنا پوشیدہ نہیں کہ کس قدر زور سے ہوتا ہے۔

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا (پ ١٠ ع ١٧ التوبہ)

ترجمہ: پس چاہیے وہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں بہت

ز امر حق یبکوا کثیرا خواندہ

چوں سر بریاں چہ خنداں ماندہ

روشنی خانہ باشی ہمچوں شمع

گر فرو باری تو ہمچوں شمع دمع

ذوق خندہ دیدہء اے خیرہ خند

ذوق گریہ بیں کہ ہست آں کان قند

خندہ ہا در گریہ ہا آمد کتیم

گنج در ویران ہا جوائے سلیم

خندہ می ترانہ ہیچ افسانہ نیست

بر لب گور خراب خویش مایست

اے فرو رفتہ بقر جہل و شک

چند جوئی لاغ و دستان فلک

تابہ کہ نوشی تو غشوہ ایں جہاں

کہ نہ عقلت ماند برقانوں ز جاں

ترک خندہ کن ایا اے ترک مست

زانکہ عمرت رفت خواہی گشت پست

اللہ تعالیٰ کے امر سے فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا.

تو نے پڑھا ہے تو پھر بھونی ہوئی سری کی طرح جس میں جان نہیں اور مردہ ہو چکی ہے کیونکہ دانت نکال کر ہنستا ہے تو اس وقت اپنے گھر کی روشنی ہوگا اگر شمع کی طرح آنسو برسائے گا یعنی روئے گا۔

اے بیہودہ ہنسنے والے تو نے ہنسنے کی لذت دیکھی ہے ذرا رونے کی لذت بھی دیکھ جو کان قند ہے تمام ہنسیاں یعنی خوشیاں تو رونے میں پوشیدہ ہیں یعنی جو دنیا میں عشق الٰہی میں روئے گا وہ عاقبت میں ہنسے گا اے سلیم خزانے ویرانوں میں ڈھونڈ کوئی افسانہ تجھ سے زیادہ ہنسنے کے قابل نہیں ہے۔ اپنی قبر خراب کے کنارہ پر مت کھڑا ہو مراد یہ ہے کہ خود تیرا وجود ہنسنے کے قابل ہے جسکی قبر خراب و برباد ہو چکی ہے وہ دوسروں پر کیسے ہنسی کر سکتا ہے۔ اور جہالت اور شک کی قبر میں داخل ہوئے کب تک تو یہ ہزل و داستان فلک کی ڈھونڈے گا اور کب تک اس جہاں کے دھوکے فریب کھائے گا کہ تیری عقل اور جان موافق قانون اور قاعدہ کے نہیں رہی تو کیا ہنستا ہے اگر اپنے ہنسنے کی رمز کو تو جانتا تو سینکڑوں گریہ سے اس اپنے ہنسنے کو بدتر جانتا بس اے ترک مست یعنی غافل ہنسنا چھوڑ دے عمر تو تیری غفلت میں گزر گئی اب چند روز میں زیر زمین پست یعنی دفن ہو جائیگا۔

فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًاؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ (پ ۱۲ ع ۱۴ یوسف)

ترجمہ: پھر جب عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اسکو بڑا پایا اور کاٹ لئے اپنے ہاتھ اور کہنے لگیں حاش للہ یہ بشر تو نہیں ہے یہ مگر ایک معزز فرشتہ پس بعض واجدین کو جو ہوش رہتی ہے وہ بھی اس سے ثابت، کہ ہاتھ کاٹ رہی ہیں جو محض بیہوشی پر دلیل ہے اور معاً حاش للہ الخ بھی کہہ رہی ہیں جس سے ہوش بھی ثابت ہو۔

وصل کا لطف تبھی ہے کہ رہیں ہوش بجا
دل بھی قبضے میں رہے پہلو میں دلدار بھی ہو

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد ا صفحہ ۲۹ میں رقمطراز ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نماز میں تھے اور مکان کی چھت پر سے سانپ گرا اور سب متفرق ہوکر بھاگے مگر امام والا مقام کو اسکی کچھ خبر نہ ہوئی اسکے بعد امام رازی فرماتے ہیں۔

ومن استبعدهذافليقراء قوله تعالیٰ فلمارا ینه اکبرنه(الخ)فان النسوة لماغلب على قلوبهن جمال يوسف عليه السلام وصلت تلک الغلبة الى حيث قطعن ايديهن وماشعرن بذالک فاذاجازهذافی حق البشرفالجوازعند استعلاعظمة الله تعالیٰ على القلب اولى من دخل على ملک مهيب فربماهر به ابواه وبنوه وهوينظراليهم ولايعرفهم.

فرماتے ہیں جو شخص اس مرکو بعید عقل جانے وہ آیت فلما راینه اکبرنه الخ کو پڑھے جب ان عورتوں کے دلوں پر جمال یوسف علیہ السلام کا غلبہ ہوا تو ان کی حالت یہ ہوئی کہ ہاتھ کاٹتی ہیں اور خبر نہیں ہوئی۔ پس جب بشر کے حق میں ایسا جائز ہے تو اگر دل پر عظمت الٰہی کا غلبہ ہو تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے پھر مثال دیتے ہیں۔ کہ جو شخص کسی ہیبت ناک بادشاہ کے حضوز میں ہو تو بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اسکے والدین اور بیٹے پاس سے گزرتے ہیں اور وہ ان کو دیکھتا ہے اور پہچانتا نہیں۔ اے یارو! دیکھو امام المفسرین سید المتکلمین والمحدثین حجۃ اللہ فی العلمین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جیسا عالم ربانی کس صفائی سے وجد وحال کا اقرار و ثبات کرتا ہے کاش کسی مرد حق کے قدموں میں جا کر اس حال کو اپنے پر وارد بھی کیا ہوتا تو حبیب قیوم حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ امام صاحب موصوف کے حق میں یہ ارشاد نہ فرماتے۔

گر باستدلال کارے دیں بدے
فخر رازی راز دار دیں بدے
لیک چوں من لم یذق لم یدر بود
عقل و تخیلات او حیرت فزود

مولانا روم علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد کوئی بے محل نہیں امام فخر الدین رازی کا افسوس نہایت حسرت بھرے الفاظ میں وجد وحال سے محروم رہنے پر تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۲۴۷ میں بایں عبارت موجود ہے۔

انی خلقت محروما عن هذاالمعنی

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ایسے ایسے جلیل القدر علماء متقدمین تو وجد وحال سے محرومی پر حسرت کھائیں اور آجکل کے ملاں فقراء پر محض ضد وحسد کی بنا پر اعتراض کریں۔

امام العاشقین رئیس العارفین حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورۃ الصدر مضمون کو یوں ادا فرمایا ہے۔

آزماں چوں عقلہا در باختند
بر رواق عشق یوسف تا ختند
عقل شاں یکدم ستد ساقی عمر
سیر گشتند از خرد باقی عمر
اصل صد یوسف جمال ذوالجلال
اے کم از زن شو فدائے آنجمال

وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا (پ ۱۶ ع ۷ مریم)

ترجمہ: اور ان میں جن کو ہم نے ہدایت دی اور پسند کیا جب سنایئے ان کو آیتیں رحمٰن کی گرتے ہیں سجدے میں اور روتے ہیں، یہ آیت مبارکہ بھی وجد پر صریح الدلالت ہے رمضان شریف میں تراویح کی جماعت میں امام اس آیت کو پڑھتا ہو حکما بمعہ مقتدیوں کے سجدہ کرتا ہے مگر دوسری صفت رونا ہزاروں میں ایک کو بھی نہیں آتا۔ الفاظ ممن هدینا و جتبینا اسی پر دال ہیں کہ یہ نعمت عظمٰی برگزیدہ لوگوں کا حصہ ہے۔ لفظ ''اذا'' سے ثابت ہے کہ جب بھی ان پر آیات

پڑھی جائیں بیہوش ہوکر گرنا ان کی علامت اور صفت ہے نماز کی خصوصیت نہیں۔ مختصر یہ کہ یہ صفت مجتبیٰ یعنی برگزیدہ لوگوں ہی کی ہے پس بعض متعصب فقیروں کا یہ قول غلط ہوا کہ وجد وحال مبتدی کے لئے ہے منتہی کو اسکی ضرورت نہیں یہ آیت پاک اس خیال کی صاف تردید کر رہی ہے قرآن پاک کے معارض تو حدیث کی کچھ حقیقت نہیں کسی کا قول کیا وقعت رکھتا ہے کتب لغت غیاث وغیرہ میں ''خر'' کے معنی از بالا بہ پائیں افتادن کے ہیں جو بے اختیار گرنے پر دلالت کرتا ہے جیسے ''خر موسیٰ صعقا'' اس آیت اور آیت نمبر ۶ میں خروا سجدا اور یخرون للاذقان سجدا میں ''رکعا'' کا لفظ نہیں کیونکہ وہ لوگ چونکہ بے اختیار گرتے ہیں۔ لہٰذا ترتیب اول قیام بعدہ رکوع بعدہ سجدہ ان سے ساقط ہوگئی پس اگرچہ قیام وسجدہ کے مابین رکوع ہے مگر وہ لوگ چونکہ بے اختیار ہیں لہٰذا رکوع ان سے ممکن نہیں ہاں بعض واجدین جنکو کچھ ہوش ہوتا ہے وہ رکوع کر لیتے ہیں

وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی (پ ۲۷ ع ۷ النجم)

ترجمہ: اور یہ کہ وہی ہے ہنساتا اور رلاتا، اس آیت پاک کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ انسان کی خصوصیت کا سبب اور وجہ رونے اور ہنسنے میں حکماء میں سے کوئی آج تک بیان نہیں کر سکا اور جب یہ کسی امر کیساتھ معلل نہیں تو ضرور ہے کہ کوئی اسکا موجد ہو اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اور یہی آیت مذکور کا مقتضاء ہے۔ بخلاف صحت وعلت کے ان کا سبب اختلال مزاج ہے اور مزاج کا حد اعتدال سے نکلنا ہے۔ حکماء کا یہ خیال غلط ہے کہ ہنسنے کا سبب قوت تعجب ہے اس لیے انسان بہت دفعہ کئی امور عجیبہ کو دیکھ کر حیران ومتعجب ہوتا ہے مگر ہنستا نہیں اسی طرح کئی دفعہ غمگین سخت ہونے کے باوجود روتا بھی نہیں اور بعض نے جو کہا ہے کہ ہنسنے کا سبب قوت فرح ہے یہ بھی باطل ہے بعض اوقات انسان بہت خوش ہوتا ہے مگر ہنستا نہیں حالانکہ ایک غمگین کو فوراً کوئی مسخرہ ہنسا سکتا ہے اور ایک مسرور دفعتہ مغموم ہو سکتا ہے پس رونا ایک راز الٰہی ہے اور حالت کہ جس پر وارد ہو وہی کچھ اسکی کیفیت سے آشنا ہو سکتا ہے حکماء کا قول ہے کہ ہنسنا بھی

انسان اور حیوان کا مابہ الامتیاز نہیں کہ وہ بندر میں پایا جاتا ہے صرف ایک رونا ہے جو حیوان میں نہیں پایا جاتا اور انسان میں ہی پایا جاتا ہے پس یہی انسان اور حیوان کا مابہ الامتیاز ہے انسان ہونے کو رونا لازمی ہے۔

عاشقان الٰہی کا رونا سب سے افضل ہے اور (اضحک وابکی) کے صحیح مصداق ومنطوق پس یہی لوگ ہیں کہ ان میں اجتماع نقیضین ہے یعنی رونا اور خوش ہونا اور بعض واجدین وجد میں ہنستے معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی عین وجد ہے جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم شریف میں اقسام وجد میں اسکی تصریح کی ہے۔

قال الحافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ:

خندہ و گریہ عشاق زجائے و گرست

می سرایم بہ شب و وقت سحری گریم

وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ (پ ۲۷ ع ۷ النجم)

اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم غافل ہو اس آیت پاک سے ثابت ہوا کہ جن کو رونا نصیب نہیں وہ غافل ہیں ان کو سامدون کہہ کر ان کی بے دردی کا اظہار فرمایا۔

سیّدنا و مولانا و مقتدانا حضرت خواجہ نقشبند، رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

(رباعی)

از خون ولم دو چشم پرنم بہتر

از عیش و نشاط دل پرغم بہتر

یک لحظہ حضور دل بدرگاہ تو

از بادشاہیے تمام عالم بہتر

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ (پ ۲۷ ع ۱۳ الرحمٰن)

ترجمہ: ان میں دو چشمے ہیں بہتے۔

صاحب تفسیر روح البیان اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوبکر وراق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

لمن كانت عينافي الدنياتجريان اى من مخافة الله تعالىٰ.

خلاصہ یہ ہے کہ اس سے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے دو آنکھیں رونے والیاں مراد ہیں اور رونا اعلیٰ درجہ کا وجد ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں اسکے بے شمار فضائل آئے ہیں اور وجد کے لغوی معنیٰ غمگین ہونا ہے جو رونے کی علامت ہے اور اصطلاح صوفیہ میں وجد کے معنی وہ حالت، وہ کیفیت جو یاد الٰہی میں دل پر چھا کر انسان کو بے خود کر دے وہ رونے کی صورت میں ہو یا حرکت کی، غم کی حالت ہو، یا سرور کی۔

من گریہ بخشندہ درہمی پیوندم
پنہاں گریم و آشکارا خندم
ایدوست گماں میر کہ من خرسندم
آگاہ نئی کہ من نیاز مندم

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (پ ۱۹ ع ۹ الشعراء)

ترجمہ: جس دن نہ کام آوے مال نہ بیٹے مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس لے کر دل سلیم۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت اسمٰعیل حقی قدس سرہ العزیز تفسیر روح البیان جلد ۶ صفحہ ۲۸۸ میں رقمطراز ہیں از سیّد الطائفہ جنید قدس سرہ منقولست کہ سلیم مار گزیدہ بود و مار گزیدہ پیوستہ در قلق و اضطراب است پس بیان می کند کہ دل سلیم مدام در مقام جزع و تضرع و زاری از خوف قطعیت یا از شوق وصلہ۔ یعنی سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ سلیم سانپ کے ڈسے ہوئے کو کہتے ہیں اور جسکو سانپ ڈسے وہ بے چینی اور اضطراب میں ہوتا ہے بس یہ بیان کرتے ہیں کہ دل سلیم وہ ہے جو ہمیشہ مقام جزع اور تضرع اور زاری میں ہو

خوف جدائی سے یا شوق وصال سے۔ خلاصہ یہ کہ دل سلیم دل بے چین اور بے قرار ہے اور یہ دل سلیم کہاں سے ملتا ہے مولانا جامی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

چناں دل را کہ شرحش باتو گفتم
بو صفش گوہر اسرار سفتم!
بجواز پہلوئے پیر مکمل
کہ ایں باشد بدست آوردن دل

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ (پ ۲۳ ع ۱۳ ص)

ترجمہ: اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو جب پکارا اپنے رب کو کہ مجھ کو لگا دی شیطان نے ایذا اور تکلیف۔ لات مار اپنے پاؤں سے یہ چشمہ نکلا نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو۔

بعض مفسرین نے ارکض کے معنی یہاں رقص کے لئے ہیں۔ امام غزالیؒ احیاء العلوم میں فرماتے:

ہیں کہ وجد کی حرکت اگر غیر موزوں ہو تو اسکو اضطراب کہتے ہیں اور موزوں ہو تو تال اور ناچ نام رکھا جاتا ہے حضرت ایوب علیہ السلام کو پہلی قسم کے تواجد کا حکم ہوا جیسا کہ آیت مذکور سے ظاہر ہے کہ اس وقت آپ کو حد درجہ کا اضطراب تھا سوائے لات مارنے کے بھی چشمہ پیدا ہو سکتا تھا جس طرح کہ حضرت مریم علیہا السلام کے لیے ہوا مگر اضطراب کی حالت میں حرکت کرنے سے گونہ تسکین ہو جاتی ہے۔

ایں قدر گرہم نگویم اے سند
شیشہ دل از ضعیفی بشکند
شیشہ دل راچوں نازک دیدہ ام
بہر تسکین بس قبا بدریدہ ام

خاموش رہ کے دل کا نکلتا نہیں بخار

اے عندلیب بول دوہائی خدا کی ہے

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ (ق صلی) تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّھُمۡ ج ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُھُمۡ وَقُلُوۡبُھُمۡ اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ ط ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھۡدِیۡ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ط (پ ۲۳ ع ۱۷ الزمر)

ترجمہ: اللہ نے اتاری بہتر بات کتاب کی آپس میں ملتی دھرائی ہوئی، بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھالوں پر ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر، یہ ہے راہ دینا اللہ کا اس طرح راہ دیتا ہے جسکو چاہے۔

اس آیت شریفہ کی تفسیر ذرا تفصیل طلب ہے کیونکہ مانعین وجد بھی اسی کو پیش کرتے ہیں جو وجد کو صرف اقشعرار تک محدود جانتے ہیں نیز کہتے ہیں کہ میاں رونے کے تو ہم بھی قائل ہیں ان حرکات اور بے ہوشی پر ہم کو اعتراض ہے امام فخر الدین رازی جیسے عالم ظاہر نے بھی وجد پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور فرمایا:

واما مایتعلق بالوجد ان من الناس فان کل احداھما یخبر عما بعدہ من نفسہ والذی وجدتہ من النفس والعقل ماذکرتہ واللہ اعلم (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۲۴۸).

امام رازی کی مذکورہ عبارت اس مفہوم پر ٹھیک ہے یعنی جس جس حد تک کسی کو اپنے نفس سے ذوق حاصل ہوتا ہے اسی حد تک خبر دیتا ہے جس حد تک امام صاحب کو حاصل تھا فرمایا یہی اصول شیخ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے (دیکھو احیاالعلوم جلد ۲ صفحہ ۲۶۰)

حیث قال وھی حالۃ یدر کھا صاحب الذوق بحیث لایشک فیھا.

یعنی یہ ایک حالت ہے جسکو صاحب ذوق ہی جانتا ہے اسی طرح کہ اس میں اسکو کسی قسم کا شک وتردد نہیں ہوتا ہم نے جتنی آیات قرآنیہ لکھی ہیں سب میں وجد کی مختلف حالتیں بیان

ہوتی ہیں ہم ان آیات کو پیش کرنے میں منفرد نہیں محققین صوفیہ اس موضوع پر ان کو پیش کرتے چلے آئے ہیں۔ مجمل تعریف وجد کی امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وکل مایوجد عقیب السماع لسبب السماع فی النفس فھو وجدو لطمانینہ والاقشعرار والخشیۃ ولین القلب کل ذلک وجدنا الوجل والخشوع وجد من قبیل الاحوال.

اور یہی مذکورہ صفات آیات مذکورہ میں مومنین کاملین کی بیان ہوئی ہیں جو صاحب وجد ہیں ہم کہتے ہیں جب بقول محققین صوفیہ ہر اس حالت کا نام وجد جو سماع اور ذکر اللہ سننے کے بعد سامع کے دل میں پیدا ہوا تو پھر وہ جو بھی ہو جس صورت میں اسکا ظہور ہو سب کا نام وجد ہے اور کسی کو حق اعتراض کا نہیں پس رونا چلانا بے ہوش ہوکر گرنا، تڑپنا، طمانیت اقشعرار، خشیت، خشوع نرم دل، وجل خرق ثیات وغیرہ سب وجد ہے اس میں قاعدہ تغلیب جاری ہے مطول میں ہے۔

والتغلیب یجری فی فنون کثیرۃ منہ تغلیب الذکور علی الاناث ومنہ ابوان ونحوہ ،الخ۔

یعنی جس طرح والدین کو ابوین اور شمس وقمر کو قمرین اور زید وعمر کو عمرین اور حسن وحسین کو حسنین کہتے ہیں اسی طرح یہ سب اقسام مذکورہ بالا وجد میں داخل ہیں قاعدہ تغلیب سے انکار نہیں ہوسکتا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ اس میں اگرچہ خطاب مردوں مگر بقاعدہ مذکورہ عورتوں کو بھی شامل۔ اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ اہل عرب ایک جنس کو دوسری جنس میں داخل کر دیتے ہیں اور دوسری جنس کے الفاظ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رکھتے ہم اس پر ایک مثال اور قرآن مجید سے پیش کرتے ہیں۔

ختم اللہ علیٰ قلوبھم الخ۔

میں بھی عورتیں بقاعدہ تغلیب داخل ہیں سخت لغزش کھائی ہے ان علماء نے جنہوں

نے اقشعر ار کی حد تک محدود سمجھ کر وجد سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ ایسا وجد صحابہ کرام کو نہیں ہوا۔

گھبرایئے نہیں:

ہم انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب صحابہ کرام بلکہ خود حضور انور فخر دو عالم ﷺ کا وجد ثابت کریں گے، رونا بھی وجد ہے صاحب قصیدہ بردہ مبارک حضرت شیخ الاسلام علامہ شرف الدین بوصیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

واثبت الوجد خطی عبرۃ و فنا

مثل البحار علی خدیک والعنم

اسکا عطف شعر ماسبق پر ہے یعنی تو عشق سے کس طرح انکار کر سکتا ہے جبکہ احزان قلبیہ اور حالات عشقیہ یعنی وجد تیرے رخساروں پر دونشاں آنسو اور لاغری کے مثل گلاب زرد اور درخت عنم کے نمایاں کردیئے ہیں اسکی شرح علامہ عمر بن احمد خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(الوجد)الاحزان القلبیہ والحالات العشقیۃ واسنادہ الیہ مجازی لانہ سبب لھانحواھلک المرض.

یعنی وجد احزان قلبیہ اور حالات عشقیہ کا نام ہے اور اسکی اسناد اسکی طرف مجازی ہے اس لئے کہ وہ اسکا سبب ہے جیسے ہلاک کیا مرض نے حالانکہ مرض درحقیقت ہالک نہیں ہے پس جب وجد احزان قلبیہ اور حالات عشقیہ کا نام ہوا تو یہ مختلف ہیں خواہ کسی صورت میں ہوں۔ شرح شیخ زادہ علیہ الرحمۃ اور دیگر شروح قصیدہ بردہ مبارک میں اسی طرح ہے آئینہ مبارک میں لفظ اقشعر ار قشعریرہ کا معنی تفسیر روح البیان میں اسطرح لکھا ہے:

یقال اقشعر جلدہ اخذتہ قشعریرہ ای رعدۃ کمافی القاموس توبحوالہ قاموس قشعریرہ کے معنی رعدۃ کے ہیں اور رعدۃ بالکسر لرزہ کو کہتے ہیں بعض مفسرین نے جو اس آیت کے ذیل میں قول حضرت قتادہ وغیرہ کا لکھا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

اولیاء کی صفت اقشعرار فرمائی ہے نہ ذہاب عقل اور نہ غشی وغیرہ سوا سکا جواب محققین صوفیہ نے بوجہ احسن دیا ہے منجملہ ہم حضرت علامہ اسمٰعیل حقیؒ کا جواب تفسیر روح البیان جلد ۸ صفحہ ۱۰۰، ۱۰۱ سے نقل کرتے ہیں۔ علامہ مذکور مخالفین کے قول نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں۔

یعنی یہ سب قدح جرح اہل ریا اور اہل دعویٰ کے حق میں ہے۔ جس شخص پر حال غالب ہو اور وہ اپنے امر میں سچا ہو جھوٹا نہ ہو وہ مثل مجنون کے ہے کہ جس پر سے قلم ساقط ہے پس وہ جو حرکت بھی کرے اس میں معذور ہے اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز عوارف المعارف شریف میں دلائل مخالفین کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔

لیس هذاالقول منهم انکاراعلی الاطلاق اذایتفق ذلک بعض الصادقین ولکن للتمضع المتوهم فی حق الاکثرین.

(عوارف المعارف حاشیۃ الاحیاء جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)

یعنی حضرت قتادہ عبداللہ بن عمر حضرت اسماء اور ابن سیرین عبداللہ بن عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اقوال سے جو وجد مروجہ صوفیا کی مخالفت پائی جاتی ہے یہ انکار وجد سے ان کا مطلق انکار نہیں جبکہ بعض صادقین کو بھی اس کا اتفاق ہوا یہ اقوال ان بزرگوں کے مکار اور ریا کار حالیوں کے انکار اور رد میں ہیں۔ اسی طرح فرمایا علامہ عبدالغنی نابلسی نے ایضاح الدلالات صفحہ ۱۱ میں۔

واعلم ان الکلام فیهم لافی غیرهم من الصوفیة الصادقین اهل الوجدالصحیح والذوق الرجیح.

یعنی اہل حق صوفیہ کے وجد صحیح اور ذوق رجیح میں کلام نہیں بلکہ جہاں رو وارد ہوا ہے مکار ملحد متصوفہ کا رد ہے محبوب سبحانی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اللہ تعالیٰ سرہ العزیز مکتوبات شریف جلد اوّل صفحہ ۲۲۴ میں ارقام فرماتے ہیں احوال ومواجید کہ براسباب نامشروعہ مترتب شوند نزد فقیر از قبیل استدراجات است چہ اہل استدراج نیز احوال واذواق

دست می دہد و کشف توحید و مکاشفہ معائنہ در مرایا صور عالم بظہور می آئد۔ یعنی احوال و مواجید
جو اسباب غیر شرع پر مترتب ہوں استدراج کی قسم سے ہیں کہ اہل استدراج کو بھی احوال اور
اذواق حاصل ہوتے ہیں اور کشف توحید اور مکاشفہ معائنہ صور عالم کے مرایا میں ظاہر ہوتے
ہیں یہ امر مسلمہ ہے کہ غیر شرع فقیروں کی مجلسوں میں قوالوں کے آگے جو حال پڑے ہیں وہ یا تو
ریا کاری ہے اور محض اپنی بڑائی یا از قسم استدراج ہیں جنکی کچھ حقیقت نہیں اور حضرت ابن عمر رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ان الشیطان یدخل فی جوف احدھم انہیں کے بارے میں ہے
ورنہ یہ بڑے بڑے اکابر صحابہ کرام اولیاء عظام کی تفسیق ہوگی جنکا وجد بے ہوشی وغیرہ سب
حرکات عنقریب ثابت کریں گے اور حضرت مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ کھلا افتراء
ہے کہ حضرت نے وجد کو ابتدائی منزل فرمایا ہے۔ دیکھو مکتوبات شریف جلد اوّل از ۲۶۷ تا
۲۷۳ مکتوب رویست وشہاد و پنجم ہم اس جگہ چند اقتباسات حضرت کے نقل کرتے ہیں کہ آپ
وجد صحیح کے قائل ہیں اور منتہیوں کو بھی وجد ضروری فرماتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں بلکہ باوجود
دوام وصل از برائے ترقی منازل وصول است ازیں قبیل است سماع و وجد منتہیاں و واصلاں
آرے بعد از فنا و بقا ایشاں را ہر چند جذبہ عطا فرمائند لیکن چوں برودت قوت دار و جذبہ تنہا
در تحصیل ترقیات منازل عروج کفائت نمی کند محتاج بہ سماع می گروند بلکہ چند سطور کے فاصلے پر
فرماتے ہیں کہ مبتدی را سماع و وجد مضر است و منافی عروج پھر بفاصلہ چند سطور ارشاد ہے سماع
و رقص ہر چند نسبت بعضے منتہیاں نزد رکار است مکتوب شریف طویل ہے لہٰذا چند فقرات لکھے گئے
جن سے ثابت ہے کہ جماعت منتہیوں کو بھی وجد درکار ہے بلکہ مبتدی کو مضر ہے۔ اب ہم ثابت
کرتے ہیں کہ حضور انور ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وجد و رقص ہوا اور صحابہ
کرام میں سے کسی کا اس پر انکار ثابت نہیں اگر چہ ہر امر اختراعی بھی کہ جسکے استحسان پر اجتماع
و اتفاق اہل سنت ہو بحکم ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن ۔ حسن ہے اور بحکم
حدیث من سن سنت حسنۃ کہ مستلزم جزائے خیر و مصداق عمل صالح ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ نقلی

دلائل سے حجت تمام کریں اور ثابت کریں کہ وجد وحال کا حلقہ صوفیہ کا اختراع نہیں بلکہ اسکا ثبوت نصوص آیات قطعیہ واحادیث صحیحہ واقوالِ صریحہ میں موجود ہے۔

حضور انور ﷺ اور صحابہ کرام کا وجد

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حدیث نقل فرماتے ہیں:

وفی روایته انه علیه السلام قراء هذه الایة اوقری عنده ان لدینا انکالا وجحیما وطعاما ذاغصة وعذاباً الیما فصعق (ابن عدی فی الکامل والبیهقی فی الشعب من طریقه.)

یعنی آنحضرت ﷺ نے آیت ان لدینا، الخ پڑھی یا آپ کے سامنے کسی نے پڑھی تو آپ سن کر بیہوش ہوگئے اسی مقام پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام اور تابعین کے وجد کے متعلق فرماتے ہیں۔

واما مانقل من الوجد بالقرآن عن الصحابة رضی الله عنهم والتابعین فکثیر فمنهم من صعق ومنهم من بکیٰ ومنهم غشی علیه ومنهم من مات فی غشیة.

یعنی اسپر جو نقل ہے صحابہ وتابعین کرام کے وجد سے قرآن پاک کے ساتھ سو وہ بہت ہیں۔ بعض ان میں سے بے ہوش ہوئے اور بعض روئے بعض پر غشی ہوئی اور بعض ان میں اپنی غشی میں مرہی گئے اس سے آگے کئی واقعات امام عالی مقام نے لکھے جن سے ثابت کیا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کو وجد ہوئے، مختصر اہم چند واقعات نقل کرتے ہیں جب حضور انور ﷺ نے مولا علی مشکل کشا سے فرمایا (انت منی وانا منک فحجل علی رضی الله عنه) تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رقص کیا اور اچھلے اور جب آپ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اشبهت خلقی وخلقی فحجل وراحجل علی۔ تو وہ مولا علی سے بھی زیادہ

اچھلے اور جب حضرت زید سے فرمایا انت اخونا و مولانا فحجل زید و راحجل جعفر تو وہ حضرت جعفر سے بھی زیادہ اچھلے اور یہ بھی گزرا کہ حجل رقص کو کہتے ہیں۔ اور وجد میں کپڑے پھاڑنا اگر ریا سے ہے تو حرام ہے اگر وجد سچا ہے اور مضطر ہے تو اس پر کوئی ملامت نہیں اور اگر کہو کہ بعض واجدین جب دیکھتے ہیں سنتے ہیں پہچانتے ہیں تو پھر مضطر نہیں ہو سکتے تو اسکا جواب امام عالی مقام دیتے ہیں کہ ان کا دیکھنا، سننا بظاہر ہوش میں نظر آنا ان کے اضطرار کے منافی نہیں مریض بھی دیکھتا سنتا پہچانتا ہے مگر آہ کرنے پر مجبور ہے بس یہ ضروری نہیں کہ جن کا افعال حاصل ہونا ارادہ سے ہو انسان اسکے ترک پر قادر ہو جیسے سانس لینا ارادۃً ہے مگر انسان اسکو روکنے پر قادر نہیں پس یہی حال چیخنے اور کپڑے پھاڑنے کا ہے اگر سوال ہو کہ صحابہ کرام کو تو قرآن پاک سننے پر وجد ہوا اور صوفی لوگوں کو عشقیہ اشعار پر وجد ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام کو اشعار پر بھی وجد ہوا ہے اور عشقیہ اشعار جو خدا اور رسول کے عشق میں پڑھے جائیں، پڑھنے جائز ہیں ہم کہتے ہیں کہ صوفیاء کرام نے قرآن پاک کو بھی سنا اور وجد ہوا باقی رہا اکثر شعر خوانی پر حلقہ مشائخ کا رواج ہونا سو اسکی وجوہات ہیں جو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیائے سعادت اور احیاء العلوم میں لکھے ہیں مختصر یہ کہ قرآن پاک کی سب آیات مناسب حال عشاق کے نہیں ہیں مثلاً قولہ تعالیٰ: یوصیکم اللہ فی اولادکم الخ وغیرہ آیات عاشقوں کے شوق کو کیسے ابھاریں گی یعنی جن آیات میں احکام میراث، طلاق، حدود، وغیرہ کا ذکر ہے وہ مناسب حال عشاق کے نہیں اور کیفیت قلب کو وہ چیز محرک ہو سکتی ہے جو اسکے مناسب حال ہو حضرت ابالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ علماء کی جماعت میں نشست فرماتے تھے باقی مسائل پر علمی گفتگو ہوتی رہی پھر آپ نے چند اشعار پڑھے فما باقی احد من القوم الاقام و تواجد یعنی کوئی باقی نہ رہا اور سب کھڑے ہو گئے اور سب کو وجد ہوا اسکی بھی یہی وجہ تھی نیز ہر عاشق کو اختیار ہے کہ کوئی شعر سن کر وہ اس کا مضمون اپنے اپنے حال کے مطابق ڈھال لے اگر قرآن پاک کی کسی آیت کا مضمون اپنے حال کے مطابق اپنی رائے سے ڈھال لے گا تو بحکم حدیث شریف مورد عذاب ہوگا اگر کوئی شعر

پسند نہ ہو یا عاشق کے حال کے مطابق نہ ہو تو سامع کہہ سکتا ہے کہ یہ نہ پڑھو دوسرا پڑھو اگر قرآن پاک کی کسی آیت کی نسبت ایسا کہے گا تو کافر ہو جائے گا۔ پس یہ ہیں وجوہات جن کی بنا پر صوفیا کرام نے اشعار خوانی کو اپنے حلقہ میں رواج دیا ہے ہاں یہ بھی یاد رہے کہ جو وجد میں کامل ہیں وہ قرآن پاک کی جس آیت کو بھی سنیں وجد ہوگا بلکہ جو لذت ان کو قرآن پاک سننے سے حاصل ہوگی اشعار سے نہ ہوگی اور ہمارے سیدنا و مولانا و مرشدنا حضرت خواجہ سیّد میر جان کابلی فنافی الرسول رحمۃ اللہ علیہ کے غلاموں کی کیفیت تو محتاج بیان نہیں کہ بسم اللہ سے لے کر والناس تک ہر مقام پر کیفیت ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ حضرت شہنشاہ نقشبند رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ طریقنا اقرب الطرق کہ ہمارا طریق سب طریقوں سے افضل ہے اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے وہ طریق طلب کیا ہے جو موصول ہے اور میری دعا قبول ہو چکی۔ بہجۃ السنیہ عربی شیخ محمد بن عبداللہ الخانی الخالدی صفحہ ۷۔

یہی وجہ ہے کہ اس طریق کا مبتدی اور دوسروں کا منتہی برابر ہیں اور یہ حضور علیہ ﷺ ہی کے غلاموں کی شان ہے۔

فیضے کہ جامی از دو سہ پیمانہ کہ یافت
مشکل کہ شیخ شہر بیابد بہ صد چلہ

واجدین کے وجد بھی ان کے مدارج کے مطابق ہوتے ہیں طبقہ زہاد کے خلاف ان کے مدارج کی ترقی صرف صحبت شیخ اور وجد میں منحصر ہے آمدم برسر مطلب، جب ثابت ہو چکا کہ شعر خوانی منع نہیں تو اب ہم نے یہ ثابت کرنا ہے کہ اشعار عشقیہ جن میں ذکر زلف ورخ خط وخال کا ہو وہ بھی عاشقان الٰہی کے لئے سننے جائز ہیں امام غزالی احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۲۴۹ پر لکھتے ہیں۔ الصحیح انہ لایتحرم نظمہ وانشادہ بلحن وغیر لحن یعنی اور صحیح یہ ہے کہ ایسے اشعار کی نظم اور ان کا پڑھنا حرام نہیں جبکہ ان کے ڈھالنے کا محل حرام نہ ہو اور عاشقان الٰہی تو ہر بات کو خدا کے رسول اور عشق کی طرف ہی ڈھالیں گے بلکہ کسی، بلکہ کسی معشوق مجازی خواہ

وہ از قسم حلال ہی کیوں نہ ہو اسکی طرف ڈھالنا بھی ان کے نزدیک غیریت ہے جو مذہب عشاق میں غایت درجہ کا جرم ہے غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غنیۃ الطالبین ۶۳ مطبوعہ نولکشور میں ارشاد فرماتے ہیں ولا باس بانشاد الشعر و القصائد فیھا الخالیۃ من اسخف و الھجاء للمسلمین و الاولیٰ صیانتھا الا ان یکون من الزھدیات المرققات المشوقات المبکیات فیجوز الاکثار منھا.

ترجمہ: اگر خالی مسجد میں قصیدے اور اشعار جو آرائش اور بے ہودگی اور ہجو مسلمانوں سے پاک ہوں پڑھے جائیں تو کوئی حرج اور ممانعت نہیں ہے اور اولی اسکی حفاظت ہی ہے مگر ایسے عقیدے اور اشعار جن سے ترک دنیا کا خیال اور دل میں سوز و گداز و گریہ زاری پیدا ہو اور محبت و عشق الٰہی کی طرف مائل کریں کثرت سے پڑھنا چاہیے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز عوارف میں فرماتے ہیں دخل رجل علی رسول اللہ ﷺ وعندہ قوم یقرون القرآن وقوم ینشدون الشعر، یعنی ایک شخص آنحضرت ﷺ کی مجلس میں آیا اور آپ کے پاس کچھ لوگ قرآن پاک پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگ شعر پڑھ رہے تھے اس سے ثابت ہوا کہ حضور کی مجلس میں قرآن خوانی بھی ہوتی تھی اور شعر خوانی بھی، اور یہ اعتراض کہ امرد لڑکوں سے اشعار سننا نہ چاہیے کہ وہ محل شہوت ہیں ایک بے بنیاد اعتراض ہے ورنہ تمام عربی مدارس سے بے ریش طلباء کو نکال دینا چاہیے.. اور جب تک ان کے چہروں پر ریش نہ نکلے عورتوں کی طرح پردہ کا فتویٰ دے دینا چاہیے کہ گھروں میں رہیں یا برقعہ اوڑھ کر نکلیں تو جب شریعت نے ان کو پردہ کا حکم نہیں دیا تو اسی سے فرق ظاہر ہے یا اس جگہ احتیاط ہے جہاں فتنہ کا خوف ہو اور جہاں فتنہ کا خوف نہیں وہاں عورتوں سے راگ سننا بھی محققین خصوصاً امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جائز لکھا ہے (دیکھو احیاء العلوم صفحہ ۲۳۷ جلد ۲)۔

ابا مروان القاضی ولہ جوار یسمعن الناس التلحین قد اعدھن للصوفیۃ قال و کان لعطاء جاریتان یلمتان.

یعنی قاضی ابو مروان نے چند لونڈیاں صوفیوں کو راگ سنانے کیلئے رکھی ہوئی تھیں اسی طرح عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ثابت کیا کہ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو سننا جائز ہے ورنہ حرام۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۵۶۵ میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے ایک شور اور لڑکوں کی آواز سنی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے فاذا حبشیۃ تزمن تو دیکھا ایک حبشی عورت رقص کرتی ہے پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور وہ رقص دکھایا اس سے اوپر کی حدیث ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنگ سے واپس آئے تو آپ کے پاس ایک لونڈی آئی اور عرض کیا انی نذرت ان ردک اللہ سالما ان اضرب بین یدیک والغنی فقال لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کنت نذرت فاضربی الخ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نذر مانی تھی کہ گر اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی سے واپس لائے تو آپ کے آگے دف بجاؤں گی۔ پس اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو نے نذر مانی ہے تو دف بجا، عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمحات میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے دف کا بجانا مباح معلوم ہوتا ہے خصوصاً ایسے وقت میں مستحب اور یہ بھی اس سے ثابت ہوا کہ عورتوں سے راگ سننا بھی مباح ہوا بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کا اطلاق ان پر اس لیے کیا کہ وہ صورت لہو اور لعب کی تھی اگر یہ رقص حرام ہوتا تو نہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسکو دیکھتے نہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دکھاتے کذافی اللمعات تو یہ رقص جائز ہوا تو صوفیاء کرام کا رقص کیوں جائز نہ ہو جس میں دنیا و مافیہا سے عشاق بے تعلق ہو جاتے ہیں اور وہاں کوئی صورت بھی لہو اور لعب کی نہیں کہ واجدین کی زبان پر سوائے نعرہ ہائے ہو حق، کے اور کچھ ہوتا ہی نہیں اور اسکی کیفیت کچھ وہی لوگ سمجھتے ہیں جن پر وہ حالت طاری ہوتی ہے کما قال عمرو بن عثمان المکی لایقع علی کیفیۃ الوجد عبارۃ لانہ سر اللہ عند عبادہ المومنین الموقنین یعنی وجد کی کیفیت کو کوئی عبارت ادا نہیں کر سکتی کہ وہ ایمان دار الیقین والوں کی عبادت کے وقت کا ایک بھید ہے اسی لئے شیخ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

لکھتے ہیں والبلید الجامد القاسی القلب المحروم عن لذت السماع یتعجب من التذاذ المستمع و وجدہ و اضطراب حالہ و تغیر لونہ۔

یعنی اور غبی الطبع سنگدل جو لذت سماع سے محروم ہے عاشق کے التذاذ اور وجد اضطراب حال اور تغیر رنگ سے تعجب کرتا ہے کہ اسکو کیا ہو گیا؟ تعجب البھیمۃ من لذۃ اللوز ینج جیسے حیوان لوزینہ کی لذت سے تعجب کرتا ہے زیادہ تر تعجب اغیار کو اس امر پر ہوتا ہے کہ دیکھتے سنتے کپڑا سنبھالتے ہیں اور پھر یہ حرکات بھی کئے جاتے ہیں یہ وسوسہ لاعلمی یا جہالت کی وجہ سے ہے جسکا جواب چند مرتبہ گزر چکا احیاء العلوم صفحہ ۲۵۹ میں لکھا ہے کہ جب حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں داخل ہوئے تو ایک گروہ صوفیا کرام کا آپ کے پاس جمع ہوا جن کے ساتھ قوال تھا حضرت ذوالنون سے اجازت چاہی تو قوال نے کچھ شعر پڑھے فقام ذوالنون وسقط علی وجھہ تو حضرت ذوالنون اٹھے اور منہ کے بل گرے آپ کو دیکھ کر ایک اور شخص کھڑا ہو گیا لیکن وہ مرائی ریاکار تھا تو آپ نے عین وجد میں اسکو کہا (الذی یراک حین تقوم) تو وہ شخص بیٹھ گیا یعنی آپ نے فراست قلبیہ سے معلوم کر کے اس کو متنبہ کیا اور وہ بیٹھ گیا عین وجد کی حالت میں آپ کا اسکو متنبہ کرنا کیا اس پر دلیل نہیں کہ بعض واجدین کو ہوش رہتی ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم صفحہ ۲۶۷ جلد ۲ میں رقمطراز ہیں کہ متواجد اگر کھڑا نہ ہو اور آواز بلند نہ کرے تو یہ ادب تو ہے ولکن ان رقص وتباکی فھو مباح اذالم یقصد بہ المرآت لان التباکی استجلات الحزن والرقص سبب فی تحریک السرور یعنی ولیکن اگر رقص کرے اور رونی صورت بنائے تو مباح ہے جب اس کیساتھ ریاکاری کا قصد نہ ہو اس لئے کہ رونی صورت بنانا حزن پیدا کرتا ہے اور رقص سبب ہے تحریک سرور میں یعنی تھوڑی تاثیر ہو اور پھر رقص شروع کر دے تو تاثیر کا محرک ہوگا پس اس عبارت سے بھی واجدین کو ہوش ہونا ثابت ہوا، ہاں نماز میں متواجد کے لیے کوئی حرکت کرنا مکروہ ہے مگر واجدین کے لئے جائز جیسا کہ غنیۃ الطالبین شریف صفحہ ۲۳ پر حضور غوث اعظم محبوب سبحانی سید

عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے اور یہ عبارت اس موضوع کے لیے فیصلہ کن ہے
یکرہ الصغیر والتصفیق وفرقعۃ الاصابع فی الصلوۃ ویکرہ تخریق الثیاب فی
حق المتواجد عند السماع ولا یعارض فی ذلک الواجد. یعنی انسان کو مانند مرغ
کے آواز کرنا اور تالی بجانا اور نماز میں انگلیاں چٹخانا اور کپڑے پھاڑنا اس شخص کا جو بناوٹ سے
وجد میں آتا ہے مکروہ ہے اور وہ شخص کہ جسکو واقعی حال آتا ہے درست ہے دیکھئے حضرت پیران
پیر چیخنی تالی کپڑے پھاڑنا آواز نکالنا واجد کو نماز میں بھی جائز قرار دیتے ہیں صفحہ ۲۰۱ میں حضرت
بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ارقام فرماتے ہیں کہ جب شام سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ
عنہ واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو مسجد نبوی ﷺ میں کھڑے ہو کر آذان پڑھی جب کلمہ
اشھد ان محمدا رسول اللہ پر پہنچے فلم یقدر علیہ فسقط مغشیا علیہ حیاللنبی
ﷺ وشوقا الیہ واشتد عند ذلک بکاوء اھل المدینۃ من المھاجرین
والانصار حتی خرجت العواتق من خدورھن شوقا الی النبی ﷺ. یعنی جب آپ
اس کلمہ پر پہنچے تو شدت رنج والم کی وجہ سے قادر نہ ہو سکے اور بہ سبب قلق واشتیاق اور وردِ فراق
آنحضرت ﷺ کے بے ہوش ہو کر گر پڑے اور اس وقت مدینہ منورہ میں ایک ہنگامہ عظیم آہ
وبکا کا مہاجرین وانصار نے بلند کیا یہاں تک کہ جوان عورتیں شوق دیدار نبی ﷺ میں پردوں
سے باہر نکل پڑیں۔ اس عظیم الشان واقعہ سے خشک زاہد صوفیوں کا دعویٰ باطل ہوا کہ ہم ضبط
کر سکتے ہیں اور وجد کو ضبط کرنا چاہیئے اور مبتدی ضبط نہیں کر سکتے بتایئے حضرت بلال اور تمام
مہاجرین وانصار جن میں اجلہ صحابہ کرام بھی تھے یہ سب مبتدی تھے کہ ضبط نہ کر سکے صحابہ کیسے جذبہ
عشق کے متحمل ہو سکتے تھے جبکہ موسیٰ علیہ السلام خدا کے نبی اس کیفیت کے متحمل نہ ہوئے زاہد خشک
اس کیفیت کو کیا جانے۔

تو نازنین جہانی و ناز پرورده
تراز سوز دروں و نیاز ماچہ خبر

چوں دل بہ مہر نگارے زیستہ اے ماہ
تر از حالت عشاق بے نوا چہ خبر

احیاء العلوم جلد اصفحہ ۱۳۴ میں ہے انما الصلوٰۃ تمکن و تواضع و تضرع و تاوہ و تنادم سوائے اسکے نہیں کہ نماز تمکن اور تواضع اور تفریح اور آہ مارنا اور گناہ سے نادم ہونے کا نام ہے وقال علیہ السلام لا ینظر اللہ الی صلوٰۃ لا یحضر الرجل فیھا قلبہ مع بدنہ و کان ابراھیم الخلیل اذا قام الی الصلوٰۃ یسمع وجیب قلبہ علی میلین و کان سعید التنوخی اذا صلی لم تنقطع الدموع من خدیہ. یعنی فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ اس نماز کو دیکھتا بھی نہیں جس میں انسان کا دل اسکے بدن کے ساتھ حاضر نہ ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نماز میں کھڑے ہوئے تو آپ کے قلب کے تڑپنے کی آواز دو میل تک سنی جاتی اور حضرت سعید تنوخی رحمۃ اللہ علیہ جب نماز پڑھتے آپکے آنسو تمام نماز میں رخساروں سے منقطع نہ ہوتے چونکہ رونا امر اختیاری نہیں ہے جس قدر بھی زور سے روئے یا آہ و بکا کرکے، نماز میں کچھ خلل نہیں آتا بخاری شریف صفحہ ۸۹ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے ان رسول اللہ ﷺ قال فی مرضہ مروا ابابکر یصلی بالناس قالت عائشہ قلت لہ ان ابابکر اذا قام فی مقامک لم یسمع الناس من البکاء فمر عمر یصلی بالناس فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس یعنی بہ تحقیق آنحضرت ﷺ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا کہ ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے آپ کو کہا کہ تحقیق ابوبکر جب کھڑے ہوں گے آپ کے مقام میں بہ سبب رونے کے لوگوں کو نہ سنا سکیں گے پس امر کریں آپ، حضرت عمر کو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پس آپ نے فرمایا ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اقول اگر نماز میں رونا مفسد نماز ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتیں کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی نماز کو رونے سے فاسد یا خراب کریں گے بلکہ فرمایا کہ لوگوں کو قراءت نہ سنا سکیں گے بخاری شریف کے اسی صفحہ میں دوسری

حدیث ہے عن عبداللہ بن شداد سمعت نشیج عمر وانا فی اخر الصفوف یقراء انما اشکوا بثی و حزنی الی اللہ عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں سنی میں نے آواز رونے حضرت عمر کی اور میں سب سے آخری صف میں تھا پڑھتے تھے آیت انما اشکوا بثی و حزنی الی اللہ حاشیہ بخاری شریف میں ہے فنشیج علی وزن کریم ھو صوت الباکی اذا غص بالبکاء فی حلقہ. پس نشیج کے معنی اس قدر زور سے رونے کے ہوئے کہ روتے روتے گلا گھٹ جائے۔

جوش گریہ سے یہ آنکھیں ابر نیساں ہو گئیں
اب میری بے تابیاں مشہور دوراں ہو گئیں

تفسیر یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۶ روح البیان جلد ا صفحہ ۲۰ میں ہے شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ در نماز شام امامت مے کرد چوں (ایاک نعبد و ایاک نستعین) گفت بیہوش شدہ افتاد، یعنی حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نماز شام کی امامت کر رہے تھے جب ایاک نعبد کہا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

در نماز م خم ابروے توچوں یاد آمد
حالت رفت کہ محراب بفریاد آمد

نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت خانہ میں نماز پڑھی جب وضو کر کے قیام میں ہوئے فبکیٰ حتی سالت دموعہ علی صدرہ ثم رکع فبکیٰ ثم سجد فبکیٰ ثم رفع راسہ فبکیٰ فلم یزل کذالک یبکی. یعنی آپ روئے یہاں تک کہ آپ کے آنسو آپ کے سینہ پر بہنے لگے پھر رکوع کیا اور پھر سجدہ کیا اور روئے پھر اپنا سر اٹھایا اور روئے پھر اسی طرح روتے رہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا:

مایبکیک ؟ وقد غفر اللہ لک ماتقدم من ذنبک وماتاخر ، قال

افلااکون عبداشکورا. یعنی آپ کیوں روتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے طفیل آپ کے اگلوں کے اور آپ کے پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیے ہیں، تو فرمایا، کیا میں نہ بنوں عبد شکر گزار؟ اس سے ثابت ہوا کہ شکر کا رونا خوشی اور سرور کا رونا ہے۔ امام غزالی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ھذا یدل علی ان البکاء ینبغی ان لا ینقطع ابدا یعنی یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ لائق ہے کہ رونا کبھی منقطع نہ ہونا چاہیے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ رونا ابتدائی منزل ہرگز نہیں امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایک ولی کا ایک پتھر پر گزر ہوا جو رو رہا تھا اس ولی کو تعجب ہوا پوچھنے پر پتھر نے کہا کہ جب سے میں نے آیت وقودھا الناس و الحجارۃ سنی ہے خوف الٰہی سے رو رہا ہوں ولی نے سفارش کی اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو آگ سے پناہ دی پھر اس ولی نے ایک مدت کے بعد اس پتھر کو دیکھا کہ رو رہا ہے پوچھا اب کیوں روتا ہے؟ تو پتھر نے جواب دیا، ذالک بکاء الخوف وھذا بکاء الشکر و السرور یعنی وہ رونا خوف کا تھا اب شکر اور سرور کا رونا ہے۔ (احیاء العلوم)۔

پس ثابت ہوا کہ عاشقان الٰہی کا رونا خوشی اور سرور کا ہے اور وہ منتہی ہیں نہ مبتدی احیاء العلوم میں ہے حضرت مسلم بن یسار جب نماز کا ارادہ کرتے تو اپنے گھر والوں سے فرماتے تحدثوا انتم فانی لست اسمعکم تم باتیں کرو، میں تمہاری باتیں نہیں سنتا یعنی میری نماز میں کچھ حرج نہیں۔ عوارف المعارف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں ان رسول اللہ ﷺ کان یسمع من صدرہ ازیز کازیز المرجل حتیٰ کان یسمع فی بعض سکک المدینہ. یعنی بتحقیق رسول اللہ ﷺ کی تھی سنی جاتی آواز رونے کی آپ کے سینے سے مثل آواز دیگ کی، مدینہ منورہ کے بعض بازاروں میں ایک نبی کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اذا دخلت الصلوٰۃ فھب لی من قلبک الخشوع ومن یدیک الخضوع ومن عینک الدموع فانی قریب یعنی جب تو نماز میں داخل ہو تو ہبہ کر واسطے میرے اپنے دل سے خشوع اور بدن سے خضوع اور آنکھوں سے آنسو، پس تحقیق میں تیرے قریب

ہوں عن عبدالله بن الشخیر رضی الله تعالیٰ عنه قال اتیت النبی ﷺ وهو یعلی ولجوفه ازیر کازیر المرجل من البکاء (رواه ابوداوٗد والترمذی فی الشمائل)

یعنی روایت ہے حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے کہا، میں آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے پیٹ مبارک سے رونے کی آواز نکلتی تھی مانند آواز دیگ کی۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

وجد ایسی عشق کی چنگاری ہے جو سیّد عالم پیارے آقا ﷺ کی توجہ سے روشن ہوتی ہے یا کاملین اولیاء کرام کی نظر سے، جس پر ان کی نظر پڑ جائے اسکے سینے سے عشق کی ایسی شعاعیں نکلتی ہیں دیکھنے والے کی بھی امید کی کرن روشن ہو جاتی ہے پیارے آقا ﷺ کے عشق میں وہ ہی تڑپتا ہے۔ فقیر جامعہ فاروقیہ رضویہ میں پڑھتا تھا۔ نقشبندیوں کے پیشوا اعلیٰ حضرت سید خواجہ خاوند کے مزار اقدس میں روزانہ حاضری دیتا تھا میرے استاد محترم مولانا عبدالغفور نقشبندی شرقپوری بھی عصر کے بعد حاضری دیتے تھے عرض کیا، یہاں ایک حجرہ مبارک ہے یہاں میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ حاضری کے دوران اس حجرہ میں بیٹھتے تھے وہ دیکھیں، میں نے چابی سے تالا کھولا ہم دونوں اندر داخل ہوئے۔

ترجمہ: آیت صفا اور مروہ پہاڑیاں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

جہاں اللہ والوں کے قدم لگ جائیں وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہو جاتی ہیں۔

حضرت سیّدنا خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ پر توجہ ڈالی وجد جاری ہو گیا یہ تقریباً 1972ء کی بات ہے (تقریباً ایک گھنٹہ وجد رہا) یہ وجد ۴۰ سال رہا، استاد محترم مجھے پنکھے کے ساتھ ہوا دے رہے تھے وجد کی لذت وحلاوت ومٹھاس وہی جانتا ہے جسکو وجد ہوتا ہے اسکے بعد جامعہ فاروقیہ رضویہ میں اکثر وجد ہوتا تھا حالت وجد میں عصر سے لے کر مغرب تک پانی پیتا رہا مولف نور چراغ نے لکھا ہے میں بھی اس وقت وہاں موجود تھا مولانا علامہ یٰسین نے ذکرِ جمیل میں اسکا ذکر کیا ہے (صفحہ ۳۰) شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ یہ اشعار پڑھتے تھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

دیدار کراتا ہے وہ پھر پرہیز کرتا ہے

ہمارے عشق کا تنور تیز کرتا ہے

مولانا عبدالرؤف ناظم جامعہ فاروقیہ کہتے ہیں میں نے پانی شمار کیا تقریباً چار سو گلاس پانی پی گئے۔ جب عشق کی کرن روشن ہوتی ہے ایسے واقعات نمودار ہوتے ہیں۔ حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں بھی وجد ہوتا تھا مدینہ منورہ میں بہت وجد ہوتا تھا آبائی گاؤں دوگیج ٹاؤن میں بہت وجد ہوتا تھا مسجد ذوالنورین چونگی گجرپورہ میں جہاں 27 سال جمعہ پڑھایا وہاں وجد ہوتا تھا شرقپور شریف میں میاں صاحب کے مزار میں بھی بہت وجد ہوتا تھا اکثر محافل میلاد شریف میں وجد ہوتا تھا آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف میں وجد ہوتا تھا آستانہ عالیہ مرولہ شریف میں وجد ہوتا تھا آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ میں وجد ہوتا تھا۔ غرض کہ 40 سال وجد کے بعد جناب قبلہ صوفی محمد صدیق آستانہ عالیہ مرولہ شریف نے اپنے مزار پرانوار سے جناب پیر طریقت میاں محمد معروف صاحب کو خواب میں 12 دفعہ حکم دیا کہ دستار باندھو، جب دستار باندھی، وجد ختم ہو گیا۔

بعض استادوں نے اور بعض علماء نے وجد کا انکار کیا، حضرت ایشاں نے خواب میں فرمایا، وجد میں نے جاری کیا ہے، اسکے بعد وہ بھی وجد کے قائل ہو گئے۔

آخر میں ان حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے قیمتی مشوروں سے نوازا، علامہ محمد یٰسین قصوری جامعہ فاروقیہ رضویہ جنہوں نے کتب عنایت کیں اور علامہ محمد یونس کیلانی (سابق مدرس جامعہ فاروقیہ رضویہ) نے کافی مشورے دیئے بالخصوص میری چھوٹی بیٹی نے کتاب تحریر کرنے میں میری کافی مدد کی، معاونین نے کتاب چھپوانے میں مدد کی جناب حافظ محمد افضل، جناب لالہ محمد طفیل صاحب، جناب محمد اسحاق دودھی، جناب محمد ثاقب صاحب، جناب حافظ محمد شکیل صاحب۔ قاری منظور احمد شاہد سیالوی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور ان تمام حضرات کو حرمین شریفین کی زیارت سے نوازے ہم سب کو عشق مصطفیٰ ﷺ اور دیدار پیارے آقا ﷺ عطا فرمائے۔ خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

طالب دعا: حاجی محمد جمیل کیلانی نقشبندی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت صاحبزادہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

ولادت باسعادت:۔

حضرت صاحبزادہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۵ جمادی اوّل ۱۳۴۹ھ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۰ء میں بروز جمعرات موضع بدورتہ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت:۔

آپ نے پدر بزرگوار حضرت کیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے قرآن کی تعلیم کا آغاز کیا ساتویں جماعت تک سکول کی تعلیم حاصل کی بعد ازاں حضرت علامہ غلام رسول اور حضرت علامہ امام الدین ہریکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے علوم اسلامیہ کی تحصیل فرمائی۔

عشق رسول کریم ﷺ:۔

آپ کو حضور انور ﷺ سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی بچپن میں جنگلوں اور کھیتوں میں نکل جاتے اور باآواز بلند پکارتے یارسول اللہ آپ عرب میں پیدا ہوئے، اور وہیں جلوہ افروز ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہندوستان میں پیدا فرمایا اس مجبوری اور فراق کا کیا کیا جائے علاوہ ازیں آپ جنگلات میں باآواز بلند درود وسلام پڑھتے اوراذان بھی پڑھتے۔

بیعت وخلافت:۔

آپ نے اپنے پدر بزرگوار حضرت کیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست اقدس پر مشرف بیعت حاصل کیا منازل سلوک طے کرنے کے بعد ان کی طرف سے اجازت وخلافت سے نوازے گئے آپ متوسلین سے نہایت شفیقانہ برتاؤ کرتے تھے۔

بطور سجادہ نشین:۔

آپ کو اپنے والد گرامی کیطرف سے خلافت عطا ہوئی اس لیے ان کے اسلوب وطریقہ کے مطابق سلسلہ رشد وہدایت شروع فرمایا جو کامیابی کے ساتھ تا حال جاری وساری ہے آپ کی کوششوں سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت میں پیش رفت ہوئی قرآن وسنت کا پیغام مسلمانوں تک پہنچانے میں شب وروز محنت شاقہ فرماتے رہے۔

عرس مبارک کا اہتمام:۔

آپ حضرت کیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے سالانہ عرس مبارک کے انعقاد کا انتظام فرماتے تھے جس میں مشائخ، علماء، قراء نعت خوان حضرات اور عقیدت مند شمولیت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

لنگر کا اہتمام:۔

عرس مبارک کے علاوہ ہمہ وقت لنگر کا اہتمام فرماتے تھے والد گرامی نے حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس لنگر کا آغاز فرمایا تھا آپ انتظامی امور اور لنگر کے اہتمام میں قابل تقلید تجربہ رکھتے تھے۔

اشاعت دین:۔

آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت اور قرآن وسنت کے پیغام کو گھر گھر پہنچانے کے لیے آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف میں ایک مکتبہ کی بنیاد رکھی ہے جسکے تحت کئی کتب شائع کر کے عوام تک پہنچانے کا انتظام کیا ہے ان کتب میں سے چند کے نام یہ ہیں حضور اکرم ﷺ کی نماز، انشراح فی الصدور، بتذکرۃ النور، الانسان فی القرآن، مختصر سوانح حیات حضرت کیلانی اور حضرت امیر معاویہؓ پر اعتراضات کا علمی محاسبہ وغیرہ۔

اولادامجاد:۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین صاحبزادے عطا فرمائے جنکے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت صاحبزادہ سید عظمت علی شاہ صاحب

۲۔ حضرت صاحبزادہ سید عصمت علی شاہ صاحب

۳۔ حضرت صاحبزادہ سید فراست علی شاہ صاحب

حضرت سیدی مرشدی پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا حضور پرنور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں مقام:۔

حضور غوث العالم قدس سرہ العزیز کی ایک مرتبہ طبیعت مبارک قدرے ناساز ہوئی اور آپ لاہور ہسپتال تشریف لے گئے ان دنوں اکثر آپ پہ استغراقی کیفیت رہنے لگی ایک دفعہ اسی کیفیت میں تھے کہ حضرت اعلیٰ شرقپوری تشریف لے آئے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت اعلیٰ شرقپوری نے آکر ارشاد فرمایا کہ آؤ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں چلیں اور یہ کہہ کر مجھے ساتھ لے کر چل پڑے آگے ایک بہت ہی عمدہ کمرہ تھا جسمیں انتہائی نفیس قسم کا قالین بچھا ہوا تھا جس پر سرکارِ دوعالم ﷺ تشریف فرما تھے آپ کی ایک جانب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، سیدعمر فاروق، سیدنا عثمانِ ذولنورین رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے اور دوسری جانب سیدنا علی مرتضیٰ مشکل کشا حیدر کرار اور حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہم تھے اور اسی طرف مگر تقریباً دس فٹ کے فاصلے پر حضرت سیدہ خاتون جنت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا ایک انتہائی سفید چادر مبارک سر سے لے کر پاؤں تک اس انداز سے اوڑھے ہوئے تشریف فرما تھیں کہ اس میں سے آپ کا ناخن مبارک بھی نظر نہیں آتا تھا آپ فرماتے ہیں کہ حضرت اعلیٰ شرقپوری قدس سرہ العزیز حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور مجھے بھی اپنے ساتھ بٹھالیا میں نے تھوڑا سا پیچھے ہونا چاہا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے مجھے اپنے ساتھ رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پیچھے

نہیں ہٹنا بالکل ساتھ ہی رہنا ہے پھر کافی دیر تقریباً اڑھائی گھنٹے تک اسی انداز سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضری نصیب رہی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کچھ ارشاد فرماتے رہے حتیٰ کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا سرکار دو عالم ﷺ حضور شہنشاہ ولایت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ آپ نماز کے لیے جماعت کروائیں انہوں نے عرض کیا حضور آپ کی موجودگی میں میں کیسے جماعت کروا سکتا ہوں حضور غوث العالم قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اپنے دونوں ہاتھوں سے سرکار دو عالم ﷺ کا بازو مبارک تھام کر عرض کیا حضور آپ کی موجود میں کوئی بھی جماعت نہیں کروائے گا آپ خود ہی کرم فرمائیں اور نماز پڑھائیں ہم بھی چاہتے ہیں کہ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں پس میری استدعا پر سید عالم ﷺ نے خود امامت کروائی حضور غوث العالم فرماتے ہیں کہ جب ہم سجدہ میں جاتے تھے تو حضرت اعلیٰ شرقپوری کا سر اقدس سرکار دو عالم ﷺ کے دائیں تلوے مبارک کے پیچھے بالکل ساتھ ہوتا اور میرا سر آپ ﷺ کے بائیں تلوے مبارک کے پیچھے ساتھ ہوتا تھا نماز کی ادائیگی کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں اجازت عطا فرمائی حضور غوث العالم فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے بے شمار مرتبہ اپنے اس غلام پر کرم فرمایا اور اپنے دیدار سے مشرف فرمایا مگر آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے لیے سب سے زیادہ وقت اسی دفعہ میسر آیا۔ فللہ الحمد

سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حضور غوث العالم قدس سرہ کی مقبولیت و محبوبیت:۔

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے خادم حاجی محمد اسلم صاحب کیلانی لاہوری کی دختر نیک اختر جو کہ انتہائی پارسا، صوم وصلوٰۃ کی پابند اور سرکار دو عالم کی بارگاہ اقدس میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنے والی ہے کو خواب میں سید عالم ﷺ نے اپنی زیارت سے مشرف فرمایا اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے حضور غوث العالم قدس سرہ العزیز کی طرف اشارہ کر کے اسے

فرمایا کہ تم ان کی بیعت کرلو ان کی بیعت میری ہی بیعت ہے جب یہ بات حضور غوث العالم قدس سرہ العزیز کے خلیفہ مجاز حاجی محمد شفیق صاحب لاہوری مدظلہ العالی کے حضور عرض کی گئی تو انہوں نے جس وقت حضور غوث العالم قدس سرہ العزیز ان کے ہاں لاہور تشریف لائے حاجی محمد اسلم صاحب کو ان کی بیٹی سمیت اپنے ہاں بلایا اور آپ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور ہمارے گھر کی عورتیں آپ کی بارگاہ میں سلام کرنا چاہتی ہیں۔ مہربانی فرما کر آپ پانچ منٹ کے لیے انہیں حاضری کا موقع عطا فرمادیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں عورتوں سے ملاقات نہیں کرتا بہر حال وہ باہر آئیں اور دور ہی سے ہو کر واپس چلی جائیں انہوں نے ایسا ہی کیا ان میں حاجی محمد اسلم صاحب کی بیٹی بھی تھی جب اس سے اسکے بعد پوچھا گیا کہ خواب میں سرکار دو عالم ﷺ نے جن کی طرف اشارہ فرما کر تمہیں ان کی بیعت ہونے کا حکم فرمایا تھا کیا وہ یہی ہیں تو اس لڑکی نے قسم کھا کر کہا کہ خدا کی قسم بالکل وہ یہی ہیں اسکے بعد حاجی محمد شفیق صاحب نے حضور غوث عالم قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں اس لڑکی کا معاملہ عرض کیا اور اسے بیعت فرمالینے کی بھی گزارش کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں عورتوں کو بیعت نہیں کیا کرتا اور نہ ہی ان سے ملتا ہوں۔ ہاں حضرت کیلیانوالہ شریف آجائیں تو میں چن جی صاحب کی والد (حضور غوث العالم کی زوجہ محترمہ) کو جو کچھ انہیں بتانا ہے بتادوں گا اور وہ میری طرف سے انہیں بتادیں گی انہوں نے ایسا ہی کیا اور آپ کے ارشاد کے مطابق اسی طریقہ کے مطابق سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گئیں۔

ابھی سلسلہ عالیہ میں دخل ہوئے چند دن ہی گزرے تھے کہ دوبارہ سرکار دو عالم ﷺ نے کرم فرمایا اور اپنی زیارت سے اس انداز میں اسے مشرف فرمایا کہ آپ ﷺ کی بارگاہ مقدس میں پانچ انتہائی نورانی شخصیات موجود ہیں جن میں سے ایک حضور غوث العالم بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے حضور غوث العالم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا وہی ہیں کہ جنکی بیعت کے متعلق میں نے تمہیں کہا تھا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس وقت پوری دنیا میں ان پانچ سے بڑھ کر مجھے کوئی پیارا نہیں اور حضور غوث العالم کے کندھے مبارک پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ یہ ان پانچ میں سے بھی مجھے سب سے زیادہ پیارے ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ کا حضور غوث العالم قدس سرہ العزیز کی عیادت کے لیے تشریف لانا:۔

جن دنوں حضور غوث العالم کے دل کا بائی پاس ہوا تھا اور آپ لاہور ہسپتال میں تھے ایک رات ہسپتال کے چوکیدار نے خواب میں دیکھا کہ ایک انتہائی نورانی صورت ہستی تشریف لا رہے ہیں اور ان کے ساتھ بھی بہت سارے نورانی صورت بزرگ ہیں چوکیدار نے جب ان کے متعلق دریافت کیا تو ساتھ والوں نے فرمایا کہ یہ حضور ﷺ ہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ہیں چوکیدار نے سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا حضور آپ ﷺ کا ہسپتال میں تشریف لانا کیونکر ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کمرہ نمبر ۸ بیڈ نمبر فلاں پر سید محمد باقر علی شاہ صاحب نام کے جو شخص ہیں جن کا کل دل کا آپریشن ہوا ہے ہم ان کی عیادت کے لئے آئے ہیں تو تم نے کسی کو اندر آنے سے منع نہیں کرنا پھر آپ ﷺ ہسپتال میں حضور غوث العالم کے کمرہ میں ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے صبح چوکیدار نے ہسپتال کے تمام عملے سے رات کا تمام معاملہ بیان کر دیا پس ہسپتال کا عملہ اور دیگر تمام لوگ جنہیں یہ معلوم ہوتا گیا حضور غوث العالم کے کمرے اور اسکے سامنے والی گلی میں جمع ہونا شروع ہو گئے جب آپ کا معالج ڈاکٹر آیا اور اس نے یہ صورت حال دیکھی تو لوگوں کی اس قدر آپ کے پاس بھیڑ دیکھ کر پریشان ہو گیا اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کہ یہ سب کچھ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں ہسپتال سے چھٹی دے دی جائے اور ہماری رہائش گاہ یہاں سے قریب ہی ہے وہاں سے ہم روزانہ آ کر چیک کروالیا کریں گے پس لوگوں کے اس قدر ہجوم کی وجہ سے آپ کو آپریشن کے دوسرے دن ہی رہائش گاہ پر تشریف لانا پڑا سرکار دو عالم ﷺ کی آپ کے ہاں تشریف آوری اور آپ ﷺ کے آپ پر کرم کے باعث آپ نے

اتنے بڑے آپریشن کے دوسرے دن ہی اپنے معالج ڈاکٹر کے چیک اپ کرنے کے لیے آنے سے قبل ہی غسل فرمالیا اور اس دوران تمام قضا شدہ نمازیں بھی ادا فرمالیں اور ڈاکٹر کے آنے تک آپ لیٹے ہوئے درود شریف پڑھ رہے تھے جب ڈاکٹر نے یہ صورت حال دیکھی تو دنگ رہ گیا اور حیرت سے پوچھنے لگا کیا آپ نے غسل کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہاں تو اس نے پوچھا کہ اب کیسا محسوس کر رہے ہیں آپ نے بتایا کہ بہت فرحت محسوس کر رہا ہوں ،فقط بدن میں تھوڑی سی کمزوری محسوس ہوتی ہے، اس آپریشن کے دوران جب ڈاکٹروں نے آپ کے دل کی پاور معلوم کی ان کی رپورٹ یہ تھی کہ آپ کے دل کی پاور عام شیر کے دل کی پاور کے برابر ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کا حضور غوث العالم کو اپنے سینہ اقدس سے لگانا اور اپنے نعلین شریفین عطا فرمانا:۔

حضور غوث العالم کے خادم خاص سید محمد قاسم علی شاہ صاحب بخاری فرماتے ہیں کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں اکیلا ہی آپ کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا قاسم علی اب تھوڑی دیر آرام کرلیں شاہ صاحب کہتے ہیں کہ میں آپ سے اجازت لے کر جامعۃ النور چلا گیا وضو کیا اور کچھ دیر قرآن کریم کی تلاوت کی اور سو گیا آنکھ لگتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ حضور غوث العالم تشریف لاتے ہیں اور بازو سے پکڑ کر فرما رہے ہیں قاسم علی اٹھو جلدی کرو حضور نبی کریم ﷺ تشریف لا رہے ہیں آپ نے دو دفعہ فرمایا اٹھو اٹھو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک باغیچے میں ہوں اور ایک کیاری ہے۔ جس میں بہت زیادہ سبزہ ہے آپ نے آگے ہاتھ بڑھایا اور فرمایا کہ میرے ہاتھ کے اوپر اپنا ہاتھ رکھو میں نے آپ کے دستِ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ دیا آپ کیاری سے آگے مغرب کی جانب ایک راستہ فرش کی طرف نکلتا تھا اس سے فرش کی طرف نکلے اور جانب جنوب چلنے لگے بس تین قدم ہی چلے تھے کہ آگے تین سیڑھیاں آگئیں جب ہم سیڑھیوں

پر چڑھے تو آگے دروازہ تھا جب میں نے دروازہ کھولا تو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی پھول ہاتھوں پر رکھ دیا گیا ہو ابھی حجاب نہیں اٹھا تھا پھر حجاب اٹھ گیا اور نگاہ اٹھی تو دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک ہمارے ہاتھوں پر رکھا ہوا ہے ہم ایک سیڑھی پیچھے ہٹتے گئے اور آپ ﷺ آگے تشریف لاتے گئے حتیٰ کہ پھر اسی کیاری میں آگئے جب کیاری کے درمیان میں پہنچے تو آپ ﷺ نے حضور غوث العالم کو اپنے سینہ مبارک سے لگالیا اور میں آپ ﷺ کی قدموسی کرنے لگا کبھی آپ کے دائیں قدم مبارک کو بوسہ دیتا ہوں اور کبھی بائیں قدم مبارک کو، آپ ﷺ نے آپ کو تقریباً ۵ منٹ سینہ مبارک سے لگائے رکھا پھر آپ ﷺ مشرق کی جانب چہرہ اقدس کر کے بیٹھ گئے آپ ﷺ کچھ دیر تک حضور غوث العالم سے گفتگو فرماتے رہے آپ قدس سرہ العزیز بھی آپ ﷺ کی بارگاہ میں معروضات پیش کرتے رہے پھر حضور غوث العالم نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں میرے متعلق عرض کیا کہ حضور یہ بھی میرا بیٹا ہے اس پہ بھی کرم ہو جائے اس پر آپ ﷺ نے اپنا دایاں دست مبارک میرے سر پر اور بایاں دست مبارک میرے کندھے پر رکھا اور فرمایا کہ ان (حضور غوث العالم) کی خدمت میں لگے رہنا تمہیں دین ودنیا کے رنگ لگ جائیں گے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب ہم چلتے ہیں یہ فرما کر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور تیسری مرتبہ حضور غوث العالم کو اپنے سینہ مبارک سے لگالیا پھر قبلہ کی جانب چہرہ اقدس کر کے چل پڑے ہم ابھی وہیں کھڑے تھے دو قدم چل کر آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور حضور غوث العالم سے فرمایا کہ میرے نعلین تم پہن لو اور تمہارے نعلین میں پہن لیتا ہوں حضور غوث العالم اس امر سے کچھ ہچکچائے تو آپ ﷺ نے فرمایا جو میں کہہ رہا ہوں کہ پہن لو تو پس حضور غوث العالم نے آپ ﷺ کے حکم پر آپ ﷺ کے نعلین مبارک پہن لیے وہ اس قدر خوبصورت اور چمکدار تھے کہ ان پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان پر موتی جڑے ہوں اور آپ ﷺ نے آپ قدس سرہ العزیز کے نعلین شریفین پہن لیے اور قبلہ کی جانب چل دیے ہم بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑے پھر آپ ﷺ اسی راستے سے ان تین سیڑھیوں سے

ہوتے ہوئے اندر تشریف لے گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔

حضور غوث العالم کے پاس سرکار دو عالم ﷺ، حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت اعلیٰ شیر ربانی کی تشریف آوری:۔

حضور غوث العالم کی پوتی اور قبلہ چن جی حضور غوث العالم کی صاحبزادی نے عالمِ خواب میں دیکھا کہ قبلہ دادا جی (حضور غوث العالم) کے پاس حضرت اعلیٰ شرقپوری تشریف لائے پھر سرکار دو عالم ﷺ کی تشریف آوری ہوئی آپ ایک بہت ہی عمدہ کار نما سواری پر تشریف لائے جیسے آپ نے حضور غوث العالم کے حجرہ شریف کے صدر گیٹ کے پاس کھڑا کیا حضور غوث العالم نے حضرت شرقپوری کی معیت میں آپ ﷺ کا استقبال کیا پھر سرکار دو عالم ﷺ حضور غوث العالم مدظلہ العالی کے حجرہ مبارک کی طرف آگے آگے چل پڑے ان کے پیچھے حضرت اعلیٰ شیر ربانی تھے اور انکے پیچھے غوث العالم، جب آپ ﷺ آپ کے حجرہ مبارک میں تشریف لائے تو حضور غوث العالم کے بیڈ پر بیٹھ گئے اور حضرت اعلیٰ شرقپوری اور حضور غوث العالم آپ ﷺ کے سامنے نیچے قالین پر بیٹھ گئے آپ فرماتی ہیں کہ تھوڑی دیر بعد حضور غوث اعظم الشیخ عبدالقادر جیلانی کی سواری فضا میں بہت دور سے ایک ستارے کی مانند آتی ہوئی دکھائی دی حضور غوث العالم آپ کے استقبال کے لئے باہر تشریف لائے حضرت غوث اعظم کی سواری جوں جوں قریب آتی گئی اسکا حجم بڑھتا گیا حتیٰ کہ وہ ایک بہت بڑی پالکی ظاہر ہوئی اور آپ کے حجرہ مبارک کے باہر حویلی کے اندر شیڈ کے قریب اسکا نزول ہوا جس سے حضور غوث اعظم تشریف لائے آپ کا رنگ مبارک سُرخ وسفید تھا اور قد مبارک چھ فٹ کے قریب تھا لباس انتہائی سفید زیب تن فرما رکھا تھا پالکی سے باہر تشریف لا کر حضور غوث العالم سے ملے اور دریافت فرمایا کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ کہاں تشریف فرما ہیں آپ نے عرض کیا کہ اندر کمرہ میں تشریف فرما ہیں پس حضور غوث اعظم آگے آگے کمرہ کی جانب چل پڑے اور پیچھے پیچھے حضور غوث العالم

تھے اسطرح بھی سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے کچھ دیر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا اور سرکار دو عالم ﷺ اپنے ارشادات عالیہ سے نوازتے رہے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اب چلتے ہیں اسکے بعد سرکار دو عالم ﷺ تشریف لانے لگے ان کے پیچھے حضور غوث اعظم اور انکے پیچھے حضرت اعلیٰ شرقپوری تھے اور انکے پیچھے حضور غوث العالم تھے ان سب نے سرکارِ دو عالم ﷺ کو الوداع کیا آپ ﷺ اپنی سواری پر بیٹھ کر تشریف لے گئے پھر حضرت غوث اعظم کو الوداع فرمادیا گیا اور وہ بھی اپنی سواری میں بیٹھ کر تشریف لے گئے اور ان کی سواری اسی طرح فضا میں پرواز کر گئی۔

حضرت اعلیٰ شرقپوری کا حضور غوث العالم کی عیادت کے لیے تشریف لانا:۔

حضور غوث العالم کے خادم خاص سید قاسم علی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور غوث العالم کی طبیعت مبارک ناساز تھی میں نے عالم رویا میں دیکھا کہ آپ اپنے حجرہ مبارک میں کرسی پر تشریف فرما ہیں کہ اچانک آپ اُٹھ کر اپنے حجرے مبارک کے دروازے کی جانب تشریف لے گئے اور ادھر سامنے سے حضرت اعلیٰ شرقپوری تشریف لا رہے تھے آپ نے بہت عمدہ دستار مبارک باندھ رکھی تھی جسکے اوپر طرہ تھا اور عینک لگا رکھی تھی ہاتھ مبارک میں چھڑی مبارک تھی حضور غوث العالم نے آگے بڑھ کر حضرت اعلیٰ شرقپوری کا استقبال فرمایا حضرت اعلیٰ شرقپوری آپ کے حجرہ مبارک میں تشریف لے آئے اور آپ کے بیڈ مبارک پر بیٹھ گئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اور حضور غوث العالم نیچے قالین پر دونوں بیٹھ گئے حضرت اعلیٰ شرقپوری نے اپنا دست شفقت حضور غوث العالم کے کندھے مبارک پر پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا کے ہم تمہاری طبیعت کا پوچھنے آئے ہیں لہٰذا اب طبیعت کا کیا حال ہے پھر تھوڑی گفتگو فرماتے رہے اسکے بعد واپس تشریف لے جانے لگے اور حضور غوث العالم سے ارشاد

فرمایا کہ آپ یہیں کمرے میں ہی بیٹھیں باہر بہت گرمی ہے اور خود اکیلے ہی تشریف لے گئے۔

حضور غوث العالم کی عمر مبارک میں اضافہ فرمایا جانا اور آپ کا دنیا سے تشریف لے جانا آپ کی مرضی پر چھوڑ دیا جانا:۔

حضور غوث العالم کے خادم خاص سید قاسم علی بخاری فرماتے ہیں کہ جب حضور غوث العالم کی عمر مبارک اسی سال ہونے کے قریب تھی اور صرف چند ماہ باقی رہ گئے تھے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے حجرہ مبارک میں انتہائی نورانی صورت بلند قامت بزرگ تشریف لائے جن کا رنگ مبارک سفید تھا اور ریش مبارک سرخ اور آپ کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے کہ ان (حضور غوث العالم) کی عمر مبارک اسی سال ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے بیدار ہونے کے بعد یہ معاملہ آپ کی بارگاہ میں عرض کیا آپ نے فرمایا انشراح فی الصدور لاؤ جس میں آپ کی عمر مبارک یعنی تاریخ ولادت درج تھی جب انشراح فی الصدور دیکھی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ معاملہ اسی طرح ہے جیسا کہ تمہیں دکھایا گیا ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے کچھ دنوں بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ پہلے بیڈ پر تشریف فرما تھے۔ پھر نیچے قالین پر لیٹ گئے اور میں آپ کے قدمین شریفین اور پنڈلیاں مبارک دبا رہا تھا کہ اچانک دیکھتا ہوں کہ آپ کا بدن مبارک گرم اور سرخ ہونا شروع ہو گیا۔ حتیٰ کہ پنڈلیاں مبارک سرخ ہو گئیں تو میں نے آپ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور آپ کو جب اس قدر تکلیف ہے تو آپ حضور ﷺ کی بارگاہ مقدس میں اس بارے میں عرض کیوں نہیں کرتے آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں پھر تھوڑی دیر بعد بدن مبارک اسقدر گرم اور سرخ ہونا شروع ہو گیا کہ پنڈلیوں کے اوپر کی کھال جلتی ہوئی محسوس ہونے لگی پس دوبارہ میں نے وہی عرض کیا تو اس دفعہ آپ نے اشارے سے منع فرما دیا اور اسکے بعد آپ نے آنکھیں بند فرمالیں میں رونے لگا اور بستر گول کرنے لگا کہ اب ہمارے یہاں کون ہے جب آدھا گھنٹہ بستر اگول کر چکا تو آپ

نے پیچھے سے آواز دی قاسم علی کدھر میں نے پلٹ کر دیکھا تو آپ خوبصورت سفید لباس زیب
تن کیے پہلے سے بھی زیادہ پرنور صورت میں کھڑے ہیں اور دوسرا جسم اسی طرح پاس پڑا ہوا ہے
میں نے عرض کیا کہ حضور یہ کیا اور وہ کیا؟ آپ نے عرض کیا کہ وہ میرا امتحان اور آزمائش تھی اور
اسمیں کامیابی ہے گویا وہ فنا تھی اور یہ اسکے بعد بقا ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ابھی یہ
واقعہ کسی سے بیان نہیں کیا تھا کہ انہی دنوں آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی اور آپ گوجرانوالہ ہسپتال
تشریف لے گئے وہاں آپ کی طبیعت لمحہ بہ لمحہ زیادہ ناساز ہوتی جارہی تھی حتیٰ کہ آپ نے
آخری وصیتیں فرمانا شروع کر دیں اور قبلہ چن جی حضور مدظلہ العالی اور دیگر عزیز واقارب
کو بلا لینے کا حکم ارشاد فرمایا تھوڑی دیر کے بعد فرمانے لگے کہ اس وقت یہ معاملہ ٹل گیا ہے اور عمر
میں اضافہ فرمادیا گیا ہے پس انہیں کہو کہ ابھی نہ آئیں قبلہ چن جی حضور اور دیگر صاحبزادگان ابھی
وریال چٹھہ کے قریب ہی پہنچے تھے کہ انہیں واپس تشریف لے جانے کا فون بھی کروادیا پھر کچھ
دنوں بعد طبیعت مبارک پھر ناساز ہوگئی تو آپ لاہور ہسپتال تشریف لے گئے وہاں تمام
ڈاکٹروں نے آپکا چیک اپ کرنے کے بعد یہی نتیجہ اخذ کیا کہ آپ کا آدھے گھنٹے تک وصال
ہو جائے گا جب آپ کے معالج ڈاکٹر سے اسکے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ تمام
ڈاکٹرز یہی فیصلہ دے چکے ہیں کہ آپ کے لیے آدھے گھنٹے کی مہلت رہ گئی ہے اور میرے
نزدیک بھی آپکا ایک گھنٹہ سے زیادہ کا ٹائم نہیں ہے اور اس وقت کوئی دوائی کارگر نہیں ہورہی ہے
یہ کہہ کر ڈاکٹر اپنی رہائش گاہ پہ چلا گیا وہ اسی معاملہ میں فکر مند بیٹھا تھا اور اسکا بچہ اسکی گود میں کھیل
رہا تھا کہ اونگھ و بیداری کی حالت میں دیکھتا ہے کہ ایک نورانی صورت دراز قد بزرگ تشریف
لائے ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک گولی تھی اور فرمانے لگے کہ انہیں حضور غوث العالم کو جلد
از جلد یہ گولی کھلا دیں اور اسکے بعد دو گھونٹ پانی پلا دیں تو انہیں صحت مل جائے گی ورنہ معاملہ
ہاتھ سے نکل جائے گا ڈاکٹر صاحب فوراً ہسپتال پہنچے اور آپ کو وہ گولی اسی طرح کھلا دی اسی
وقت صحت کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تقریباً دس منٹ بعد آپ بالکل صحت یاب ہو گئے

۔اور اسکے بعد وہ ڈاکٹر باقی تمام ڈاکٹروں کو بلا لیا وہ سب ہی آپ کی کیفیت دیکھ کر حیران ہو گئے سب ڈاکٹرز کہتے تھے کہ ڈاکٹری کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ کوئی مریض اس مرض میں اس سٹیج پر پہنچنے کے بعد صحت یاب ہوا ہو، آپ حضور غوث العالم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس دوران حضور سرکار گیلانی تشریف لائے تھے اور مجھے ساتھ لگا کر پیار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اب چلنے کا خیال نہیں ہے۔ بہت عرصہ دنیا میں رہ لیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ سائیوں کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم ہے مگر میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کہو کیا بات ہے حضور غوث العالم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ابھی میرے بچوں کے کچھ کام ادھورے ہیں اور بیبیوں کے کام بھی ادھورے ہیں اور میں خود بھی کچھ دیر اور رہنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا اچھا یہ بات ہے تو اب جس وقت تم خود کہو گے اس وقت ہی تمہیں لے جائیں گے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ بس یہی ٹھیک ہے کہ جسوقت چاہوں مجھے دنیا سے لے جایا جائے۔

وصال:۔

حضور غوث العالم کا بروز جمعۃ المبارک ۲۰ جون ۲۰۱۴ کو لاہور تشریف لے جاتے ہوئے راستہ میں حدود شرقپور شریف کے پاس بوقت گیارہ بج کر ۴۵ منٹ پر وصال ہوا۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نُور کا
تو ہے عین نُور تیرا سب گھرانہ نور کا

اس ہستی کے حضور گلہائے عقیدت پیش کرنے لگا ہوں جنکے نظر کرنے کے بغیر یہ کتاب نامکمل ہے سیدی مرشدی قبلہ عالم سید باقر علی شاہ صاحب کیلانی جنکی ضیا پاشیوں سے ٹوٹے ہوئے دل، مرجھائی ہوئی کلیاں کھل جاتی ہیں الحمدللہ اکثر مدینہ منورہ میں قدمین شریفین میں باب بلال کے پاس آپ بیٹھا کرتے تھے آپ کے چہرے کی ضیا پاشیاں نکلی ہیں ایسے ہی قبلہ پیر کلیانی کے چہرہ

انور سے قرنیں نکلتی تھیں جو بھی اس وقت زیارت سے بہرہ ور ہوتا تھا اسکے دل کی دنیا بدل جاتی تھی۔

جناں اکھیاں نے دلبر ڈتھا
انہاں اکھیاں نو تک لواں
تو ملیا تے ساجن ملیا تانگاں لگ گیا نے

میلاد شریف کی محافل میں آپ پر عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا غلبہ ہوتا تھا لاہور میں حاجی محمد بشیر صاحب، حاجی محمد شفیق، حاجی عبدالرشید کے گھر میں بھی تشریف لائے میرے گھر بھی (محمد جمیل) کے گھر بھی قدم الخیر فرمایا محفل میلاد شریف میں شرکت فرمائی آپ کی روحانیت سے پیاسے قلوب کو اطمینان نصیب ہوتا تھا آپ کی زیارت سے ظلمات کدے روشن ہوجاتے تھے دیکھنے والوں کو عشق مصطفیٰ کریم آقا ﷺ کا نصیب ہوجاتا تھا دل روشن ہوجاتا تھا۔

اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہیں ملتا
اللہ والے اللہ سے ملا دیتے ہیں

آپ اپنے والد گرامی حضرت قبلہ عالم سید نورالحسن شاہ کیلانی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

☆☆☆